حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان
احوال و آثار
مرتبین
مولانا محمد شاداب احمد برکاتی صاحب امجدی گھوسی
مولانا محمد راشد رضا صاحب امجدی گھوسی
مولانا محمد ابوذر صاحب امجدی گھوسی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات کے مختلف

گوشوں پر مقالات کا حسین مجموعہ

صدر الشریعہ احوال و آثار

مرتبین

مولانا **محمد شاداب احمد برکاتی** صاحب امجدی گھوسی

مولانا **محمد راشد رضا** صاحب امجدی گھوسی

مولانا **محمد ابو ذر** صاحب امجدی گھوسی

فہرست مضامین

دعائیہ کلمات

بزبانِ فیض ترجمان، سیدی واستاذی، حضور محدث کبیر

حضرت **علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری** دامت برکاتہم القدسیہ

بسم الله الرحمٰن الرحیم

نحمده و نصلی و نسلم علی رسوله الكريم .

ہمارے جامعہ امجدیہ رضویہ کے جدید فضلا میں سے ایک نام مولانا محمد شاداب صاحب کا آتا ہے، آپ ایک مخلص، اور متحرک وفعال عالم ہیں، لکھنے، پڑھنے اور دین کی اشاعت میں حصہ لینے کا آپ میں بہت زیادہ ذوق ہے۔ آپ نے اس وقت اپنے احباب کے تعاون سے حضرت صدر الشریعہ، مولانا الحکیم محمد امجد علی علیہ الرحمۃ والرضوان کی حیات وخدمات اور ان کے کچھ کمالات وخوبیاں چند مضامین میں چند عناوین کے تحت مختلف جدید علما سے انہوں نے قلم بند کرائے اور اس کو وہ شائع کرنا چاہتے ہیں۔

مجھ کو خوشی ہوئی کہ حضور صدر الشریعہ کی زندگی کے بعض اہم اور مخفی گوشوں کو ان علمانے قلم بند فرمایا اور اس کو کتابی شکل میں شائع کرنے کے درپے ہیں۔ میں اس سلسلے میں مولانا شاداب اور ان کے تمام معاونین او راحباب کو دعائے خیر دیتا ہوں اور ان سب کے اس کام سے مجھے خوشی حاصل ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ ان حضرات کے قلم میں اور قوت وپختگی پیدا کرے اور ان سے دین کے نمایاں کام انجام دلائے۔

و صل الله تعالی علی سیدنامحمد و الة و صحبه اجمعین .

کلمات تقدیم

شہزادۂ حضور صدر الشریعہ، شہنشاہ اقلیم سخن

حضرت علامہ **مولانا فداء المصطفیٰ قادری** دامت برکاتہم العالیہ

حضرت صدر الشریعہ علیہ رحمۃ والرضوان کی ذات فقیہ اعظم کے لقب سے سارے عالم اسلام میں جانی اور پہچانی جاتی ہے۔ آپ کی شخصیت تفقہ کے اعتبار سے اتنی معتبر ہے کہ امام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ " موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے وہ مولوی امجد علی صاحب میں زیادہ پایئے گا"

آپ نے فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا "بہار شریعت" لکھ کر تمام عالم اسلام پر جو احسان عظیم فرمایا ہے اس احسان سے کوئی بری نہیں ہوسکتا۔ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کا یہ بھی اہم کارنامہ ہے کہ آپ نے امام اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ کی معرکۃ الآرا تصانیف کو منظر عام پر لانے میں سب سے اہم کردار ادا کیا۔ پھر آپ کا امت مسلمہ پر سب سے بڑا احسان یہ بھی ہے کہ آپ نے اعلیٰ حضرت سے کہہ کر قرآن حکیم کا ایسا ترجمہ کروایا جس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے فقہ حنفی کی معتبر کتاب شرح معانی الآثار پر عظیم ترین حاشیہ تحریر فرمایا جو کشف الاستار کے نام سے دو جلدوں میں شائع ہوا اس حاشیہ کو پڑھ کر یہ اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی نگاہ دوربین کتنی دور تک دیکھتی تھی۔ اور اس حاشیہ کے ذریعہ آپ نے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مسلک کی ترویج واشاعت میں بے پایاں خدمات انجام دی۔

اب جن علمائے کرام اور طلبائے عظام نے حضرت صدر الشریعہ کی ذات پر ان کی تصنیفات پر ان کی دینی خدمات پر خامہ فرسائی کی ہے، اللہ تعالی اسے قبول و مقبول فرمائے۔ جن لوگوں نے بھی اس مجموعہ میں حصہ لیا وہ قابل تعریف ہیں اور اس بات کے مستحق ہیں کہ انکی تعریف کی جائے اور انکی تحریرات کو سراہا جائے۔

بہت سے علماء اور طلباء نے حضرت صدر الشریعہ کی گوناگوں حیثیت پر اپنے اپنے طور پر خامہ فرسائی کی ہے

اور اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ ان لکھنے والوں کے لیے ہماری طرف سے یہ دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالی ان پر اپنی رحمتوں کا نزول فرمائے اور حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیوض و برکات سے خوب خوب مالا مال فرمائے۔

اللہ تعالی تمامی مقالہ نگاران کی سعی جمیل قبول فرمائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین

﴿علامہ﴾ فداء المصطفیٰ قادری
قادری منزل

وائس ریکارڈ سے تحریر میں منتقل کیا گیا۔
﴿مولوی﴾ محمد مصطفیٰ رضا ﴿قادری منزل﴾

کلمات تحسین

نبیرہ صدر الشریعہ، بدر الطریقہ

حضرت استاذ گرامی علامہ مفتی **فیضان المصطفیٰ قادری** دامت برکاتہم العالیہ

بانی تاج الشریعہ انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ

کچھ دنوں قبل یہ سن کر بڑی مسرت ہوئی کہ مولانا محمد شاداب امجدی، مولانا ابوذر امجدی اور مولانا محمد راشد امجدی حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے احوال و آثار کے حوالے سے ایک خاص مجموعہ کی تیاری میں ہیں، پھر معلوم ہوا کہ مجموعہ تیار ہو چکا ہے، مضامین کی فہرست دیکھی تو اندازہ ہوا کہ ان کا کام ہماری طرف سے حوصلہ افزائی کا مطالبہ کر رہا ہے۔

ہم نے کچھ کلماتِ تحسین کے ساتھ یہ مشورہ دے ڈالا کہ اس کو جلد اول بنا دیں، تا کہ معتقدین صدر الشریعہ کو ہر سال کچھ ایسا اور اس سے بہتر کرنے کا ایک مزاج مل جائے۔ نوخیز شوق نگارش اور نوجوان حوصلوں کی آمیزش سے یہ مزاج پروان چڑھتا رہا تو صدر الشریعہ کے احوال و آثار کی نئی جہتوں کی کھوج کوئی بڑی بات نہیں رہے گی۔

دراصل حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کے کئی گوشے ایسے ہیں جو ابھی تک پردۂ خفا میں ہیں، صدر الشریعہ کے چاہنے والے اگر لگ جائیں تو یقین ہے کہ ان کی متلاشی نگاہیں بہت کچھ ڈھونڈ ھ نکالیں گی، اور معتقدین صدر الشریعہ کے جذبات کی تسکین کا سامان کریں گی، ان سطور کے ذریعہ میں ان قلمکاروں کی حوصلہ افزائی کرتا ہوں، اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے علمی فیضان سے انھیں خاص حصہ عطا فرمائے۔ آمین

دعا گو

فقیر مفتی فیضان المصطفیٰ قادری

۲؍ذی القعدہ ۱۴۴۲ھ

عرض مرتب

عالم اسلام کے عظیم محسن، فقیہ اعظم ہند، حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ حکیم محمد **امجد علی اعظمی** مصنف بہار شریعت علیہ الرحمۃ والرضوان سے میری عقیدت اس وقت سے ہے جب ہم انہیں اپنی ٹوٹی ہوئی زبان "صدر نانا" سے یاد کرتے تھے، پھر بڑھتی عمر کے ساتھ کریم الدین پور باغ میں، اس فلک نشاں آستانے کے اندر آسودۂ خواب بزرگ کی عقیدت روز افزوں ہوتی رہی، پھر جب آپ کی زندگی کا مطالعہ کیا تو خیالات نے انگڑائیاں لیں کہ اپنے اس عظیم محسن کی ہمہ جہت شخصیت سے دنیا کو متعارف کرانا نسبتاً میرا دوگنا حق ہے، ایک تو نسبت امجدی اور دوسرا شرف ہم وطنی۔

یہی خیالات سوشل میڈیا پہ "امجدی سیریز" شروع کرنے کا محرک بنے اور الحمدللہ اس میں بھی اللہ کے فضل سے کامیابی حاصل ہوئی، اسی دوران یہ بھی خیال آیا کہ اس کے علاوہ قلمی طور پر بھی بارگاہ امجدی میں کچھ خراج پیش کرنا چاہیے ،لہٰذا ۲۷ رمئی کو اپنے مخصوص احباب (جن کو وہ دونسبتیں حاصل ہیں؛ نسبت امجدی و شرف ہم وطنی) کو میں نے دعوت دی کہ حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی حیات و خدمات کے ان منتخب گوشوں پر آپ اپنی تحریری کاوشوں سے نوازیں۔ اور آج ۱۳ رجون یعنی محض سولہ دنوں میں، سوا دو چار عناوین کے سب پر تحریریں احباب نے لکھیں، جو آپ کے حضور حاضر ہیں۔ واضح رہے کہ یہ تمام اہل قلم گھوسوی ہیں اور جامعہ امجدیہ کے فارغین ہیں، یہ خصوص ہم نے اس لیے رکھا، تاکہ جنہیں ڈبل حق ملا ہے پہلے وہ اپنا حق ادا کریں۔ آئندہ ان شاء اللہ اس کو مزید وسعت دی جائے گی۔

اس مجموعۂ مضامین میں دو چار قلم کاروں کے علاوہ سبھی قلم کار وہ ہیں جنہوں نے پہلی مرتبہ کچھ لکھنے کی کوشش کی ہے، اس لیے اگر چہ آپ کو اسلوب بیان اور طرز تحریر میں آپ کے معیار کی خوبی نظر نہ آئے لیکن مواد کی فراہمی میں ان شاء اللہ کمی نہ پائیں گے۔ ہم ہرگز اس بات کے دعوے دار نہیں ہیں کہ ہم نے بہت زیادہ نئی باتیں پیش کی ہیں تاہم یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ کچھ باتیں آپ کو نئی ضرور ملیں گے اور باقی باتیں بھی ایسی ہیں کہ گویا وہ متعدد کتب میں بکھرے ہوئے موتی تھے جنہیں عناوین کی لڑیوں میں ہم نے پرو دیا ہے۔ اس مختصر سے وقت میں ہم نے اپنی استطاعت بھر اس کو خامیوں سے پاک رکھنے کی کوشش کی ہے تاہم ہمیں احساس ہے کہ وقت کی تنگ دامنی اور ہماری کوتاہ نظر کی وجہ سے خامیاں در آئی ہوں، لہٰذا اگر کہیں نظر آئیں تو ہمیں مطلع فرمائیں، ہمیں شکر گزار پائیں گے۔

ہدیہ تشکر و امتنان پیش ہے سیدی و سندی و استاذی حضور محدث کبیر، ممتاز الفقہا، امیر المؤمنین فی الحدیث، شہزادۂ صدر الشریعہ حضرت **علامہ ضیاء المصطفی قادری** اطال اللہ عمرہ و ادام فیوضہ کی بارگاہ میں کہ حضور والا کے سامنے جب ہم نے اس مجموعہ کی فہرست پیش کی تو بہت خوشی کا اظہار فرمایا اور دعاوں کی سوغات دے کر اس مجموعے کا علمی وزن بڑھا دیا۔

بڑی ناسپاسی ہوگی اگر استاذ معظم، سبط صدر الشریعہ، ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ حضرت علامہ **مفتی فیضان المصطفی قادری** مدظلہ العالی کا شکریہ ادا نہ کریں کہ جو قلمی اور تحریری میدان میں میرے آئیڈیل و رہنما ہیں، جن کی

مجلسی گفتگو ہمارے اندر انقلابی روح پھونک دیتی ہے اور اٹھتے وقت یہ تأثر لے کر اٹھتے ہیں کہ زندگی میں کچھ تو کر گزرنا چاہیے ورنہ زندگی بے کار ہے۔ حضرت کو جب اطلاع ہوئی تو آپ نے بھی بہت خوشی کا اظہار کیا اور ہماری فرمائش پر اس مجموعے کا ایک خوبصورت نام بھی تجویز فرمایا۔ ساتھ ہی کئی ایک اہم اور ضروری مشوروں سے بھی نوازا اور ہر سال اس طرح کے کام کرنے کا حکم بھی دیا۔ اور تقریظ تحریر فرما کر ہمارے حوصلوں کو مستحکم کیا۔

استاذ مکرم حضرت مولانا نوید اختر صاحب قبلہ قادری امجدی (سری لنکا) سابق استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ کا شکریہ ادا کرنے لیے نہ میرے پاس وہ زبان ہے اور نہ ہی میرے الفاظ میں وہ صلاحیت و استطاعت۔ آج سے دس گیارہ سال پہلے حضرت کی درسگاہ میں کچھ کتابیں پڑھی ہیں اور درمیان میں مسلسل سلسلہ منقطع رہا، مگر آپ کی شفقت کہ اس طویل مدت کے بعد جب دوبارہ رابطہ ہوا تو وہی خیر خواہانہ مشورے، بات بات میں رہنمائیاں پھر دیکھنے کو ملیں۔ اس مجموعے کی تیاری کے دوران شاید ہی کوئی دن ایسا گیا ہو کہ حضرت نے کام کی رفتار اور حد کے بارے میں نہ پوچھا ہو۔ حضرت کی شاندار، راہنمائی اور کڑی نگرانی کی بدولت کام میں بہت برکت رہی اور پھر ہم نے آدھا ادھورا کام کیا کہ حضرت نے اسے اپنی تحویل میں لے کر کام کو مکمل کیا اور اس کو خوبصورت گل بوٹوں کے ذریعہ آراستہ و پیراستہ کیا۔ لہٰذا اس مجموعے میں جو کچھ بھی خوبیاں نظر آ رہی ہیں وہ آپ کے کارنامے سے ہیں۔

اللہ ہمارے ان سرپرستوں کا سایہ ہم پہ دراز فرمائے اور ان سے ہمیں خوب اکتساب فیض کی توفیق دے۔ آمین

اس پورے دورانیے میں ہمارے دوسب سے عزیز دوست مولانا راشد حسینی امجدی و مولانا ابوذر امجدی صاحبان نے قدم قدم پہ حوصلہ افزائی کی اور بھرپور تعاون کیا بلکہ اخیر کے تین دن ان حضرات نے جی توڑ محنت و کوشش کی اور یہ انہیں کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ یہ مجموعہ آپ کے ہاتھوں تک پہنچا، ان کے حق میں تشکر کے چند رسمی الفاظ کہنا ان کی محنتوں پہ پانی پھیرنا ہوگا۔ فجز اکما اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

اگر میں رفیق محترم مولانا خالد مصطفی امجدی رضوی کا ذکر نہ کروں تو احسان فراموشی ہوگی کیوں کہ انہوں نے بھی کمپوزنگ وغیرہ میں ہمارا بہت ساتھ دیا جس کی وجہ سے یہ مجموعہ وقت پر پیش کرنے کے لائق ہو سکا۔

اخیر میں ہم اپنے تمام قلم کاروں کا بھی تہہ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں نے ہماری دعوت پر اپنی قیمتی اوقات سے کچھ وقت نکال کر اس مجموعے کے اندر روح پھونکنے کا کام انجام دیا۔ ہم امید کرتے ہیں کہ آئندہ بھی آپ ہمارا تعاون کریں گے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

﴿مولانا﴾ **شاداب امجدی برکاتی**

۲/ذوالقعدہ ۱۴۴۲ھ

۱۳/جون ۲۰۲۱ء

شب یک شنبہ بوقت ۲/بج کر ۱۵/منٹ۔

حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ اور فروغِ نعت

از قلم: **مولانا نواز اعظمی امجدی صاحب**
دار العلوم حسینیہ، شہڈول، ایم پی

نعتیہ شاعری کا سب سے بڑا محرک، رسول اکرم صلی اللہ علیہ سے والہانہ عشق و محبت ہے، ہر مومن کے دل میں یہ جذبہ ودیعت کیا گیا ہے، لیکن ہر شخص شاعر نہیں ہوا کرتا، البتہ عشقِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا وفور، اسے نعت پڑھنے یا سننے پر ضرور ابھارتا ہے، اور یہی وہ وارفتگی ہے جو حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کے دل میں اس قدر موجزن تھی کہ آپ تسکینِ خاطر کے لیے نعتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سماعت کیا کرتے تھے، اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ اس کے لیے با قاعدہ طور پر نعتیہ مشاعرہ کا انعقاد بھی پابندی کے ساتھ ہر سال کیا کرتے تھے، جو آپ کی نعت اور صاحبِ نعت صلی اللہ علیہ وسلم سے دلی وابستگی پر روشن دلیل ہے۔

حضور شارحِ بخاری حضرت علامہ مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

''یہ عشقِ رسول ہی کا ثمرہ تھا کہ ہر سال قادری منزل (رہائش گاہِ حضور صدر الشریعہ) کی چھت پر نعتیہ مشاعرے کا بڑے اہتمام سے انعقاد فرماتے، رمضان المبارک میں علامہ عبد المصطفیٰ ازہری (شہزادہ حضور صدر الشریعہ) اور علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی وغیرہ کو بلا کر خود مصرع طرح منتخب فرماتے، جو، یا تو اعلیٰ حضرت کا کوئی مصرع ہوتا، یا مولانا حسن رضا خاں کا کوئی مصرع؛ مثلاً: ایک سال مصرع طرح یہ تھا:

''تاج والوں کا یہاں خاک پہ ماتھا دیکھا''

اور ایک سال، مولانا حسن رضا خاں صاحب کا یہ مصرع:

''خاک اڑے میری مدینے کی ہوا ہو''

پھر ازہری صاحب کو بٹھا کر تمام شعراء کی لسٹ بنواتے اور حکم دیتے کہ سب کو دعوت نامہ بھیج دینا، سارے اخراجات اپنی جیب سے کرتے، عموماً یہ مشاعرہ چار شوال کو ہوتا تھا، بلکہ غالباً ہمیشہ اسی تاریخ میں ہوتا تھا۔ مشاعرہ کی رات عشا کی نماز پڑھنے کے بعد ہی فرش وغیرہ بچھوا کر سب سے پہلے خود آ کر بیٹھ جاتے اور اخیر وقت تک جب تک مشاعرہ ختم نہ ہو جائے بیٹھے رہتے۔

شاعروں کا حضرت کی موجودگی کی وجہ سے ہوش گم رہتا، لیکن اس وقت سراپا جمال ہی جمال، کرم ہی کرم نظر آتے،

مشاعرے کے اصول کے مطابق کبھی کبھی شاعر کے مصرع کو دہراتے اور اچھے اشعار پر دل کھول کر داد دیتے، اس وقت استغراق بالکل نہیں ہوتا اور اچھے سامع کی طرح پورا مشاعرہ سنتے، مشاعرہ ختم ہونے پر دعا فرماتے، اور شاعروں کے رخصت ہوتے وقت جن شاعروں کا کلام پسند آجاتا اس سے فرماتے: ’’بھئی! تم نے بہت اچھا کہا، بہت خوب کہا، بہت عمدہ کہا‘‘۔

حضور شارحِ بخاری علیہ الرحمہ آگے لکھتے ہیں کہ:

میں کوئی شاعر نہیں اور نہ کبھی شعر کہنے کی طرف کوئی رجحان، مگر اس مشاعرے کے لیے ہمیشہ لکھتا اور پندرہ پندرہ شعر لکھ لیتا، یہ سب نظمیں میری بیاض میں درج تھیں جسے ہمارے صاحبزادگان نے کسی کو بخش دیا اور واپس لینا بھول گئے، اس مشاعرے میں علامہ عبد المصطفیٰ ازہری رحمۃ اللہ علیہ کافی اشعار کہتے تھے اور غیر شاعر لوگوں کو دیتے جو اس مشاعرے میں پڑھتے، ان کی شاعری کا کمال یہ تھا کہ پڑھنے والے کی مناسبت کا پورا پورا لحاظ ہوتا مثلاً عالی جناب بھائی قاری رضاء المصطفیٰ صاحب خطیب نیو میمن مسجد کراچی ان دنوں بہت کم عمر تھے مگر بہت ہی خوش آواز۔ حضرتِ صدر الشریعہ انھیں بابو کہا کرتے تھے، اس لیے وہ بابو کہلائے جاتے، ہم سب لوگ انھیں بابو ہی کہا کرتے، ایک سال مصرع طرح تھا:

’’سرور آنکھوں میں آیا جان دل میں نور ایماں میں‘‘

اس پر ازہری صاحب نے ان کو پڑھنے کے لیے جو نظم دی اس میں یہ تضمین تھی

تعالی اللہ، کیا اچھی طرح دی! میرے ابّا نے
سرور آنکھوں میں آیا جان دل میں نور ایماں میں

اسی طرح حضرت صدر الشریعہ کے بھتیجے حکیم احمد علی صاحب کے صاحبزادے حکیم غلام مصطفیٰ صاحب مرحوم تھے، یہ بھی بہت خوش آواز تھے اور بہت عمدہ طرز سے پڑھتے تھے، ان کی خوش آوازی سے متاثر ہو کر ایک دفعہ علامہ اعظمی صاحب نے یہ کہا، حکیم صاحب آپ کی آواز تو ایسی سریلی و دلکش ہے کہ اگر پردے کے پیچھے پڑھیں تو شبہ ہو جائے۔ اس پر میں نے یہ گرہ لگائی .. نہیں صاحب سامنے پڑھنے پر بھی شبہ ہوتا ہے اگر پردے کے پیچھے پڑھیں تو یقین ہو جائے گا۔

ان کو ازہری صاحب نے جو نظم لکھ کر دی اس کے ہر شعر میں طبی مصطلحات کا لحاظ کرتے ہوئے نعت کہی تھی، اس کا صرف ایک مصرع یاد ہے:

کروں پاشویہ، اے آقا! تمھارا دیدۂ تر سے

پاشویہ، ایک علاج ہے، دردِ سر اور بہت سی بیماریوں میں مناسب دوائیں پانی میں ابال کر اس کے نیم گرم جوشاندہ کو پنڈلیوں پر ڈالا جاتا ہے اور ساتھ ہی ساتھ پنڈلیوں کے نرم حصّے کو گھٹنے کی طرف انگلیوں سے ہلکے ہلکے سونتے ہوئے نیچے لایا جاتا ہے، اب آپ اس مصرع کا مزہ لیجیے۔

غرض کہ اس مشاعرے کی بڑی دھوم رہتی، مشاعرے کے بعد اس کے چرچے ہوتے رہتے، یہ سب کیا تھا اسی عشقِ رسول کی جلوہ سامانی۔ ایک سوختہ سامان عاشقِ صادق اپنے سینے میں دہکتے ہوئے شعلوں پر ذکرِ محبوب کے ٹھنڈے ٹھنڈے چھینٹے ڈالنے کے لیے بہانہ بنایا کرتا ہے،، حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کے سینہء مبارکہ میں عشقِ رسول اتنا شعلہ زن تھا کہ بالآخر اسی میں جسمِ ظاہری کو پھونک کر انھیں حیاتِ ابدی کی نیند سلا دیا، آخر صبر و ضبط کب تک رہتا، اعلیٰ حضرت قدس سرہ جیسے میرِ کاروانِ عشق نے بھی ایک بار یہ کہہ ہی دیا:

اے دل یہ سلگنا کیا جلنا ہے تو جل بھی اٹھ	دم گھٹنے لگا ظالم کیا دھونی رمائی ہے

بالآخر سلگتے سلگتے دل جل اٹھا اور۔ ع:

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں	قدم رکھنے کی بھی نوبت کہ آئی تھی سفینے میں

(صدر الشریعہ نمبر ص، ص:۶۲/۶۳/۶۴)

حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ یہ جو نعتیہ مشاعرے کا اپنی پوری حیات میں اہتمام فرماتے رہے آپ کے وصال مبارک کے بعد یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا بلکہ آپ ہی کے دو روزہ عرس مبارک کے پہلے روز نعتیہ یا منقبتیہ مشاعرے کا اہتمام ہوتا رہا جس میں زیادہ تر گھوسی کے شعراء کی شرکت ہوتی اس کے علاوہ ملک کے دیگر علاقوں کے شعراء بھی حصہ لیتے رہے مگر چند سالوں سے جلسوں کی کثرت کی وجہ سے اور لوگوں کی عدمِ دل چسپی کی بنا پر یہ سلسلہ موقوف ہے، لیکن حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ جو عشق رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا بیج بو کر اس دنیا سے تشریف لے گئے/ آج وہ تناور درخت کی شکل اختیار کر چکا ہے، انھیں مشاعروں کا فیض ہے کہ آج گھوسی کے اندر شعراء کی ایک جماعت نظر آتی ہے، اور نعت کی خوشبو گھر گھر میں مشامِ جاں کو معطر کر رہی ہے، اور بچے بچے کی زبان نعت رسول کے دل نواز نغموں سے تر نظر آتی ہے، اس طرح فروغِ نعت میں بجا طور پر حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا کردار بھی ایک اہم مقام رکھتا ہے، جو نا قابل فراموش ہے۔

خانوادۂ صدرالشریعہ کی تحریری اور تصنیفی خدمات

از: مولانا **حسان المصطفیٰ قادری امجدی**

استاذ: جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

ہم نے قادری منزل میں آنکھ کھولی۔ صدرالشریعہ کا زمانہ تو نہ پایا، ہاں آپ کا فیض اور دادی جان کی شفقتیں ضرور پائیں، جب ہماری عمر دو یا تین سال کی ہوئی تو وہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ والد صاحب فرماتے ہیں: ”ہماری اماں جی علیہا الرحمہ والد صاحب کی کتابوں کو دیمک سے بچانے کے لیے ہر سال انھیں سورج کی روشنی میں چند ساعت کے لیے رکھ چھوڑتیں۔ جب ہم کچھ بڑے ہوئے تو اکثر ان کتابوں کی طرف اشارہ کر کے ہم بھائیوں سے فرماتیں کہ دیکھو یہ سب تمہارے ابا جی کی کتابیں ہیں، یہ ساری کتابیں تمہیں پڑھنی ہوں گی“۔ دادی جان کی یہ تربیت اور صدرالشریعہ کی نسبت نے خانوادۂ صدرالشریعہ کی دینی خدمات کو متنوع بنا دیا۔ صدرالشریعہ اور خانوادہ صدرالشریعہ نے ہر محاذ پر کام کیا، ہر جہت پر توجہ دی۔ دین کے کام کے لیے جس طرز پر کام کی ضرورت محسوس کی، اسی دم لائحہ عمل تیار کیا اور کام کی ابتدا کر دی۔ دینی خدمات کے حوالے سے ہی صدرالشریعہ اور خانوادۂ صدرالشریعہ کی شناخت ہے۔ خانقاہی شان بان اور خانقاہی مزاج سے دور یہ صدرالشریعہ کا گھرانہ ہے۔ صدرالشریعہ نے صرف دین و مسلک کا کام کیا اور اپنی نسلوں کو اسی پر گامزن کیا۔ حضور محدث کبیر مدظلہ العالی اسی پر عمل پیرا ہیں۔ صدرالشریعہ کا مشن، اور مسلک اعلیٰ حضرت کا فروغ ہی اس خاندان کا مقصد حیات ہے۔ صدرالشریعہ کی ذات، ان کے کارنامہ، ان کے کام کی ترتیب اور مستقل مزاجی، دین و مسلک کی خدمت کا جذبہ رکھنے والوں کے لیے، بالخصوص خاندان صدرالشریعہ کے تمام افراد کے لیے نمونہ عمل ہے۔

دینی خدمات کے حوالے سے اس خاندان نے ہر میدان میں شہسواری کی ہے، دین و مسلک کی خدمات مختلف طرز پر انجام دی ہے، ۔تدریسی خدمات ہو یا تصنیفی خدمات، تحقیقی خدمات ہو یا تبلیغی اور تقریری خدمات، تعمیری خدمات ہو، یا اشاعتی اور سیاسی خدمات، فتویٰ نویسی ہو کہ تعویذ نویسی، شعر و ادب کی زلف ہو یا قیام مدارس و مساجد کی مشکلات، ہر راہ پر صدرالشریعہ کے جیالوں نے آبلہ پائی کی ہے۔ خانوادۂ صدرالشریعہ کی ان تمام خدمات پر مستقل کام کی ضرورت ہے۔

یہاں پر ہم صرف اپنے موضوع ”تحریری و تصنیفی خدمات“ پر اختصار کے ساتھ گفتگو کریں گے۔

حکیم مولانا جمال الدین علیہ الرحمہ:

آپ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے والد گرامی ہیں۔ آپ کی تاریخ ولادت تحقیقی طور پر معلوم نہ ہو سکی۔ ۱۰؍صفر ۱۳۳۰ھ آپ کی تاریخ وفات ہے۔ آپ طب و حکمت کے حوالے سے زیادہ مشہور ہیں، اس فن میں امتیازی خصوصیت

حاصل ہونے کی وجہ سے عظمت گڑھ کے راجہ کے مخصوص طبیب تھے۔ابتدائی تعلیم اپنے والد حضرت مولانا خدا بخش علیہ الرحمہ سے حاصل کرنے کے بعد، جملہ معقولات ومنقولات کی تعلیم جامع معقول ومنقول حضرت مولانا ابوالحسنات عبدالحی صاحب فرنگی محلی سے حاصل کی۔آپ جہاں ایک ماہر طبیب ہیں، وہیں ایک جلیل القدر عالم، قادرالکلام شاعر اور کہنہ مشق مصنف بھی ہیں،عروج آپ کا تخلص ہے۔آپ کا شعر ہے:۔

حشر کی دھوپ میں سایہ ہے تمہارا دامن	یا نبی ہم سے نہ چھوٹے گا تمہارا دامن

آپ کی یادگار تصنیف میں ''میلاد عروج'' کا نام ملتا ہے۔یہ کتاب میلاد مصطفیٰ کے موضوع پر لکھی گئی، بڑی مدلل مفصل اور مقبول کتاب ہے۔اب نایاب ہوچکی ہے۔استاذ گرامی مفتی ابوالحسن قادری لکھتے ہیں: ''میلاد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے جواز پر ایک مدلل ومفصل کتاب بھی آپ نے تصنیف فرمائی،اس کا نام ''میلاد عروج'' رکھا۔اس زمانے میں بہت مقبول ہوئی تھی،اب تو نایاب ہوچکی ہے،ورنہ منظر عام پر آتی اور لوگ اس سے مستفید ہوتے۔'' (حیات محدث کبیر ،ص ۶۶)

حضور صدرالشریعہ ابوالعلاء حکیم مولانا امجدعلی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان :

آپ کی ولادت ۱۳۰۰ھ ۱۸۸۲ء میں ہوئی۔جائے پیدائش محلّہ کریم الدین پور قصبہ گھوسی ،ضلع مئو یوپی۔تاریخ وصال: ۲؍ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۴؍ستمبر ۱۹۴۸ء بروز دوشنبہ۔

آپ کے اساتذہ میں آپ کے جد امجد حضرت مولانا خدا بخش، چچازاد بھائی حضرت مولانا صدیق،حضرت مولانا الٰہی بخش مدرس مدرسہ ناصر العلوم کوپاگنج،مولانا ہادی حسن استاذ مدرسہ حنفیہ جونپور،استاذ الاساتذہ علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری، محدث زمانہ علامہ وصی احمد محدث سورتی۔آپ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ اور پروردہ ہیں، باقاعدہ کسی کتاب کا درس تو نہ لیا،مگر فقہ وفتاوے کے سلسلے میں آپ کے تربیت یافتہ ہیں، دیگر علوم وفنون میں بھی آپ سے استفادہ کیا۔

تحریری و تصنیفی خدمات:

﴿۱﴾	بہار شریعت سترہ حصے	﴿۲﴾	فتاویٰ امجدیہ چار جلد
﴿۳﴾	کشف الاستار حاشیہ شرح معانی الآثار	﴿۴﴾	قامع الواہیات من جامع الجزئیات
﴿۵﴾	اتمام حجت تامہ	﴿۶﴾	اسلامی قاعدہ
﴿۷﴾	ایصال ثواب	---	-----

بہارشریعت سترہ حصے:

سترہ حصوں پر مشتمل یہ کتاب ''فقہ حنفی کا انسائیکلوپیڈیا'' ہے۔بہار شریعت کے کل بیس حصے ہیں، بقیہ تین حصے آپ کی وصیت کے مطابق آپ کے شاگردوں نے لکھے۔بہار شریعت کی مدت تصنیف تقریباً ستائیس سالوں پر محیط ہے۔ظاہراً یہ ایک لمبی مدت معلوم ہوتی ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے،چوں کہ صدرالشریعہ ان ستائیس سالوں میں عموماً رمضان

المبارک میں ہی بہار شریعت پر کام کرتے تھے۔ اور یہ تصنیفی کام اس وقت ہوتا جب دوسرے امور سے فارغ ہو جاتے۔ آپ خود لکھتے ہیں: اس کی تصنیف میں عموماً یہی ہوا کہ ماہ رمضان مبارک کی تعطیلات میں جو کچھ دوسرے کاموں سے وقت بچتا، اس میں کچھ لکھ لیا جاتا'' (بہار شریعت عرض حال حصہ سترہ)۔

اس اعتبار سے اگر ستائیس سال کے صرف ماہ رمضان کے پورے تیس، انتیس دن بہار شریعت کی تصنیف کے شمار کیے جائیں، تو بہار شریعت کا عرصہ تصنیف پورے دو سال تین ماہ ہوتا ہے، یعنی آپ نے کل ستائیس ماہ میں بہار شریعت تصنیف فرما دی۔

بہار شریعت عقائد و عبادات سے لے کر نصائح و معاملات تک کے انسانی حیات کے تمام گوشوں پر محیط ہے۔ بہار شریعت کی جامعیت دیکھ کر اہل علم یہ کہنے پر مجبور ہیں کہ فقہ حنفی کی کوئی کتاب کسی بھی زبان میں ایسی نہ ہوگی جو بیک وقت ان تمام اوصاف کی جامع ہو۔ برادر گرامی مفتی فیضان المصطفیٰ قادری فرماتے ہیں: ''کہ میں نے ایک مرتبہ دبئی میں اپنی ایک تقریر کے دوران یہ کہہ دیا کہ صدر الشریعہ کی بہار شریعت فقہ حنفی کی ایک ایسی کتاب ہے کہ اردو میں اس کے مقابل کوئی دوسری کتاب نہیں''۔ فرماتے ہیں: ''وہیں ایک عرب صاحب تشریف فرما تھے، وہ کہنے لگے کہ میں تو کہتا ہوں کہ عربی زبان میں بھی کوئی ایسی کتاب نہیں جو اس کے مقابل ہو''۔ بلاشبہ یہی حقیقت ہے، چوں کہ عالمگیری میں کچھ ایسے مسائل ہیں جو آپ کو فتاوی شامی میں نہ ملیں گے، بعض جزئیات کے لیے عالمگیری سے کام نہ چلے گا، فتاوی شامی کی طرف مراجعت ضروری ہوگی۔ کچھ مسائل کے لیے آپ کو فتاویٰ بزازیہ یا پھر فتاویٰ خانیہ دیکھنی ہوگی، کبھی فتح القدیر اور البحر الرائق کی ورق گردانی کرنی ہوگی، لیکن بہار شریعت میں آپ کو فقہ حنفی کے تمام مفتی بہ، صحیح اور راجح مسائل بآسانی مل جائیں گے۔ ساتھ ہی ساتھ آپ کو فقہ حنفی کی مستدل احادیث و آیات کے لیے بھی کسی اور کتاب کی حاجت نہ ہوگی۔ شاید اسی لیے علما اسے فقہ حنفی کا انسائیکلو پیڈیا، اور عالم بنانے والی کتاب کہتے ہیں۔

فتاویٰ امجدیہ :

یہ آپ کے تحریری فتاوے کا مجموعہ ہے، جو چار جلدوں پر مشتمل ہے۔ یہ آپ کے تمام فتاوے کا مجموعہ نہیں، چوں کہ اس مجموعہ میں آپ کے انھیں فتاوں کو شامل اشاعت کیا گیا ہے، جن کی نقول دستیاب ہو سکیں۔ زیادہ تر فتاوے زمانہ کی نذر ہو گئے، یوں ہی خطوط کے ذریعہ جو استفتے کیے جاتے تھے، ان کے جوابات کی نقل بھی موجود نہیں ۔اعلیٰ حضرت کے دور میں آپ نے جو کچھ فتاوے تحریر کیے تھے، ان کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں۔ اسی طرح دوسری جنگ عظیم کے دوران کاغذ کی کمی کی وجہ سے بیشتر فتاوے کی نقلیں بھی تیار نہ ہو سکیں۔ شیخ محدث کبیر فرماتے ہیں: ''ہمارے پاس آپ کے فتاوے کی جو نقول ہیں وہ ۷/ربیع الاول ۱۳۴۰ھ سے شروع ہوتی ہیں، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے دور میں آپ نے منصب افتا پر جو کچھ کارنامے انجام دیے، ان کا کوئی ریکارڈ محفوظ نہیں رکھا گیا ہے۔ دوسری جنگ عظیم کے دوران جب کاغذ ناپید ہو رہا تھا اس دور میں بھی کاغذ نہ ہونے کی بنا پر بیشتر فتاویٰ کی نقول تیار

نہ ہوسکیں۔یعنی ہمارے پاس فتاویٰ امجدیہ کی جونقول ہیں انھیں صدرالشریعہ کے تمام فتاوے کا مجموعہ کسی طرح نہیں قرار دیا جاسکتا،لیکن جو ہے وہ بھی ایک عظیم فقہی سرمایہ ہے۔''(مقدمہ فتاویٰ امجدیہ جلد اول) مفتی آل مصطفیٰ لکھتے ہیں: ''خطوط کے ذریعہ استفتا کے جوابات کی نقل موجود نہیں۔بعض خطوط جو دست بردزمانہ سے محفوظ رہ گئے ہیں،ان میں بعض استفتے بڑے اہم ہیں۔اگر ان کے جوابات کا ریکارڈ مل جائے تو بڑا علمی سرمایہ ہاتھ آجائے۔''(مختصر سوانح صدرالشریعہ،ص ۴۷)

کشف الاستار:

امام ابوجعفر کی شہرہ آفاق کتاب شرح معانی الاثار المعروف بطحاوی شریف کا یہ عربی حاشیہ ہے۔طحاوی شریف پر اب تک کسی طرح کا کوئی کام نہ ہوا تھا۔شاگردوں کی خواہش پر آپ نے محرم ۱۳۶۲ھ میں یہ کام شروع کیا۔اور شعبان ۱۳۶۲ھ تک نصف اول کا عربی حاشیہ تقریباً پانچ سوصفحات تک پہنچ گیا۔صدرالشریعہ کے تلمیذ علامہ مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:''تحشیہ کا کام محرم سے شروع ہوکر شعبان تک چند مہینے ہوا۔اس کام کے لیے ۲۔۳ گھنٹے مقرر تھے۔اور جمعہ کو صبح سے گیارہ یا درمیان سال کی تعطیلات میں یہ کام انجام پاتا۔اس مختصر مدت میں باریک قلم سے کچھ کم پانچ سوصفحات لکھے گئے۔''(بحوالہ سوانح صدرالشریعہ)

قامع الواھیات من جامع الجزئیات:

یہ پچپن صفحات پر مشتمل ایک عربی رسالہ ہے۔یہ رسالہ علمی،فقہی اور تحقیقی ہونے کے ساتھ ساتھ عربی ادب کا شاہکار ہے۔مقابل کی عبارات پر بھرپور نقد و جرح بھی ہے اور فقہی جزئیات کی روشنی میں اپنے موقف کا واضح بیان بھی،یہی وجہ ہے کہ مذکورہ رسالہ کو دیکھ کر مخالف رجوع الی الحق پر عمل کرتا ہوا نظر آتا ہے۔دراصل صدرالشریعہ نے اس رسالہ کو مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے اس چھ ورقی عربی کتابچہ کے رد میں لکھا تھا،جس میں مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی نے مسجد کانپور کے انہدام کو فقہی جزئیات کی روشنی میں جائز قرار دینے کی کوشش کی تھی۔معاملہ یہ تھا کہ ۱۳۳۱ھ کو مچھلی بازار کانپور کی مسجد کا ایک حصہ برٹش حکومت کے حکام نے منہدم کرادیا۔جس کی وجہ سے وہاں فساد برپا ہوگیا،گولی چلی اور بہت سے مسلمان شہید کردیے گئے،کچھ نے قید و بند کی صعوبتیں جھیلیں۔بالآخر حکومت نے معاملہ کو ٹھنڈا کرنا چاہا اور مصالحت کی کوشش کی۔مسلمانوں کی طرف سے صلح کے لیے مولانا عبدالباری اور دیگر حضرات تھے۔حکومت نے صلح کے لیے یہ تجویز پیش کی کہ''مسجد کا جو حصہ منہدم ہوچکا ہے اسے عام لوگوں کے لیے گزرگاہ بنادیا جائے اور اس کے اوپر ایک چھت ڈال کر چھت پر مسلمانوں کو قبضہ دے دیا جائے''۔مولانا عبدالباری فرنگی محلی صاحب نے حکومت کی اس تجویز کو قبول کرلیا اور صلح پر راضی ہوگئے۔اعلیٰ حضرت کے پاس استفتاء کیا گیا کہ کیا مولانا کی یہ مصالحت درست ہے؟ اعلیٰ حضرت نے اس مصالحت کے رد میں ایک رسالہ''ابانۃ المتواری فی مصالحۃ عبدالباری''لکھا،جسے خود صدرالشریعہ علیہ الرحمہ نے مطبع اہل سنت بریلی شریف سے شائع کیا۔اعلیٰ حضرت نے اس رسالہ میں کثیر دلائل کے ذریعہ اس مصالحت کا

رد کیا۔ مولانا عبدالباری نے پھر ایک چھ ورقی کتابچہ لکھا، جس میں چند فقہی جزئیات کی روشنی میں اپنے موقف کو ثابت کرنے کی بے جا کوشش کی۔ اس چھ ورقی عربی کتابچہ کے رد میں اس بار اعلیٰ حضرت کے خلیفہ صدر الشریعہ نے قلم اٹھایا اور پچپن صفحات پر پھیلا ہوا عربی رسالہ بنام ''قامع الواہیات من جامع الجزئیات'' تحریر فرمادیا۔ آپ نے اس رسالہ میں روز روشن کی طرح یہ عیاں فرمادیا کہ مولانا عبدالباری نے مسجد کے تعلق سے جو مصالحت کی ہے، وہ بالکل غلط ہے۔ الحمدللہ 'ابانۃ الباری' اور اس رسالہ کو دیکھ کر مولانا عبدالباری صاحب نے اپنے سابقہ موقف سے رجوع کرلیا اور رجوع نامہ کی ایک کاپی صدر الشریعہ کی بارگاہ میں بھی ارسال کی۔ اس رجوع نامہ کو قامع الواہیات من جامع الجزئیات کے ساتھ آخر میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ رسالہ فتاویٰ امجدیہ کتاب الوقف کی تیسری جلد میں ہے۔

اتمام حجت تامہ:

ستر سوالات پر مشتمل یہ کتابچہ حضور صدر الشریعہ نے تحریر فرمایا تھا، جسے ۱۹۲۰ء میں ''اتمام حجت تامہ'' کے نام سے جماعت رضائے مصطفیٰ نے اس وقت شائع کیا تھا، جب ۱۹۲۰ء میں ابوالکلام آزاد اور گاندھی نے تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور ہندو مسلم اتحاد کی تحریک شروع کی تھی۔ اس وقت خلافت کمیٹی کے لیڈروں نے ابوالکلام آزاد کی صدارت میں بریلی شریف میں ایک بڑے جلسہ کا انعقاد کیا، جس کا مقصد تھا تحریک خلافت، تحریک ترک موالات اور ہندو مسلم اتحاد کی حمایت اور مخالفین کا رد اور ان پر حجت قائم کرنا۔ اس وقت حضور صدر الشریعہ نے اس تحریک خلافت، تحریک ترک موالات سے متعلق ستر سوالات پر مشتمل ''اتمام حجت تامہ'' تحریر کیا، جسے طویل اشتہار کی شکل میں چھاپ کر جلسہ کرانے والوں کے پاس بھیج کر، ابوالکلام آزاد اور اس کے معاونین سے اس کا جواب مانگا گیا، مگر ان سے اس کا جواب نہ بن سکا۔

اعلیٰ حضرت کے تلمیذ و خلیفہ علامہ برہان الحق جبلپوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''اعلیٰ حضرت کے موقف کے مطابق مولانا امجد علی صاحب کے مرتب کردہ ستر سوالات کا مجموعہ مسمی بہ اتمام حجت تامہ طویل اشتہار کی شکل میں چھپ چکا تھا، اور وفد کے جانے سے پہلے اجلاس عام کے منتظمین کو بھیجا جاچکا تھا تاکہ وہ ان سوالات کا جواب تیار رکھیں۔ (اکرام امام احمد رضا ص ۱۰۶، لاہور)

اسلامی قاعدہ:

صدر الشریعہ نے بچوں کی ذہنی تربیت کا خیال فرماتے ہوئے، ان کے لیے اسلامی قاعدہ کے نام سے ایک قاعدہ مرتب فرمایا۔ جس میں ہر ہر لفظ کے اعتبار سے غیر جاندار تصویروں کے انتخاب کے ساتھ ساتھ الفاظ و حروف کی بڑی عمدہ ترتیب رکھی۔ مقصد یہ تھا کہ ان غیر جاندار تصاویر کے ذریعہ بچوں کو آسانی سے سمجھایا جاسکے اور حروف کے نقوش ان کے ذہن میں بیٹھایا جاسکے۔ حضور شیخ العلما نے اپنے بچپن میں وہی اسلامی قاعدہ پڑھا تھا اور اسے پڑھنے کے بعد فوراً اردو کی دوسری کتاب شروع کی تھی۔ اب وہ قاعدہ نایاب ہو چکا ہے۔

حضور شیخ العلما فرماتے ہیں: ''ایک زمانے میں جب باتصویر قاعدے جاری ہوئے اوران میں جانوروں کی تصویر کی وجہ سے اسلامی مدارس ایسے قاعدوں سے استفادہ حاصل نہ کرسکے تو مسلمان دیندار بچوں کے لیے آپ نے اسلامی قاعدہ نامی قاعدہ تصنیف فرمایا تھا، جس میں تصویریں تھیں، لیکن جاندار کی کوئی صورت نہ تھی۔اور ترتیب ایسی نفیس رکھی تھی کہ اس قاعدہ سے تعلیم پانے والا بہت جلد اردو پر قادر ہوجاتا تھا۔ میں نے یہ قاعدہ پڑھنے کے بعد فوراً ہی اردو کی وسری کتاب پڑھی تھی، درمیان میں کوئی دوسرا قاعدہ یا کوئی اور کتاب نہ پڑھی''۔(بحوالہ مختصر سوانح صدرالشریعہ،ص ۴۳)

مفسر قرآن علامہ عبدالمصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ:

نام : عبدالمصطفیٰ، **نسب** :عبدالمصطفیٰ اعظمی بن صدرالشریعہ حکیم امجد علی بن حکیم مولانا جمال الدین

آپ کی ولادت ۱۰رمحرم الحرام ۱۳۳۴ھ مطابق ۱۹۱۸ء محلّہ کریم الدین پور گھوسی میں ہوئی۔اور ۶ ؍ربیع الاول ۱۴۱۰ھ مطابق ۱۸؍اکتوبر ۱۹۸۹ء بروز بدھ کراچی پاکستان میں آپ کا وصال ہوا۔ آپ نے اپنے والد گرامی حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ سے اکثر کتابوں کا درس لیا۔ دورہ حدیث کی تکمیل سے پہلے صدرالشریعہ نے آپ کو اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ ازہر مصر بھیج دیا۔۱۹۳۷ء میں جامعہ ازہر مصر سے فارغ ہوئے۔فراغت کے بعد صدرالشریعہ کے پاس دورہ حدیث کی تکمیل کے ساتھ ساتھ تدریس سے بھی منسلک ہوگئے۔ دارالعلوم سعیدیہ دادوں، علی گڑھ۔ جامعہ منظر اسلام بریلی شریف۔ جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔ دارالعلوم محمدی شریف، ضلع جھنگ، پاکستان۔ دارالعلوم امجدیہ کراچی پاکستان میں آپ نے تدریس کے فرائض انجام دیے۔اعلیٰ حضرت سے بیعت کا شرف، اور صدرالشریعہ، حجۃ الاسلام، مفتی اعظم ہند ،قطب مدینہ علامہ ضیاء الدین مدنی علیہم الرحمہ سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔ درس وتدریس، تقریر وتبلیغ، مذہبی اور ملی خدمات میں زیادہ مصروف رہا کرتے۔ مذہبی اور ملی خدمات کے حوالے سے ڈاکٹر شوکت علی صدیقی لکھتے ہیں: آپ جمعیۃ العلما پاکستان صوبہ سندھ کے صدر رہے، کراچی کے حلقہ نمبر ایک سے پاکستانی پارلیمنٹ کے لیے منتخب ہوئے قومی اسمبلی جمعیۃ کے ڈپٹی پارلیمانی لیڈر کی حیثیت سے علامہ شاہ احمد نورانی کے دست راست رہے، جنرل ضیاء الحق عہد مارشل لا میں فیڈرل کونسل آف مجلس شوریٰ کے رکن مقرر ہوئے اور قصاص ودیت کے مسودے کی تیاری کے لیے ایک کمیٹی بنائی گئی، آپ اس کے بھی ممبر رہے۔(سالانہ صدائے اہل سنت کلکتہ ۲۰۰۷ء، ص ۴۲، ۴۳، ۴۴ ملخصا)

تصنیفی خدمات:

پاکستان کے اس وقت کے حالات اور دیگر مصروفیات نے آپ کو تصنیف وتالیف کا زیادہ موقع نہ دیا، پھر بھی بے پناہ مصروفیات کے باوجود کبھی کبھی تصنیف وتالیف کی طرف متوجہ ہوتے۔آپ کی یادگار میں ''احسن البیان فی تفسیر القرآن'' نامی تفسیر اور متعدد مقالات ومضامین ہیں۔

احسن البیان تفسیر القرآن:

''احسن البیان تفسیر القرآن'' نام سے آپ نے ایک بڑی جامع تفسیر قلمبند فرمائی۔ یہ کتاب فن تفسیر میں آپ کی

کمال مہارت پر دال ہے۔ یہ تفسیر پانچ پاروں پر مشتمل ہے۔

مقالات و مضامین:

ماہنامہ مصلح الدین جو کہ کراچی سے شائع ہوتا تھا، اس رسالہ میں آپ کے متعدد مضامین و مقالات شائع ہوتے رہے، اس کے علاوہ دیگر رسائل میں بھی آپ کے مضامین وقتاً فوقتاً لوگوں کو شرفیاب کرتے تھے۔

شعر وادب:

آپ شعر وادب کا بھی ذوق رکھتے، کبھی کبھی اپنے شوق کی تکمیل کے لیے غزل، نعت، منقبت اور مناجات وغیرہ میں طبع آزمائی کرتے۔ کاش کوئی اللہ کا نیک بندہ آپ کے مضامین و مقالات کو کتابی شکل میں مرتب کر دیتا اور آپ کے کلام کا مجموعہ تیار کر دیتا، تو زمانہ آپ کی تصنیفی اور ادبی خدمات کے مقام و مرتبہ کی بلندی سے واقف ہو جاتا۔

حضرت علامہ قاری رضاء المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ :

نام : رضاء المصطفیٰ اعظمی، **نسب**: رضاء المصطفیٰ بن صدر الشریعہ حکیم امجد علی اعظمی بن حکیم مولانا جمال الدین

آپ کی ولادت ١٩٢۴ء میں اجمیر شریف میں ہوئی۔ اس وقت آپ کے والد صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اجمیر شریف میں صدر المدرسین تھے۔ دار العلوم سعیدیہ دادوں علی گڑھ میں اپنے والد اور دیگر اساتذہ سے ١٩۴٩ء میں درس نظامیہ کی تکمیل کی۔ اس کے بعد ١٩۵٠ء میں ایک سال کے لیے علامہ غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ سے حدیث کا خصوصی درس لیا۔

ہندستان میں آپ یوپی کے ایک معروف ضلع دیوریا میں مدرس رہے، پھر دار العلوم فضل رحمانیہ پچپڑوا ضلع بلرامپور میں تدریس کے فرائض انجام دیے۔ ۵٦/١٩۵٧ء سے پاکستان میں مستقل قیام پذیر ہو گئے۔ ١٩۵٨ء سے ١٩٨٣ء تک پاکستان میں دار العلوم امجدیہ کراچی کے شعبہ تجوید وقرات سے منسلک رہے۔ عالم، فاضل، حافظ ہونے کے ساتھ ساتھ فن قرات پر آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ اسی وجہ سے نیو میمن مسجد کراچی میں خطیب و امام کی حیثیت سے مستقل آپ کا تقرر ہو گیا۔

تحریری وتصنیفی خدمات:

آپ کے متعدد مقالات و مضامین اخبارات و رسائل میں شائع ہوتے رہے۔ آپ کی تحریری خدمات یہ ہیں:

(١) مجموعہ وظائف: یہ اوراد و وظائف پر مشتمل بڑی مشہور و معروف کتاب ہے۔ ہند و پاک میں اس مجموعہ کی بڑی مقبولیت ہے۔

(٢) قرآن شریف کے غلط ترجموں کی نشاندہی: اس رسالہ میں آپ نے وہابیوں، دیوبندیوں اور دیگر افراد کے تراجم قرآن کی غلطیوں کو واشگاف کیا ہے۔

(٣) تراجم قرآن کا تقابلی جائزہ: اس رسالہ میں آپ نے کنز الایمان کی خوبیوں کو واضح طور پر بیان کیا ہے اور دیگر تراجم کا تقابلی جائزہ پیش کیا ہے۔ یہ دونوں رسالے آپ نے کنز الایمان کے ساتھ شائع فرمائے ہیں۔

(۴) مدنی قاعدہ: یہ قاعدہ آپ نے تجوید کی رعایت کے ساتھ دو حصوں پر مرتب کیا ہے۔
تصنیف کے علاوہ آپ اشاعتی سرگرمیوں میں زیادہ مصروف رہے، کنز الایمان کے ہزاروں نسخے آپ نے شائع فرما کر مفت لوگوں میں تقسیم کروائے۔ بہار شریعت کے آخر کے تین حصے آپ اور علامہ از ہری علیہما الرحمہ کی تحریک پر وجود میں آئے۔ بعد میں آپ نے مکمل بیس جلدیں اپنے ادارہ سے شائع فرمائیں۔

حضور محدث کبیر حضرت علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی:

نام: ضیاء المصطفیٰ۔ **نسب**: ضیاء المصطفیٰ قادری بن صدر الشریعہ حکیم امجد علی اعظمی بن حکیم مولانا جمال الدین
آپ کی ولادت ۲؍شوال المکرّم ۱۳۵۴ھ مطابق ۲۷؍اکتوبر ۱۹۳۵ء یا ۱۹۳۶ء کو قادری منزل میں ہوئی۔
ابتدائی تعلیم حضور صدر الشریعہ اور والدہ مکرمہ ہاجرہ بی بی علیہا الرحمہ سے حاصل کی۔ آپ کے اساتذہ میں فیض العارفین حضرت مولانا غلام آسی پیا، حضور حافظ ملت، حضرت سید سلیمان اشرف بھاگلپوری، حضرت علامہ عبدالرؤف بلیاوی، شیخ العلما علامہ غلام جیلانی، علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی، بحر العلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہم الرحمہ کے نام آتے ہیں۔ شوال ۱۳۶۹ھ مطابق ۱۹۵۰ء میں آپ جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں داخل ہوئے اور ۱۳۷۷ھ میں آپ نے درس نظامیہ کی تکمیل فرمائی، فراغت کے بعد دو سال مزید حافظ ملت کے سائے میں رہ کر خصوصی تعلیم حاصل کی اور معاون استاذ کی حیثیت سے تدریس کی طرف بھی متوجہ ہوئے۔ جامعہ اشرفیہ میں ۱۹۷۲ء سے ۲۰۰۳ء تک درس و تدریس کے فرائض انجام دیے۔ مفتی اعظم ہند سے آپ کو شرف بیعت اور انہیں سے سند اجازت و خلافت کے ساتھ مکمل اوراد و وظائف کی بلا شرط اجازت حاصل ہے۔ حضور حافظ ملت نے آپ پر خصوصی فیضان کے ساتھ ساتھ اجازت و خلافت سے بھی نوازا ہے۔

تحریری و تصنیفی خدمات:

آپ کے قلم سے ہزاروں فتاوے وجود میں آئے۔ سیکڑوں فتاوے کی تصدیق و تصویب فرمائی، ان میں سے بعض پر تصدیقی کلمات بھی ثبت فرمائے جو دیکھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔
آپ کے تحریری فتاوے رسالہ سہ امجدیہ گھوسی کے شروع کے شماروں میں شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کے بیشتر فتاوے دستیاب نہیں۔ بعض ضائع ہو گئے، بعض کی نقلیں تیار نہ ہو سکیں۔ ہم نے ایک مرتبہ پوچھ لیا کہ حضور! آپ نے اپنے فتاووں کی نقول کیوں نہیں تیار کروائی۔ فرمایا کہ مجھے نہیں معلوم تھا کہ میری تحریر کی بھی اہمیت ہوگی۔ اس لیے جو سوالات آتے اسی کاغذ پر اس کا جواب لکھ کر بھیج دیتا۔ ہم نے سمجھ لیا کہ یہ حضرت کی عاجزی تھی۔ اپنے بڑے بڑے قابل قدر کارناموں کو اہمیت نہ دینا آپ جیسے بزرگوں کا ہی طرہ امتیاز ہے، ورنہ آج کے طلبہ تو مشق افتا کے سوالات اور ان کے جوابات بھی بڑی حفاظت سے رکھتے ہیں اور جب توفیق ہوتی ہے اسے شائع کرتے ہیں۔ کاش کہ اسی طرح حضور محدث کبیر کی تحریر اور فتاوے کی نقول بھی تیار ہوتیں، اور انھیں محفوظ رکھا جاتا تو ایک علمی اور تحقیقی خزانہ اہل سنت و جماعت کے

پاس ہوتا۔

آپ نے متعدد تحقیقی و علمی مضامین سپر دقرطاس کیے ہیں جومختلف رسائل کی زینت بنے۔علامہ ارشدالقادری کے زیرادارت کلکتہ سے شائع ہونے والا رسالہ جام نوراوراسی طرح دیگر رسائل کے خصوصی شماروں میں آپ کے مضامین شائع ہوتے تھے۔آپ نے بے شمار کتابوں پرتقریظات تحریرفرمائی۔کتابوں پرمقدمات اورتاثرات لکھے۔جو کتابیں آپ کے زیردرس ہوتیں،ان کتابوں پر جابجا حاشیہ تحریرفرماتے۔تفسیر کشاف پرسورۂ آل عمران کامکمل حاشیہ مع بین السطور آپ نےقلمبندفرمایا۔ایک مرتبہ حضرت نے مجھ سےفرمایا:''میرا شروع سے یہ طریقہ رہا کہ جس کتاب کا بھی مطالعہ کرتا،اس پر ضرور حاشیہ لگا دیتا،اب تو ہاتھ کانپنے کی وجہ سے کم ہی لکھتا ہوں (مسکرا کرفرماتے ہیں)'ح' لکھتا ہوں تو'ص' بن جاتا ہے'ص' لکھتا ہوں تو کچھ اور بن جاتا ہے''۔اسی وقت یہ بھی فرمایا:''فرفرہ میں تھا تو ایک مرتبہ تفسیر کشاف پڑھانے کو مل گئی،کشاف پرایک حاشیہ علامہ تفتازانی کا ہے،اور ایک حاشیہ علامہ میر سید شریف جرجانی کا،لیکن یہ دونوں حاشیہ لائبریری میں نہ ملا،پھرکلکتہ میں تلاش کروایا وہاں بھی نہیں ملا۔پھرمیں نے اسی کتاب پرسورۂ آل عمران کامکمل حاشیہ مع بین السطورلکھ دیا''ہم نے عرض کیا:کیا وہ حاشیہ موجود ہے؟فرمایا:''نہیں،کسی طالب علم نے اس کتاب کواٹھالیا،پھروہ غائب ہوگئی۔''

فراغت کے بعد تخصص فی الفقہ میں فقہ کی مایہ نازکتاب الاشباہ والنظائر کی ہماری گھنٹی آپ کے پاس تھی۔ہم نے دوران درس خود دیکھا کہ آپ کے پاس جونسخہ موجود ہوتا،اس پرآپ کے ہاتھوں متعدد مقامات پرعربی حاشیہ نگاری ہوتی۔برادرگرامی مفتی فیضان المصطفیٰ قادری فرماتے ہیں کہ بیضاوی شریف کے درس کے دوران بھی آپ نے اس کا حاشیہ تحریرکیا تھا،بعدمیں وہ بھی ضائع ہوگیا۔

آپ کی تحریربڑی عمدہ اورانداز بیان انتہائی شاندار ہوتا۔آپ کی تحریری مہارت کا زمانہ قائل ہے۔مفتی معراج القادری استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپورفرماتے ہیں:علامہ صاحب قبلہ کاقلم بھی بہت پختہ ہےاوران کےتحریری جملے اورالفاظ بڑے باوزن ہوتے ہیں''(بحوالہ حیات محدث کبیر،ص ۳۵۷)

علامہ بدرالقادری ہالینڈ لکھتے ہیں: ''گوتحریری کام کا آپ مختلف مصروفیات کی وجہ سے موقع نہیں ملا،تاہم آپ تحریری صلاحیت کے بھی مالک ہیں،ملک کےموقر جرائد میں آپ کےمتعدد مقالات ومضامین شائع ہوکرداد تحسین حاصل کرچکے ہیں۔(حیات حافظ ملت،ص ۱۶۶)

آپ کی قلمی خدمات ہدیہ ناظرین ہے:

(۱)ہزار سے زائد فتاوے

(۲)متعدد تحقیقی مضامین

(۳)رسالہ مشینی ذبیحہ: یہ رسالہ آپ کی محققانہ تحریرکا بین ثبوت ہے،اب تک اردواورانگلش زبان میں یہ رسالہ

شائع ہو چکا ہے۔

(۴) جامع ترمذی کی شرح (زیرتصنیف)

(۵) فقہی سیمناروں کے درجنوں خطبہائے صدارت

(۶) حاشیہ طحاوی پر عربی میں ایک معتد بہ کام۔(مفتی فیضان المصطفیٰ قادری فرماتے ہیں کہ: حضرت کا یہ حاشیہ اگر دستیاب ہوسکا تو کشف الاستار حاشیہ شرح معانی الآثار پر جب دوبارہ کام شروع کیا جائے گا، تو اسے محدث کبیر کے نام سے شامل کیا جائے گا)

(۷) بجرڈیہہ کا تحریری مناظرہ

مفتی اعظم مغربی بنگال مفتی ثناء المصطفیٰ قادری

نام : ثناءالمصطفیٰ قادری **نسب** ثناءالمصطفیٰ قادری بن صدرالشریعہ حکیم امجد علی اعظمی بن حکیم مولانا جمال الدین

آپ کی ولادت ۱۳۵۷ھ مطابق ۱۹۴۲ء میں قادر منزل گھوسی مئو میں ہوئی۔والدین کی آغوش تربیت میں پروان چڑھے۔ابتدائی تعلیم گھر پر ہی ہوگئی۔اعلیٰ تعلیم کے لیے جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں داخل ہوئے اور وہیں پر ۱۹۶۴ء میں ۲۲ سال کی عمر میں دستاروسند سے نوازے گئے۔فراغت کے بعد حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے، اور ان سے علم حدیث وتفسیر، علم تصوف وتکسیر حاصل کیا۔آپ کے اساتذہ میں حضور حافظ ملت، فیض العارفین علامہ آسی پیا، علامہ ارشدالقادری، علامہ عبدالرؤف بلیاوی علیہم الرحمہ اور حضور محدث کبیر مدظلہ العالی سرفہرست ہیں۔۱۹۶۵ء سے ۱۹۷۰ء تک ملک کے مختلف اداروں میں تدریسی خدمات انجام دی۔۱۹۷۱ء سے تاحیات دارالعلوم ضیاءالاسلام کلکتہ میں صدرالمدرسین اور مہتمم کی حیثیت سے تدریس وافتا کے علاوہ انتظامی امور سے وابستہ رہے۔مفتی اعظم ہند سے بیعت اور اجازت وخلافت حاصل ہے۔یکم ذی الحجہ ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۰/مارچ ۱۹۹۹ء بروز سنیچر اس دنیاے فانی کو الوداع کہہ دیا۔کلکتہ میں آپ کا وصال ہوا، وہیں آپ کا مدفن ہے۔محدث کبیر مدظلہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی۔

تحریری وتصنیفی خدمات:

درس و تدریس کے علاوہ تقریری، تبلیغی، مناظراتی دوروں کی کثرت، تعویذنویسی اور سماجی خدمات کے باوجود آپ نے مقالات ومضامین اور فتویٰ نویسی کے ذریعہ دین ومسلک کی خدمات انجام دی۔مفتی اعظم ہند علیہ الرحمۃ والرضوان کے چہلم کے موقع پر آپ نے ''معراج حیات'' کے عنوان سے سات صفحات پر مشتمل مضمون قلمبند فرمایا۔آپ کا وہ مضمون سالنامہ صدائے اہل سنت کولکاتا کے حیات وخدمات نمبر میں ہم نے ملاحظہ کیا۔آپ نے سیکڑوں فتاوے تحریر فرمائے۔ابتدائی ایام کے فتاوے محفوظ نہ کیے جاسکے۔الحمدللہ بعد میں آپ کے فتاوے ضبط تحریر میں آنے کی وجہ سے محفوظ ہوگئے۔متعدد رجسٹروں میں محفوظ آپ کے فتاوے اب بھی منتظر طباعت ہیں۔

مفتی دلدار عالم مصباحی صدر شعبۂ افتا دارالعلوم ضیاءالاسلام ہوڑہ بنگال لکھتے ہیں: ''مفتی صاحب علیہ الرحمہ کے

فتاوے کی صحیح تعداد کا مجھے اب تک علم نہیں ہو سکا۔ کیوں کہ آپ کے فتاویٰ جن رجسٹروں میں مندرج ہیں وہ سارے کے سارے مجھے دستیاب نہیں ہوئے، صرف لمبی تختی متوسط ضخامت والے دو رجسٹر میری نگاہوں سے گزرے۔ آپ کے فرزند اوسط حضرت مولانا مفتی وفاء المصطفیٰ امجدی کی زبانی معلوم ہوا کہ والد صاحب علیہ الرحمہ کے فتاویٰ اور بھی کئی رجسٹر میں مندرج ہیں، والد صاحب علیہ الرحمہ کے ابتدائی ایام کے فتاویٰ کسی وجہ سے ضبط تحریر میں نہیں آسکے، اس لیے وہ ریکارڈ میں محفوظ نہیں ہیں۔'' (حیات وخدمات، ص ۱۹۸)

ان سیکڑوں فتاوے کی ترتیب واشاعت کی طرف اگر آپ کے صاحبزادے مفتی وفاء المصطفیٰ امجدی توجہ دیں تو ایک علمی سرمایہ سے قوم بہرہ مند ہو۔ واللہ الموفق

حضرت علامہ مفتی بهاء المصطفیٰ قادری مدظله العالی

نام : بہاء المصطفیٰ قادری، **نسب** : بہاء المصطفیٰ قادری بن صدر الشریعہ حکیم امجد علی اعظمی بن حکیم مولانا جمال الدین

ولادت باسعادت ۱۳۶۰ھ میں قادری منزل گھوسی میں ہوئی۔ ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ مدرسہ شمس العلوم گھوسی میں ابتدائی درجات کی تکمیل کی۔ پھر جامعہ اشرفیہ حاضر ہوئے اور حضور حافظ ملت کے زیر سایہ ۱۳۸۴ھ مطابق ۱۹۶۴ء میں فارغ التحصیل ہوئے۔ حضور حافظ ملت محدث مرادآبادی، علامہ عبدالرؤف بلیاوی، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی، بحر العلوم مفتی عبدالمنان علیہم الرحمہ اور حضور محدث کبیر دام ظلہ آپ کے اساتذہ میں شمار کیے جاتے ہیں۔ حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ سے بیعت اور انھیں سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔ جامعہ اشرفیہ سے تدریس کا آغاز کیا۔ اور ۱۹۶۸ء میں دارالعلوم مظہر اسلام بریلی شریف چلے آئے، اور چار سال تک تدریس وافتا کی ذمہ داری بحسن وخوبی انجام دینے کے بعد دارالعلوم منظر اسلام منتقل ہو گئے اور ریٹائرمنٹ کے بعد سے اب تک جامعۃ الرضا بریلی شریف میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہیں۔ فقہی سیمیناروں میں آپ کی شرکت ہوتی ہے، مباحثوں میں حصہ لیتے ہیں۔

تحریری وتصنیفی خدمات :

آپ کی تحریری خدمات میں سیکڑوں فتاوے ہیں، جو حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی نگرانی میں آپ کے قلم سے صادر ہوئے۔ خود فرماتے ہیں کہ میرے بیشتر فتاوے پر حضور مفتی اعظم ہند کی تصدیق ہوتی تھی۔ ہم نے عرض کیا: کہ آپ کے وہ سارے فتاوے کہاں سے دستیاب ہو سکتے ہیں۔ فرمانے لگے کہ میں نے ان فتووں کی نقول تیار نہ کروائی، اس لیے ان کا ملنا مشکل ہی ہے۔

آپ نے متعدد کتابوں پر تقریظات اور عرض احوال رقم فرمائے۔ آپ کی تقریظات کی یہ خصوصیت ہے کہ آپ اپنی تقریظ میں کتاب کا تعارف، مقصد اشاعت، اور عنوان سے متعلق ضروری چیزوں کو بیان کر دیتے ہیں۔ آپ کی متعدد تحریریں ماہنامہ جام نور دہلی میں شائع ہوئیں۔

نشریاتی مصروفیت کی وجہ سے آپ کی تحریری و تصنیفی خدمات متاثر ہوئیں ہیں، تاہم آپ نے نشریاتی ذمہ داریوں کا حق ادا کردیا۔ کتب اہل سنت کی طباعت پر خاص توجہ دینا، بہارشریعت کی کتابت کی غلطیوں کو دور کرکے اسے صحیح شائع کرنا آپ کا ایک اہم کارنامہ ہے۔ مفتی فیضان المصطفیٰ قادری ''الملفوظ'' کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ''شہزادۂ صدرالشریعہ حضرت علامہ مولانا بہاء المصطفیٰ قبلہ قادری نے اکابر اہل سنت کی تصانیف کی صحیح طباعت کے تعلق سے بڑی توجہ فرمائی ہے۔ اوران کی نگرانی میں قادری کتاب گھر بریلی شریف نے اس سلسلے میں خاصی پیش قدمی کی ہے، خصوصا بہارشریعت کو کتابت کی غلطیوں سے پاک کرکے صحیح طبع کرانا ایک اہم کارنامہ ہے۔ انھیں کی توجہ اور عنایت سے ''الملفوظ کا سب سے صحیح، سب سے مفید اور دیدہ زیب ایڈیشن پیش کیا جارہا ہے۔'' (الملفوظ، مقدمہ ص ۳۳)

حضرت علامہ مولانا فداء المصطفیٰ قادری دام ظلہ العالی

نام : فداء المصطفیٰ قادری، **نسب** : فداء المصطفیٰ قادری بن صدرالشریعہ حکیم امجد علی اعظمی بن حکیم مولانا جمال الدین

آپ کی ولادت جولائی ۱۹۴۳ء میں دادوں علی گڑھ میں ہوئی، اس وقت حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ وہیں اپنا علمی فیضان تقسیم فرمارہے تھے۔ ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے گھر پر حاصل کی۔ آپ کی اعلیٰ تعلیم مدرسہ اہل سنت شمس العلوم گھوسی، جامعہ حمیدیہ رضویہ بنارس، جامعہ اشرفیہ مبارکپور میں ہوئی۔ عالمیت کے بعد عصری علوم کی تحصیل شروع کردی۔ فقہ وحدیث منطق وفلسفہ اور دیگر کتابوں کا درس گھر پر ہی محدث کبیر سے لیا۔ آپ کے اساتذہ میں قابل ذکر نام یہ ہیں: آپ کی والدہ مکرمہ علیہا الرحمہ، حضرت قاضی شمس الدین جونپوری، حضرت علامہ مولانا محمد سلیمان بھاگلپوری، حضرت مولانا سعید احمد علیہم الرحمہ اور حضور محدث کبیر اطال اللہ عمرہ۔ آپ حضور مفتی اعظم ہند سے مرید ہیں اور خلافت واجازت حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ سے حاصل ہے۔ ۱۹۷۲ء میں ہاشمیہ ہائی اسکول ممبئی میں ٹیچر مقرر ہوئے، پھر محدث کبیر کے حکم پر مدرسہ اہل سنت شمس العلوم گھوسی تشریف لائے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد مدرسہ رضویہ بدرالعلوم میں شیخ الحدیث اور سربراہ اعلیٰ کی حیثیت سے آپ کو مدعو کیا گیا۔ درس نظامیہ کے علاوہ انگلش، جغرافیہ، میتھ پر آپ کو عبور حاصل ہے۔

تحریری وتصنیفی خدمات:

موصوف درس وتدریس، تقریر وتبلیغ، سماجی اور ملی خدمات کے علاوہ تصنیف وتالیف اور شعر وشاعری کا بھی ذوق وشوق رکھتے ہیں۔ تحریری ملکہ آپ کو وراثت میں ملا ہے۔ جب ممبئی میں آپ ہاشمیہ انٹر کالج میں ٹیچر کے عہدہ پر مقرر تھے، تو اس وقت وہاں پر اکثر کالج لیول پر تقریری مقابلہ کا انعقاد کیا جاتا۔ ہاشمیہ انٹر کالج کے طلبہ کو آپ ہی تقاریر اور مکالمات لکھ کر دیتے اور پھر ان طلبہ کو تقریر اور مکالمات کی مشق بھی کراتے۔ اکثر وبیشتر آپ کی لکھی ہوئی تقریریں اور آپ کے تربیت یافتہ بچے مقابلہ میں اول آتے۔ ابتدا میں وہاں کے ایک پروفیسر صاحب جو کہ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے فارغ

تھے، پروفیسرانہ خمار میں سرشار آپ سے ترش روئی سے پیش آتے، لیکن جب آپ کی تحریری صلاحیت اور شعر و ادب پر آپ کی مہارت کو ملاحظہ کیا تو بڑے نادم ہوئے، اور پھر آپ کے ساتھ بڑے حسن سلوک سے پیش آتے۔ جب بھی سامنا ہوتا ادب بجالاتے۔ اپنی تحریرات اور اشعار پر آپ سے نظر ثانی کرواتے اور مشورے بھی لیتے۔

تحریری صلاحیت کی وجہ سے کسی شخص نے بھی آپ سے کسی فن پر لکھنے کی فرمائش کی، تو آپ اس کی فرمائش کی تعمیل کی کوشش فرماتے۔ ہم بھائی بہنوں میں سے اگر کسی نے والد صاحب سے نعت کی فرمائش کر دی، تو اس کے لیے آپ نعتیہ اشعار قلمبند فرما دیتے۔ کسی نے کہہ دیا کہ ابو مجھے جلسے یا بزم میں تقریر کرنی ہے، تو اس کے لیے حسب عمر تقریر لکھ کر دیتے۔ جب میں شمس العلوم میں شعبۂ پرائمری کے درجہ پنجم میں زیر تعلیم تھا، اس وقت تقریری بزم میں میرا نام بھی شامل کر دیا گیا۔ ہم نے والد صاحب سے عرض کی کہ اگلے ہفتہ کی تقریری بزم میں ہمارا نام ہے، اس لیے ہمارے لیے آپ ایک عمدہ تقریر لکھ دیں۔ اس وقت والد صاحب وہاں پر درجہ عالیہ کے مدرس تھے۔ والد صاحب نے فرمایا ٹھیک ہے، لکھ دوں گا۔ اگلے ہی دن والد صاحب نے ''قل ھو اللہ احد'' کے عنوان پر تین صفحہ کی ایک شاندار تقریر لکھ کر درسگاہ ہی میں ہمارے حوالے کر دی۔ ہماری بڑی بہن کلیۃ البنات الامجدیہ میں جب جماعت ثانیہ کی طالبہ تھیں، اس وقت انھوں نے کہہ دیا کہ ''کبریٰ'' بڑی مشکل کتاب ہے، اس کا نام کبریٰ نہیں ''کبڑی'' ہونا چاہیے تھا۔ والد صاحب نے یہ بات سن لی، آپ کے دل پر یہ بات اثر کر گئی، فوراً آپ نے کبریٰ کا سلیس انداز میں ترجمہ اور عام فہم انداز میں تشریح کرنے کا ارادہ فرما لیا۔ کلیۃ البنات الامجدیہ کے ابتدائی جلسوں میں آپ ہی طالبات کے لیے تقریریں لکھتے، اصلاح معاشرہ یا عورتوں کے مسائل پر مکالمات تحریر کرتے اور نظامت کے نوٹ تیار کرواتے۔ آپ کی لکھی ہوئی تقریریں، مکالمات آج بھی مقبول ہیں۔ والد صاحب ہماری بہنوں کو درسی کتاب کا درس بھی دیتے اور ان کتابوں کے نوٹ بھی تیار کروا دیتے۔ آپ نے بیشتر نعتیں اپنی بیٹیوں کے لیے قلمبند فرمائے۔ ایک مرتبہ آپ نے پوربی زبان میں قادری منزل کا روڈ میپ تیار کیا تھا، جس کے چند بول آج بھی گھر والوں کی زبان زد ہیں۔ اس کا ایک مصرع تھا ؎ ہمرات گھر باٹے بڑے گاؤں بجریا۔ اسی طرح آپ کا شہرۂ آفاق ترانہ 'ترانۂ امجدی' آج بھی بہت مقبول ہے۔ مطلع میں آپ فرماتے ہیں:

یہ علم و ہنر کا گہوارہ ، یہ شمع ہے ، ہم پروانے	امجدیہ ہمارا گلشن ہے، ہم اس گلشن کے دیوانے

کچھ سال پیشتر برادر گرامی مولانا حافظ ریحان المصطفیٰ قادری کی خواہش پر نحو میر کی شرح تصنیف فرما دی، انھیں کی فرمائش پر آپ نے اپنی تقریروں کو سلیس انداز میں قلمبند کروا دیا، جسے ''ولولہ انگیز تقریریں'' کے نام سے شائع بھی کیا گیا، کتاب مقبول ہوئی، دیکھتے ہی دیکھتے اس کے کئی ایڈیشن نکل گئے۔ غرض آپ کے تمام تحریری کارنامے کسی کی خواہش یا فرمائش پر وجود میں آئے۔ متعدد کتابوں پر آپ کی تقریظات اور تاثرات اشاعت پذیر ہیں۔ متعدد مضامین بھی شائع ہو چکے ہیں۔ آپ کی درج ذیل تصنیفات منصۂ شہود پر جلوہ گر ہیں:

﴿۱﴾	تنویر الآثار	﴿۲﴾	تفہیمات شرح مرقات

﴿۳﴾	تفہیم الکبریٰ شرح کبریٰ	﴿۴﴾	مصباح التنویر شرح نحومیر
﴿۵﴾	ولولہ انگیز تقریریں حصہ اول	﴿۶﴾	ولولہ نگیز تقریریں حصہ دوم (زیر طباعت)

(۷) تقریظات وتاثرات، عرض احوال اور چند مضامین جو مختلف کتابوں میں شائع ہو چکے۔

یہاں تک شہزادگان صدرالشریعہ کی تحریری خدمات پر اختصار کے ساتھ روشنی ڈالی گئی ہے۔اب یہاں سے ہم صدرالشریعہ کے پوتوں اور نواسوں کی تحریری خدمات کا سرسری تذکرہ پیش کرتے ہیں۔ان شاءاللہ خانوادۂ صدرالشریعہ کی تحریری خدمات کے حوالے سے ہم ایک تفصیلی مقالہ تحریر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔واللہ الموفق والمستعان

نبیرہ صدرالشریعہ مفتی فیضان المصطفیٰ قادری

نام : فیضان المصطفیٰ قادری۔

نسب: مفتی فیضان المصطفیٰ قادری بن حضرت علامہ فداء المصطفیٰ قادری بن صدرالشریعہ حکیم امجد علی اعظمی بن حکیم مولانا جمال الدین

ولادت: ۲۵/اگست ۱۹۷۵ء

تعلیم : جامعہ شمس العلوم گھوسی، جامعہ اشرفیہ مبارکپور، جامعہ نظام الدین اولیا دہلی (ایک سال)

تحریری وتصنیفی خدمات:

(۱) **کشف الاستار دو جلد** : شرح معانی الآثار پر صدرالشریعہ کا یہ حاشیہ تقریباً ۷۰/سالوں سے مخطوطہ کی شکل میں تھا۔مرتب نے پانچ سال سخت محنت و مشقت اور استقلال کے ساتھ اس مخطوطہ پر کام کیا ،جس کے نتیجہ میں صدرالشریعہ کا یہ حاشیہ کشف الاستار کے نام سے وجود میں آسکا۔

(۲) **تحقیقا ت صدرالشریعہ** (**مطبوعہ**)

(۳) **امام احمد رضا اور علم کلام** (الٰہیات) (مطبوعہ)

(۴) اشتراک عمل کے تعلق سے اہل سنت و جماعت کا موقف (مطبوعہ)

(۵) قضیۃ کلمۃ النانوتوی: عربی زبان میں آپ کا یہ تحقیقی رسالہ ہے، جو چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔(مطبوعہ)

(۶) تذکرۂ تاج الشریعہ (مطبوعہ)

(۷) کتاب الحج (مطبوعہ)

(۸) فدیہ کے احکام (مطبوعہ)

(۹) انوار اعتکاف (مطبوعہ)

(۱۰) بہار شریعت پر ایرادات کا تجزیہ: (زیر تصنیف) اس کتاب میں بہار شریعت پر اپنوں اور غیروں کے اعتراضات کا تجزیہ اور ان کا تحقیقی جواب ہے۔

(۱۱) امام احمد رضا اور اکابر امت کا دفاع (زیر ترتیب): اس کی چند قسطیں ماہنامہ پیغام شریعت میں شائع ہو چکی ہیں۔

(۱۲) الملفوظ: الملفوظ کے موجودہ نسخہ کی ترتیب آپ ہی کی محنت کا ثمرہ ہے۔ یہ نسخہ سات مختلف نسخوں سے تیار کیا گیا ہے۔ اس پر آپ کا ایک معلوماتی مقدمہ ہے جو تیس صفحات پر مشتمل ہے۔ (مطبوعہ)

(۱۳) صدر الشریعہ حیات و خدمات: یہ کتاب ۱۹۹۷ء میں صدر الشریعہ سیمینار کے موقع پر پیش کیے گئے مقالات کا مجموعہ ہے، جسے آپ نے مرتب کیا ہے۔ اس مجموعہ میں موصوف کے متعدد مضامین شامل ہیں۔ (مطبوعہ)

(۱۴) تاج الشریعہ علیہ الرحمہ کا امریکی نومسلم اسکالر نوح حامیم کیلر کے رد میں انگریزی زبان میں لکھے گئے رسالہ کا اردو خلاصہ، جو تقریباً پچاس صفحات پر مشتمل ہے۔ اس خلاصہ کو خود حضور تاج الشریعہ علیہ الرحمہ نے شائع کروایا۔ (مطبوعہ)

(۱۵) امام احمد رضا اور علم کلام (نبوات) (زیر تصنیف)

(۱۶) امام احمد رضا اور علم کلام (سمعیات) (زیر تصنیف)

(۱۷) تعلیقات بخاری (زیر تصنیف)

(۱۸) شرح عقود رسم المفتی پر عربی زبان میں حاشیہ (زیر تصنیف)

(۱۹) حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ (زیر طباعت)

(۲۰) تحقیقات امام علم و فن کی ترتیب جدید (زیر طباعت)

(۲۱) فتاویٰ امجدیہ کی جدید ترتیب (زیر ترتیب)

(۲۲) رسالہ سہ ماہی امجدیہ میں لکھے گئے تقریباً ساٹھ مضامین

(۲۳) ماہنامہ پیغام شریعت کے لیے لکھے گئے تقریباً پچاس مضامین

(۲۴) دیگر رسائل اور خصوصی نمبرات کے لیے لکھے گئے تقریباً پچاس مضامین

(۲۵) مختلف فقہی، ادبی، شخصی سیمیناروں کے لیے لکھے گئے درجنوں مقالات

(۲۶) متعدد کتب و رسائل پر عربی، اردو اور انگلش زبان میں مقدمات و تاثرات

(۲۷) سیکڑوں سوالات کے جوابات، جن میں سے درجنوں پر محدث کبیر کی تصدیقات

نواسۂ صدر الشریعہ محمود العلما مفتی محمود اختر القادری

نام: محمود اختر القادری۔

نسب: مفتی محمود اختر القادری بن عالمہ سعیدہ خاتون بنت صدر الشریعہ حکیم امجد علی اعظمی بن حکیم مولانا جمال الدین۔

ولادت: جنوری ۱۹۴۰ء

تعلیم: جامعہ اشرفیہ مبارک پور

تحریری خدمات

(۱) ہزاروں فتاوے جوزیر ترتیب ہیں
(۲) فقہ مخدومی: فقہ شافعی پر مخدوم ماہمی علیہ الرحمہ کی کتاب کا ترجمہ (مطبوعہ)
(۳) تذکرہ مخدوم ماہمی (مطبوعہ)
(۴) بہار حج (مطبوعہ)
(۵) آثار وتبرکات کی شرعی حیثیت (مطبوعہ)
(۶) ننھے میاں کی نقاب کشائی (مطبوعہ)

نبیرۂ صدرالشریعہ مفتی عطاء المصطفیٰ اعظمی

نام : عطاء المصطفیٰ اعظمی۔

نسب : مفتی عطاء المصطفیٰ اعظمی بن محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری بن صدر الشریعہ حکیم امجد علی اعظمی بن حکیم مولانا جمال الدین قدس سرہ

تعلیم: مدرسہ شمس العلوم گھوسی، جامعہ اشرفیہ مبارکپور

تحریری وتصنیفی خدمات

﴿۱﴾	ضیاء النحو	﴿۲﴾	ضیاء الصرف
﴿۳﴾	ضیائے اصول حدیث	﴿۴﴾	ضیائے اصول فقہ
﴿۵﴾	ضیائے فارسی	﴿۶﴾	ضیاء المنطق
﴿۷﴾	ترجمہ صرف میر	﴿۸﴾	ترجمہ مشکات
﴿۹﴾	بہار اعتکاف	﴿۱۰﴾	ترجمہ منیۃ المصلی
﴿۱۱﴾	فضائل مسنون دعائیں	﴿۱۲﴾	بہار نحو
﴿۱۳﴾	فضائل شعبان واعمال	﴿۱۴﴾	سفینۂ نجات
﴿۱۵﴾	فضائل ومسائل رمضان المبارک	﴿۱۶﴾	لاؤڈ اسپیکر پر نماز کا حکم
﴿۱۷﴾	قربانی کے فضائل ومسائل	﴿۱۸﴾	سلام کی اہمیت وافادیت
﴿۱۹﴾	حرمت مصاہرت	﴿۲۰﴾	ترجمان رضا چار اہم فتاوے
﴿۲۱﴾	حسن قرات	﴿۲۲﴾	مسئلہ کف ثوب
﴿۲۳﴾	تذکرۂ رئیس التحریر	﴿۲۴﴾	راحت القلوب
﴿۲۵﴾	نماز کا آسان طریقہ	﴿۲۶﴾	سوانح حیات حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

﴿۲۷﴾ برتھ کنٹرول کی شرعی حیثیت	﴿۲۸﴾ عید میلاد النبی کی شرعی حیثیت
﴿۲۹﴾ حج وعمرہ ایک نظر میں	﴿۳۰﴾ ترجمہ دلائل الخیرات مع حزب البحر شریف
﴿۳۱﴾ ضیاء السراجی	﴿۳۲﴾ فضائل ومسائل زکات مع زکات نکالنے کا فرضی خاکہ
﴿۳۳﴾ تحفہ عید غوثیہ	﴿۳۴﴾ ترجمہ لقط المرجان فی احکام الجان
﴿۳۵﴾ ترجمہ منہاج العابدین المعروف ضیاء العارفین	﴿۳۶﴾ بہار ایصال ثواب
﴿۳۷﴾ سیکڑوں فتاوے	

شہزادگان محدث کبیر میں سے حضرت مولانا علاء المصطفیٰ قادری صاحب ناظم اعلیٰ جامعہ امجدیہ رضویہ نے زیادہ تر اشاعتی خدمات انجام دی، تاہم جو کتابیں شائع کرتے، ان میں سے بیشتر پر عرض حال اور پیش لفظ خود ہی لکھتے، یوں ہی طلبۂ جامعہ امجدیہ کی متعدد کتابوں پر تقریظات تحریر فرماتے۔ حضرت مفتی جمال مصطفیٰ قادری صدر المدرسین جامعہ امجدیہ رضویہ نے بھی تحریری کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ آپ کے قلم سے (۱) تعزیرات (۲) تقلید کی شرعی حیثیت (۳) غیر صحابہ کے لیے رضی اللہ عنہ ناجائز کیوں (۴) عہد نامہ کی شرعی حیثیت جیسے رسائل معرض وجود میں آئے۔ ان رسائل کے علاوہ آپ نے سیکڑوں فتاوے تحریر فرمائے جن پر محدث کبیر اور شارح بخاری کی تصدیقات ثبت ہیں۔ مولانا ابو یوسف محمد قادری ازہری، استاذ جامعہ امجدیہ رضویہ بھی تحریری ذوق رکھتے ہیں۔ آپ کے چند مضامین رسالہ سہ ماہی امجدیہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ حال ہی میں ایک تحقیقی مضمون بنام ''باب رویت ہلال میں قواعد علم فلکیات معتبر یا غیر معتبر؟'' سوشل میڈیا پر خوب وائرل ہوا۔ چند سالوں سے بریلی شریف کے فقہی سیمینار کے کسی ایک موضوع پر مقالات کی تلخیص آپ ہی قلمبند فرماتے ہیں۔

نبیرۂ صدرالشریعہ مفتی وفاء المصطفیٰ قادری امجدی: آپ مفتی اعظم بنگال مفتی ثناء المصطفیٰ قادری کے صاحبزادے ہیں۔ آپ نے درجنوں فتاوے رقم فرمائے۔ آپ کے متعدد فتاوے فتاویٰ کی مشہور ومعروف کتاب ''فتاویٰ فقیہ ملت'' میں شامل اشاعت ہیں۔ آپ کا ایک رسالہ ''انکشاف حقیقت'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ نبیرۂ صدر الشریعہ مولانا نور العلیٰ قادری ازہری بن مفتی بہاء المصطفیٰ قادری مدظلہ العالی۔ آپ ایک رسالہ بنام ''حج وعمرہ کے احکام'' ترتیب دے رہے ہیں۔ نبیرہ صدر الشریعہ مولانا عرفان المصطفیٰ قادری ازہری بن حضرت علامہ فداء المصطفیٰ قادری اطال اللہ عمرہ ۔ آپ بھی تحریری کام سے دلچسپی رکھتے ہیں۔ موصوف نے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا رسالہ ''التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل'' کی تعریب فرمائی جو منتظر طباعت ہے۔ یوں ہی مکی اور مدنی آیات کے عنوان سے قسط وار مضامین آپ نے رسالہ سہ ماہی امجدیہ کے لیے قلمبند فرمائے۔

نبیرۂ صدرالشریعہ مفتی انعام المصطفیٰ اعظمی (پاکستان) بن علامہ انوار المصطفیٰ اعظمی بن مفسر قرآن حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری: آپ کی تحریر بڑی عمدہ اور سلیس ہوتی ہے۔ آپ کے چند مضامین

سوشل میڈیا کے توسط سے باصرہ نواز ہوئے۔موصوف نے ایک رسالہ ''مرتد کی سزا'' تصنیف فرمایا ہے۔ پاکستان میں قیام پذیر حضور محدث کبیر کے پوتے نبیرۂ صدرالشریعہ مولانا ریاض المصطفیٰ اعظمی بن مفتی عطاء المصطفیٰ اعظمی قدیم رسائل ومخطوطات جمع کرنے کے شوقین ہیں۔تدریسی، تعلیمی اور خانگی مصروفیات کے باوجود آپ نے اعلیٰ حضرت کے چند رسائل کی تعریب وتحقیق فرمائی۔

مفتی نوید اختر قادری(**سری لنکا**): آپ عالی جناب سعید اختر قادری بن عالمہ سعیدہ خاتون بنت صدرالشریعہ حکیم امجد علی اعظمی کے شہزادے ہیں۔آپ کی ادبی،فکری اور علمی تحریر سے ہر شخص واقف ہے۔ماہ رمضان المبارک میں آپ نے اپنی تحریروں کی چاشنی سے سوشل میڈیا پر موجود قارئین کوشاد کام کیا تھا۔آپ ہی کی کاوش سے حضور بحر العلوم مفتی عبدالمنان علیہ الرحمہ کی ''حیات صدرالشریعہ'' ہند میں پہلی بار شائع ہوئی۔موصوف ماہنامہ پیغام شریعت کے مستقل قلمکار ہیں،اب تک درجن بھر مضامین قلمبند فرما چکے ہیں۔

مفتی مقصود اختر قادری بن محمود العلما مفتی محمود اختر القادری بن عالمہ سعیدہ خاتون بنت صدرالشریعہ حکیم امجد علی اعظمی: آپ نے اپنے والد صاحب کے زیرنگرانی درجنوں فتاوے تحریر فرمائے۔چند سالوں سے سوشل میڈیا پر سیکڑوں سوالات کے جوابات رومن اردو میں تحریر فرما کر ارسال فرماتے ہیں۔

عالمہ مفتیہ ام سلیم امجدی ،عالمہ مفتیہ ام رمان امجدی، عالمہ مفتیہ ام الخیر امجدی: آپ حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی پوتیاں اور حضرت علامہ فداء المصطفیٰ قادری کی صاحبزادیاں ہیں۔آپ تینوں نے درجنوں فتاوے تحریر فرمائے جن کی تصویب وتصحیح محدث کبیر نے فرمائی۔ثانی الذکر نے دہلی یونیورسٹی کے لیے عربی زبان میں ایک مضمون بھی قلمبند فرمایا جو وہاں عام ہوا۔یوں ہی تینوں کے مضامین بھی نظر نواز ہوئے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ خاندان صدرالشریعہ کی تمام تصنیفی اور تحریری خدمات قبول فرمائے۔اس خاندان کے تمام افراد کو تحریری خدمات کی مزید توفیق عطا فرمائے۔آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

تعظیم رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صدر الشریعہ

فتاویٰ امجدیہ کی روشنی میں

از قلم: **مولانا شاداب امجدی برکاتی**
جامعہ احسن البرکات مارہرہ مطہرہ

تعظیم تو کرتا ہے نجدی بھی مرے دل سے	مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے

کائنات میں سب سے عظیم اور سب زیادہ لائق تعظیم ذات آقائے کریم ﷺ کی ہے، اگر آپ کی تعظیم میں ادنیٰ سی بھی کوتاہی ہوئی تو ایمان پہ سوالیہ نشان قائم ہوجائے، اللہ رب العزت نے سورۂ حجرات کی ابتدائی پانچ آیات میں اپنے محبوب ﷺ کی تعظیم وتوقیر کو بیان فرمایا ہے، اور ان آیات پر عہد رسالت سے آج تک عشاق رسول عمل کرنے میں ہی جان ایمان تصور کرتے ہیں، اور آج بھی جب آپ کے حضور حاضر ہوتے ہیں تو "نفس گم کردہ" کی تصویر بن کر حاضر ہوتے ہیں۔

تعظیم رسول کی خوشبوئیں بکھیرتی عشاق رسول کی داستانیں ہمارے ایمان کو تر وتازہ رکھتی ہیں، حضرت صدر الشریعہ جہاں علم وفن کا ایک بحر ناپیدا کنار تھے، وہیں عظمت کے اتنے ہی بڑے شناور تھے، آپ کے فتاوے پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ کس قدر آپ کے سینے میں اپنے نبی مکرم ﷺ کی تعظیم وتوقیر رچی بسی تھی۔ آپ کا جو اسلوب تحریر ہے وہ بہت شیریں ہے، مگر جہاں بات ناموس رسالت کی آئی تو قلم اشداء علی الکفار کے رنگ میں رنگا ہوا نظر آتا ہے اور تحریر سے آپ کا عشق رسول جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ آیئے ذیل کی سطور میں اس دعوے کی دلیل ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: حضور صدر الشریعہ سے سوال ہوا کہ رسول ﷺ کی چشم مبارک کو تتلی کی آنکھ سے تشبیہ دینا شان نبوت اور ذات رسالت میں تنقیص ہوئی کہ نہیں؟؟ محقق جواب سے سرفراز فرمائیں۔

جواب لکھتے ہوئے رقم طراز ہیں:

اس میں شک نہیں کہ حضور اقدس ﷺ تمام مخلوقات سے افضل ہیں، ہر کمال وخوبی کے جامع ہیں تمام حسینوں سے زیادہ حسن والے، ہر با کمال سے زیادہ کمال رکھنے والے، بلکہ جس کمال والے کو جو کمال ملا وہ آپ کے ہی ذریعہ وواسطہ سے ملا،

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری	حسن یوسف دم عیسیٰ ید بیضا داری

آفتاب وماہتاب، حضور ہی کے نور کی تجلی سے چمک دمک رہے ہیں۔ اگر اس حقیقت پر نظر کی جائے تو نہ آفتاب سے تشبیہ دے سکتے ہیں، نہ چاند سے مشابہ بتا سکتے ہیں۔ کجا جمال محمدی اور کہاں یہ آفتاب اور ماہتاب۔ مگر تشبیہ وتمثیل کا مقصد ہمیشہ یہی نہیں ہوتا، کہ مشبہ، مشبہ بہ سے ناقص وکم ہو بلکہ اگر شبہ ایسا ہو جو ہر ایک شئی سے افضل واعظم ہو تو ایسے مقام

پر تشبیہ کا مقصود محض تقریب الی الفہم ہوتا ہے، کہ مخاطب اسکو سمجھ سکے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا: مثل نورہ کمشکوٰۃ فیھا مصباح اس تمثیل سے واضح ہے کہ کہاں نور الٰہی اور کہاں چراغ داں اور چراغ۔ درود شریف معروف میں جو صیغہ مروی ہے۔ **اللھم صل علی محمد وعلی اٰل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی اٰل ابراھیم** ظاہر ہے کہ حضور اکرم ﷺ، حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے افضل ہیں باوجود اس فضیلت کے تشبیہ سے مقصود حضور کی عظمت کو قریب الی الفہم کرنا ہے اور احادیث میں جو تشبیہات مذکور ہیں، انکا مقصد بھی یہی ہے، مسلم شریف میں ہے کہ ایک شخص نے کہا: **وجھہ مثل السیف** ۔کہ حضور کا چہرہ تلوار کی طرح تھا۔ تو جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا: **لا، بل کان مثل الشمس والقمر وکان مستدیرا**۔ یعنی تلوار سے تشبیہ صحیح نہیں کہ اگرچہ اس میں چمک ہے مگر اس میں لمبائی ہے اور حضور کا چہرہ گول تھا، لہذا یہ کہنا چاہئے کہ آفتاب و ماہتاب کی طرح تھا۔ دارمی میں ہے: ربیع بنت معوذ بن عفرہ نے کہا: **یا بنی لو رایتہ رأیت الشمس طالعۃ**. اگر تو حضور کو دیکھتا تو دیکھتا کہ آفتاب طلوع ہے۔ ترمذی میں ہے، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں: کأن الشّمس تجری فی وجہہ۔ گویا آفتاب حضور کے چہرہ میں تیر رہا ہے۔ بخاری و مسلم میں ہے، کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں: کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم **إذا سر، استنار وجھہ حتی کان وجھہ قطعۃ قمر**۔ جب خوش ہوتے تو چہرہ دمک اٹھتا گویا چاندی ٹکڑا ہے۔

بالجملہ جس چیز کو اپنے یا مخاطب کے نزدیک ممتاز سمجھتا ہے، اس سے تشبیہ دے کر سمجھنا چاہتا ہے، ان دنیا کے معشوقوں میں لیلیٰ کو خصوصیت کیساتھ ایک شہرت بوجہ عشق مجنوں حاصل ہے، چاہے وہ واقع میں کیسی ہی رہی ہو، مگر جب اس کا ذکر ہوتا ہے تو ساتھ ہی ساتھ معشوقیت کا بھی خیال ہوتا ہے۔ لہذا یہ لفظ بمعنی معشوق بولا جاتا ہے، جس طرح حاتم بول کر سخی مراد لیتے ہیں۔ اور اس لفظ سے مراد کلام شعرا میں خاص وہ شخصیت نہیں ہوتی، جس کا یہ نام تھا اور جب یہ لفظ معنی معشوق و محبوب ہوا تو اس کے مصداق میں حسن و جمال کا لینا ضروریات ولوازم سے ٹھہرا، اس کی شکل وصورت، خط وخال، زلف ورخ سب کو بہتر درجہ پر تخیل کرتا ہوگا اس خیال کو جاگزیں کرنے کے بعد اگر کسی نے تشبیہ دے دی تو اس کا مقصود یہی ہوگا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شکل وصورت یا چشم مبارک کا بہتر تخیل ذہن میں آئے، ہرگز اس کا مقصود تنقیص وتوہین نہیں۔ اور نہ ایسی تشبیہ عرف میں توہین کے لیے ہوا کرتی ہے کہ معنی عرفی کا حال کیا جائے اور مقصود سے قطع نظر ہو۔ لہذا اس صورت میں تنقیص کا حکم نہیں دیا جاسکتا مگر چونکہ اس لفظ میں ایک ادنیٰ درجہ ایہام کا پایا جاتا ہے لہذا ایسی تشبیہات سے بچنا اولیٰ ہے اور ادب والوں کے طریقہ کے خلاف ہے۔ (فتاویٰ امجدیہ، ج:۴،ص:۳۱۲/۲۱۲/۱۱۲)

آخری سطریں عشق میں ڈوب کر لکھی گئی ہیں، ایک طویل تحقیق وتفصیل کے ذریعہ چشم مبارک کے لیے تتلی کے استعمال کو جائز قرار دیا مگر آخر میں عشق کا فیصلہ بھی رقم فرمادیا کہ اگرچہ تنقیص تو نہیں مگر پھر بھی یہ ادب والوں کا طریقہ نہیں۔

حضرت صدر الشریعہ سے ایک استفتاء میں تین سوالات پوچھے گئے: ۱-: ذکر رسول ﷺ کے دوران سامعین کے سبحان اللہ کہنے پر آداب عرض کرنا کیسا ہے؟ (۲/۳) حضور ﷺ کو امت کا چرواہا یا کملیا اوڑھنے والا کہنا کیسا؟۔

اب حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا عاشقانہ جواب پڑھیے۔ فرماتے ہیں:

محفلوں میں دادو تحسین کا مسئلہ :

(۱) ''سامعین کو چاہیے کہ ادب کے ساتھ ذکر فضائل سنیں، اگر بے ساختہ الفاظ تحسین نکلے تو مضایقہ نہیں۔ تصنع اور بناوٹ کو دخل نہ دیں، اور موقعِ درد شریف پر درود شریف پڑھیں، اور ذاکر کا آداب عرض کرنا آداب مجلس شریف کے بالکل خلاف ہے، مشاعرہ میں شعرا آداب عرض کیا کرتے ہیں اور یہ مجلسِ بیانِ فضائل ہے، مشاعرہ نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو چرواہا کہنا گستاخی ہے :

(۲) یہ لفظ (نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) چرواہا کہنا) نہایت مبتذل و ذلیل ہے، ایسے الفاظ سے احتراز کرے اور توبہ کرے اور تجدید نکاح کرے، مسلمان بارگاہ اقدس میں عرض کیا کرتے تھے: راعنا یعنی ہماری رعایت فرمایئے، یہود موقع پا کر زبان دبا کر اس طرح کہتے کہ بظاہر تو وہی معلوم ہوتا مگر وہ کہتے: ''راعنا'' یعنی ہمارے چرواہے۔

اس پر آیت کریمہ نازل ہوئی۔ یا ایھا الذین امنوا لاتقولوا راعنا وقولوا انظرنا ۔ اس لفظ ''راعنا'' سے ممانعت فرما کر یہ حکم دیا کہ ''انظرنا'' کہو یعنی ہماری طرف نظر فرمایئے۔ تو جس لفظ سے راعی کا ایہام بعید تھا، اس تک سے ممانعت فرمائی گئی، تو ظاہر ہے کہ خود اس کی ممانعت کس درجہ ہوگی۔ خصوصاً یہ اردو کا لفظ تو نہایت سخیف ہے۔ امت کینگہبان و محافظ وغیرہ الفاظ بولنا چاہیے۔ واللہ تعالی اعلم (ص:۳۵۲ تا ۰۶۲)

﴿☆﴾ پہلوئے قدس سے لگی زمین تمام کائنات سے افضل جو زمین پہلوئے اقدس جناب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملی ہوئی ہے اس کے فضائل بیان کرتے ہوئے حضرت صدر الشریعہ رقم طراز ہیں:

الجواب:۔ تربت اطہر کو اللہ عزوجل نے تمام اقطاع زمین پر فضیلت دی ہے، اس کے متعدد وجوہ ہیں۔

ایک: - یہ وجہ ہے کہ مکان کی فضیلت مکین سے ہوتی ہے اور جس مکان کا مکین تمام جہاں سے افضل ہے، وہ مکان بھی تمام مکانوں سے افضل۔ لہذا اس زمین کو نہ صرف اجزاءِ زمین بلکہ عرش و کرسی پر فضیلت ہے۔ شفا، تشریف میں (قاضی عیاض رَحمۃُ اللہ علَیہ) ارشاد فرماتے ہیں۔ ''لاخلاف فی ان موضع قبرہ (النبی) صلی اللہ علیہ وسلم افضل من بقاع الارض''۔

علامہ شہاب الدین خفاجی شرح میں فرماتے ہیں۔ ''بل ھو افضل من السموات والعرش والکعبۃ کما نقلہ السبکی رحمہ اللہ تعالی لشرفہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلو قدرہ''۔ ملا علی قاری علیہ الرحمۃ الباری شرح شفا میں لکھتے ہیں: ''فانھا افضل من الکعبۃ بل من العرش علی ماقالہ جماعۃ''۔

دوسری وجہ: یہ ہے کہ اس مقام مقدس میں جس قدر انوار الٰہی کا نزول ہوتا ہیاور جتنی رحمت اترتی ہے اور جتنے مائکہ کا آنا جانا ہوتا ہے، کسی دوسری جگہ نہیں،

وجہ سوم: یہاں خاص وہ تجلیات الہیہ ہیں جو دوسری جگہ نہیں۔ جب موسی علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا گیا۔ ''انک بالوادی المقدس طوی'' اس وادی کا مقدس ہونا اسی تجلی الٰہی کے سبب سے تھا، تو اس جگہ کا تقدس

بیشک سب جگہوں سے زیادہ ہوگا۔علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ''وقال ابن عبدالسلام: التفضیل یکون لامور غیر العمل فقبرہ ﷺ افضل الامکنة لتجلی الله تعالی بما ینزل علیه من الرحمة والرضوان والملئکة ولاحاجة الی ماقیل انه صلی الله تعالی علیه وسلم حی فی قبرہ له اعمال نیه مضاعفة وان کان صحیحا ولوسلمنا ان المکان لا فضل له فی ذاته فکفاہ الفضل لاجل من حل فیه''.

وجہ چہارم: ایک روایت میں آیا ہے کہ جو شخص جس جگہ کی مٹی سے پیدا ہوتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے اس روایت کی بنا پر جسم اقدس کی خلقت اس پاک تراب سے ہوئی جو مرقد انور ہے لہذا اس خاک پاک کو فضیلت ہوئی کہ اس سے جسم انور بنا، وہی فرماتے ہیں۔''ویکفی لفضله ما اشتهر من ان کل احد یدفن فی التربة التی خلق منها''۔عوارف المعارف میں ہے:''روی عن ابن عباس ان اصل طینته صلی الله تعالی علیه وسلم من سرة الارض وهو موضع الکعبة بمکة واول ما اجاب ذاته صلی الله تعالی علیه وسلم ومنه دحیت الارض فهو اصل التکوین والکائنات تبع له ولما تموج الطوفان اتی بطینته لمحل دفنه صلی الله تعالی علیه وسلم ففی الاصل لم یدفن الا فی اصل الکعبة الذی خلق منه صلی الله تعالی علیه وسلم – والله تعالی اعلم(۲۴۳/۳۴۳)

ابلیس جنت میں جائے گا؟

حضرت صدر الشریعہ سے ایک کتاب ''مجموعہ اوراد'' کی ایک روایت کے متعلق سوال ہوا کہ اس میں مذکور ہے کہ ابلیس نے کہا کہ ایک دعا مجھے یاد ہے جس کے سبب میں جنت میں جاؤں گا۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ کو حیرت ہوئی تو حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر بتایا کہ یہ سچ کہتا ہے۔ آپ اس سے سیکھ لیجیے ....الخ .(تلخیص سوال)

حضرت صدر الشریعہ جواب رقم فرماتے ہیں کہ: یہ کتاب بعض مواقع سے میں نے دیکھی، بے سروپا روایات کا مجموعہ ہے، یہ کتاب قابل اعتبار نہیں۔اور یہ روایت کہ سوال میں مذکور ہے بالکل غلط ہے، نصوص قطعیہ قرآنیہ موجود ہیں کہ وہ یقیناً جہنم میں جائیگا اور ہمیشہ اسی میں رہے گا۔اس کی اس بات پر تحیر(حیرت) کا کیا معنی۔اور شیطان سے سیکھنے کا کیا معنی، حضرت جبریل علیہ السلام نے خود کیوں نہیں بتایا، شیطان سے سیکھنا بتانا۔اس سے ضرور حضور کی توہین ہوتی ہے، اللہ تعالی ایسے خرافات سے بچائے۔واللہ تعالی اعلم (ص:۳۵۳)

حضور کو ''پیغمبر صاحب'' کہنا:

استفتاء آیا کہ نبی مکرم ﷺ کو ''پیغمبر صاحب'' کہنا کیسا؟ اور کہنے والے کا کیا حکم ہوگا؟

جواب ارشاد فرماتے ہیں: اس لفظ میں کچھ حرج نہ تھا کہ پیغمبر اور رسول دونوں کے ایک معنی ہیں، مگر اکثر دیکھا جاتا ہے کہ عیسائی اور پادری حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو اس طرح یاد کرتے ہیں۔لہذا اس سے احتراز

چاہے مگر اسے بے ادبی یا گستاخی نہیں کہا جا سکتا۔ ہاں اگر کہیں مسلمانوں میں بنی اس طرح بولنے کا رواج وعرف ہو تو حرج نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم (ص، :۴۶۳)

ایک استفتاء اور اس پر حضرت صدر الشریعہ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کا عاشقانہ فتویٰ ملاحظہ فرمائیں:

کیا حضور کو علم غیب عطائی حاصل ھے؟

استفتاء:

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا یہ عقیدہ ہے کہ سیدنا حضور رسول اکرم ﷺ روضہ شریف سے موجودات میں سے کسی شئی کا معاینہ نہیں فرماتے، نہ آپ کو یہ قوت رب العزت نے عطا فرمائی، جو کسی چیز کا معاینہ آپ فرما سکیں اور نہ جناب کو علم غیب عطائی فرمایا گیا، لہذا یہ محض حضور پر بہتان ہے۔ یہ دونوں مسئلے جناب حق کے ساتھ مخصوص ہیں۔ ایسے شخص کو امام بنانا کیسا ہے؟ بنانے والے پر کیا حکم؟

الجواب:

زید کا یہ عقیدہ کہ حضور اقدس ﷺ قبر انور میں سے کسی شئی کا معاینہ نہیں فرماتے، بالکل غلط ہے، حضور کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے، دیگر اموات بھی اپنی قبور سے زائرین کو دیکھتے ہیں، اور ان کی آوازوں کو سنتے ہیں۔ اس وجہ سے بوقت زیارت قبور ''السلام علیکم'' کہنا، بکثرت احادیث میں آیا ہے اور اس کا کہنا سنت قرار پایا ہے، کہ جو نہ دیکھے نہ سنے اسکو مخاطب کر کے سلام کہنا بالکل بے معنی ہے۔ مشکوۃ شریف میں ہے کہ امام احمد نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی کہتی ہیں: **کنت ادخل بیتی الذی فیه رسول الله صلی الله تعالی علیه وسلم وانی واضع ثوبی و اقول انما هو زوجی و ابی فلما دفن عمر منهم، فوالله مادخلته إلا و انا مشدودة علی ثیابی حیاء من عمر''** (مشکوٰۃ، باب زیارۃ القبور، ص:۱۵۴)۔ میں اپنے اس مکان میں جس میں رسول اللہ ﷺ مدفون ہیں۔ کپڑے رکھ کر چلی جاتی تھی اور میں اپنے جی میں یہ کہتی تھی کہ یہاں تو میرے شوہر اور میرے والد ہی ہیں، مگر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وہاں مدفون ہوئے تو اب تمام کپڑے پہن کر جانے لگی حضرت عمر سے حیا کی وجہ سے۔ تو اب یہ دیکھنا چاہیے کہ اگر یہ حضرات باہر کی چیزیں معاینہ نہیں فرماتے تو حضرت عائشہ کو اپنا طریقہ بدلنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور حیا کرنے کے کیا معنی؟ اور اس خیال کی کیا وجہ کہ یہاں تو میرے شوہر اور والد ہی ہیں۔ لہذا تمام کپڑے پہننے کی کیا حاجت۔ شیخ محقق دہلوی رحمتہ اللہ تعالیٰ علیہ لمعات میں اس حدیث کے تحت میں فرماتے ہیں۔ **اوضح دلیل علی حیوة المیت وعلی انه ینبغی احترام المیت عند زیارته مهما امکن لاسیما الصالحون بان یکون فی غایة الحیاء والتادب بظاهره وباطنه فان للصالحین مددا ظاهرا بالغاً لزوارهم بحسب ادبهم''**۔ اس حدیث میں اس امر پر واضح دلیل ہے کہ میت کیلئے بھی حیات ہے اور میت کا احترام بوقت زیارت جہاں تک ممکن ہو کرنا چاہیے خصوصا صالحین کہ ان کے مزارات پر حاضری کے وقت ظاہر و باطن میں کمال حیا وادب سے کام لینا

چاہیے کیونکہ جتنا زیادہ ادب ہوگا، اتنا ہی وہ اپنے زائرین کی زیادہ مدد فرماتے ہیں۔ امام محمد بن حاج مکی مدخل میں اور امام احمد قسطلانی، مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں۔ **لافرق بین حیاته و موته صلی الله تعالی علیه وسلم فی مشاهدته لامته و معرفته باحوالهم و نیاتهم و عزائمهم و خواطرهم و ذلک عنده جلی لاخفاء به۔** حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کی حیات و وفات میں اس بات کا کچھ فرق نہیں کہ وہ اپنی امت کو دیکھ رہے ہیں۔ اور ان حالتوں اور نیتوں اور ارادوں اور دل کے خیالات کو جانتے ہیں اور یہ سب حضور کے نزدیک ایسا ظاہر ہے جس میں بالکل پوشیدگی نہیں۔ امام رحمۃ اللہ تلمیذ محقق امام بن ہمام صاحب فتح القدیر اپنی کتاب منسلک متوسط اور علامہ علی قاری مکی اسکی شرح مسلک مقتسط میں فرماتے ہیں، **انه صلی الله تعالی علیه وسلم عالم بحضورک و قیامک و سلامک ای بل بجمیع افعالک و احوالک وار تحالک و مقامک"**. یعنی حضور اقدس ﷺ تیری حاضری اور تیرے کھڑے ہونے اور تیرے سلام کو بلکہ تیرے تمام افعال و احوال و کوچ و مقام کو جانتے ہیں۔ اس باب میں ائمہ و علماء کے اقوال ذکر کیے جائیں تو ایک کتاب بن سکتی ہے، منصف کیلئے اتنا کافی ہے، یوہیں زید کا یہ عقیدہ کہ حضور کو علم غیب نہیں عطا فرمایا گیا۔ نرا افترام و بہتان ہے کہ حضور کو غیب کا علم نہیں عطا فرمایا گیا۔ نرا افترا و بہتان ہے، آخر قرآن کی وہ کون سی آیت یا کون سی حدیث صحیح ہے جس کا یہ مطلب ہے کہ حضور کو علم غیب عطا نہیں کیا گیا۔ قرآن مجید میں بکثرت آیات ہیں جن سے ثابت کہ حضور کو غیب کا علم عطا کیا گیا ہے، ان میں سے بعض یہ ہیں عام لوگوں کو اللہ تعالی غیب پر مطلع نہیں کرتا لیکن اس کیلئے اپنے رسولوں ہیں: **ما کان الله لیطلعکم علی الغیب و لکن الله یجتبی من رسوله من یشاء**' ، جن کو اللہ تعالی نے غیب پر مطلع کرنے کیلئے چن لیتا ہے۔ اب زید بتائے وہ کون سے رسل ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے غیب پر مطلع کرنے کے لیے چن لیا ہے۔ اور فرماتا ہے؛ **.لایظهر علی غیبه أحدا الأمن ارتضی من رسول.** اپنے غیب پر کسی کو مسلط نہیں کرتا مگر اپنے برگزیدہ رسول کو۔ یہاں صرف بتانا ہی نہیں ہے بلکہ مسلط کر دینا فرمایا کہ وہ جسے چاہیں بتا بھی سکتے ہیں۔ چنانچہ بہت سی غیب کی باتیں حضور نے صحابہ کو بتائیں، جس نے کتب احادیث کا مطالعہ کیا ہے اس پر وہ احادیث مخفی نہیں۔ علامات قیامت، فتن کا ظہور، امام مہدی کا پیدا ہونا، حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام کا نزول، دجال کا خروج اور اس کا فتنہ، یاجوج ماجوج کے حالات ملحمہ کبری، دین اسلام کا حجاز کی طرف سمٹ جانا، وغیرہا ہزاروں واقعات کی تفصیل کتب احادیث میں موجود ہے، یہ حضور نے نہیں بیان کیا تو کس نے بیان کیا، اور حضور کو اللہ تعالی نے نہیں بتایا تھا، تو کیوں کر بیان کیا، یہ عقائد کہ جو سوال میں مذکور ہیں وہابیوں کے ہیں۔ ایسے عقیدہ والوں کو نہ امام بنانا جائز ہے اور نہ ان کے پیچھے نماز درست ہے۔ واللہ تعالی اعلم (ص: ۸۶۳تا۲۷۳)

حضور کو کنھیا اور مدینہ کو یثرب کھنا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین ان دو شعروں کے بارے میں؟ وہ دو شعر یہ ہیں:

دل دے کے تو ہے اپنا ایمان گما بیٹھے	اب جان ہے تو تو ہے ایمان ہے تو تو ہے

یثرب کے کنھیا سے ہم آنکھ لڑا بیٹھے	اب چین کہاں کمتراب نین رہیں گے تر

یہ دوشعر حضور کی شان میں کہا ہے اور یہ شعر کہے الاشخص کیسا ہے اور مولود شریف قیام کے وقت غیر مقلد حضور کو کنھیا سے تشبیہ دیتے ہیں۔ اور حضور سے عشق لگانے سے ایمان کیسے جاسکتا ہے اور ایسا شعر جو کہتے ہیں ان کے واسطے کیا حکم؟

الجواب:

حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کو کنھیا کہنا، ایک فاجر و بدکار زانی سے تشبیہ دینا گستاخی ہے، شاعر کو چاہیے کہ تو بہ کرے نبی ﷺ کے عشق سے ہرگز ایمان نہیں جاسکتا بلکہ حضور کی محبت کمال ایمان ہے بلکہ یمان اسی کا نام ہے۔ اور مدینہ طیبہ کو یثرب کہنا بھی ناجائز ہے، کفار اسے یثرب کہتے تھے، حدیث میں یثرب کہنے سے ممانعت آئی۔ واللہ تعالی اعلم (ص:۱۲۴)

درود شریف افضل یا انگوٹھا چومنا

درود شریف پڑھنا زیادہ افضل ہے حضور پرنور صلی اللہ تعالی علیہ وسلم پر، یا نام آنے پر یہ سن کر انگوٹھا چومنا زیادہ افضل ہے؟ بینوا توجروا۔ (ص:۳۸۴)

الجواب:

درود شریف عمر میں ایک بار فرض۔ اور ہر مجلس میں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کا ذکر ہوا ایک بار پڑھنا واجب۔ اور بعض علما کے نزدیک جتنی مرتبہ نام اقدس لے یا سنے ہر بار واجب ہے۔ مگر اصح یہ ہے کہ ایک بار واجب اور ہر بار مستحب۔ اذان میں نام اقدس سن کر نگوٹھا چومنا مستحب ہے۔ اور دوسرے موقع پر بھی ممانعت نہیں بلکہ یہ ایک قسم کی تعظیم ہے لہذا تعظیم کرنے والا مستحق اجر وثواب ہے مگر قرآن مجید کی تلاوت یا خطبہ میں نام اقدس سنے تو اس وقت اس کے سننے کی طرف متوجہ رہے اور کوئی حرکت نہ کرے۔ واللہ تعالی اعلم (ص:۵۸۴/۶۸۴)

خواب میں زیارت رسول ﷺ کا امجدی نسخہ

کسی عاشق نے سرور دو جہاں ﷺ کی زیارت سے خواب میں مشرف ہونے کے لیے کوئی عمل دریافت کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ:

> ''باوضو قبلہ رو اور دہنی کروٹ، پاک بستر پر سوئے، اور یہ درود سات بار کم سے کم پڑھے۔ بلکہ پڑھتا ہوا سو جائے۔ اس کو برابر جاری رکھے، زیارت اقدس سے مشرف ہوگا۔ **اللھم صل علی جسد سیدنا محمد فی الاجساد و علی روح سیدنا محمد فی الارواح و علی قبر سیدنا محمد فی القبور صلی اللہ علیہ و علی آلہ و بارک و سلم.**

یہ ہمارا دین تھا پھر تجھ کو کیا	نجدی مرتا ہے کہ کیوں تعظیم کی

حدیثِ ظلِّ عرش کا تجزیاتی مطالعہ

حضور صدر الشریعہ کی سیرت کے آئینے میں

از قلم: **شمیم رضا اویسی امجدی**
مدینۃ العلماء گھوسی مئو

موسم گرما اپنے پورے شباب پر ہو، خشک و گرم ہوا کے جھونکے اٹھ رہے ہوں، چلچلاتی دھوپ کی تپش پورے بدن کو جھلسا رہی ہو، ایسے وقت میں ہر شخص کی یہ کوشش ہوتی ہے کہ حتیٰ الامکان دھوپ کی تپش اور تمازت سے اپنے آپ کو محفوظ رکھا جائے، عاجز کر دینے والی گرمی اور اسکی جان لیوا لو سے حفاظت کی پوری تدبیریں کی جائے اور جہاں تک ہو سکے کسی درخت یا عمارت کے سائے میں اپنی مشغولیات کو انجام دیا جائے، ٹھیک اسی طرح کل بروز محشر جب ایک وسیع و عریض میدان میں اولین و آخرین جمع ہونگے، سورج سوا نیزے پر ہوگا، زمین تانبے کی طرح گرم ہوگی، شدت پیاس سے زبانیں باہر نکل رہی ہونگی، ہر شخص پسنے میں غرق ہوگا کوئی ٹخنے تک کوئی گھٹنے تک، اور کوئی کمر یا گردن تک پسینے میں ڈوبا ہوا ہوگا، اس وقت نہ کسی درخت یا عمارت کا سایہ ہوگا نہ سر چھپانے کے لئے کسی طرح کا کپڑا، ایسے پریشان کن ماحول میں لوگ سائے کی تلاش میں اِدھر اُدھر دیکھتے پھرینگے، اچانک لوگوں کی نظر پڑے گی کہ اللہ رب العزت کے عرش کے نیچے بڑا خوبصورت اور ٹھنڈا سایہ ہے، کچھ لوگ وہاں بڑے آرام سے بیٹھے ہونگے، اللہ کی رحمت نے انہیں ڈھانپ رکھا ہوگا، نہ انہیں قیامت کی سختیوں کی پروا ہوگی نہ حساب و کتاب کی فکر، لوگ انکی طرف حیرت بھری نگاہ سے دیکھینگے اور انکے مقدر پر رشک کرینگے، آخر وہ خوش قسمت حضرات کون ہونگے؟ انکے اوصاف کیا ہونگے؟ جنہیں یہ عظیم سعادت نصیب ہوگی!

جب ہم احادیث کی طرف اپنا رخ کرتے ہیں تو ایک روایت سامنے آتی ہے جسے امام بخاری نے صحیح بخاری میں چار جگہ نقل کیا ہے، کتاب الصلوۃ، کتاب الزکاۃ، کتاب الحدود میں تفصیلاً اور کتاب الرقاق میں مختصراً علاوہ ازیں یہ روایت صحیح مسلم، مؤطا امام مالک، سنن نسائی اور جامع ترمذی میں بھی موجود ہے، حافظ ابن عبد البر اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں:

"ھذا احسن حدیث یروی فی فضائل الاعمال و اعمھا و اصحھا "(تنویر الحوالک جلد۳ص۱۲۷)

"یعنی فضائل اعمال میں جو روایتیں مروی ہیں ان میں یہ حدیث سب سے زیادہ بڑھ کر، سب سے زیادہ عام اور سب سے زیادہ صحیح ہے"

آیئے اب حدیث پاک ملاحظہ کریں!

عن ابی هريرة عن النبی صلی الله تعالىٰ عليه وسلم قال: سبعة يظلهم الله فی ظله، يوم لاظل الا ظله، امام عادل، وشاب نشأ فی عبادة الله، ورجل قبله معلق بالمسجد، ورجلان تحابا فی الله اجتمعا عليه وتفرقا عليه، ورجل دعته امرأة ذات حسب وجمال فقال: إنی أخاف الله، ورجل تصدق بصدقة فأخفاها حتی لاتعلم شماله ما تنفق يمينه، ورجل ذكر الله خالياً ففاضت عيناه. (صحيح بخاری: باب من جلس فی المسجد ينتظر الصلاة و فضل المساجد)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا سات آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کو اپنے (عرش) کے سائے میں جگہ دے گا جس دن کہ اس کے سائے کے سوا کوئی سایہ نہ ہوگا۔(۱) عادل بادشاہ، (۲) وہ نوجوان جو اللہ کی عبادت میں پلا بڑھا ہو، (۳) وہ آدمی جس کا دل مسجد میں اٹکا رہتا ہے، (۴) ایسے آدمی جن کی محبت محض اللہ کی خاطر تھی، اسی کے لئے جمع ہوئے اور اسی پر جدا ہوئے (۵) وہ آدمی جس کو کسی صاحبِ حسب و جمال عورت نے دعوت دی تو اس نے کہا مجھے خدا کا خوف ہے، (۶) وہ آدمی جس نے اس قدر چھپا کر صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو بھی خبر نہ ہوئی اور (۷) وہ آدمی جس نے تنہائی میں اللہ کو یاد کیا تو آنکھیں ابل پڑیں۔

ان سعادت مند افراد کے متعلق چند تفصیلات:

الإمام العادل: منصف، حاکم جس نے تمام معاملات میں عدل وانصاف کے تقاضے ملحوظ رکھے، چونکہ حکمران کے کندھوں پر رعایا کا بوجھ ہوتا ہے، کہا گیا ہے "الناس علی دین ملوکھم" لوگ اپنے بادشاہوں کے دین پر ہوتے ہیں، وہ جیسی فضا قائم کرتے ہیں رعایا پر ویسے ہی اثرات مرتب ہوتے ہیں، بسا اوقات اپنے قریبی رشتہ داروں کے خلاف فیصلے دینے پڑ جاتے ہیں، صاحب عز وشرف حضرات کی فرمائشیں ٹھکرانی پڑ جاتی ہیں، اور ذرا سی بے توجہی امت میں بگاڑ پیدا ہونے کی باعث بن جاتی ہے، غرض کہ ایک انصاف پسند حکمران کو بہت ساری آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے، اسلیئے اللہ رب العزت ایسے حکمرانوں سے بروز حشر فرمائے گا، اے عدل پسند حکمرانو! عدل وانصاف قائم کرنے اور صحیح فیصلوں کو نافذ کرنے کے سلسلے میں تم نے بہت ساری دشواریاں برداشت کیں! اسلیئے آج عرش کے ٹھنڈے سائے میں بیٹھ کر ہماری رحمتوں سے لطف اندوز ہوکر، ہماری طرزِ حکومت کو دیکھو!

شاب نشأ فی عبادة ربه: دوسرا وہ نوجوان جو اپنے پروردگار کی عبادت میں پروان چڑھا، شباب کا اعتبار یہاں اسلیئے کیا گیا ہے کہ جوانی میں انسان کے اندر بے شمار جذبات، امنگیں، خواہشیں اور ارمان جنم لیتے ہیں، حدیث میں آیا ہے "الشباب شعبۃ من الجنون" گویا جوانی کے دنوں میں اللہ رب العزت کی عبادت و ریاضت میں مشغول رہنا

آسان کام نہیں، اسلیئے جواں سال عابد بھی مستحقِ سایہ الٰہی ہے،

رجل قلبہ معلق فی المسجد: تیسرا وہ خوش نصیب شخص ہے جسکا دل ہر وقت مسجد میں لگا رہتا ہے، جب ایک نماز پڑھ کر مسجد سے چلا آتا ہے تو دوسری نماز کا منتظر رہتا ہے کہ کب نماز کا وقت آئے اور مسجد میں جاکر دوبارہ نماز پڑھ سکے، اسے نماز میں ایسا سکون اور اطمینان ملتا ہے کہ بار بار اسکا دل یہ تمنا کرتا ہے کہ نماز کے ذریعے کب اپنے رب سے کلام کروں، کب اپنے رب سے ملاقات اور مناجات کروں،

و رجلان تحابا فی اللہ اجتمعا علیه و تفرقا علیه: چوتھے نمبر پہ وہ دو افراد ہیں جنہوں نے ایک دوسرے سے محبت کی اور اس محبت کی بنیاد خالص رضائے الٰہی اور اطاعت رسول رہی نہ کہ کوئی دنیوی غرض و مفاد، اور اسی محبت پر زندگی بھر قائم رہے یہاں تک کہ موت نے انہیں جدا کردیا،

و رجل طلبته ذات منصب و جمال فقال انی اخاف اللہ: پانچواں وہ نیک اور پاکباز مرد ہے جسے کسی خوبصورت اور اونچے خاندان کی عورت نے برائی کی دعوت دی اور اس نے یہ کہہ کر ٹھکرادیا کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں، واقعی اللہ اور اسکے رسول کے حکم پر سر تسلیم خم کرتے ہوئے، حسن و جمال، دولت و ثروت اور جسمانی نشاط سے منہ پھیر لینا اور خواہشات نفسانی کے بھڑکتے ہوئے شعلوں سے اپنے دامن کو بچالینا بہت مشکل ترین کام ہے، اسی ایسے شخص کے لیئے بھی قیامت کے دن عرش الٰہی کی بشارت دی گئی،

رجل تصدق بصدقة فاخفاها: چھٹا وہ آدمی جس نے صدقہ کیا اور اسکو اتنا مخفی رکھا کہ اسکے بائیں ہاتھ کو بھی پتہ نہ چلا کہ دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا، یعنی ریاکاری اور شہرت پسندی سے بچ کر صرف اور صرف رضائے الٰہی کی خاطر صدقات و خیرات کرتا رہا، روایت میں "صدقہ" کا لفظ بطور نکرہ واقع ہے جو عموم چاہتا ہے، جس معلوم ہوتا ہے کہ یہاں صدقہ واجبہ اور صدقہ نافلہ دونوں مراد ہے،

رجل ذکر اللہ خالیا ففاضت عیناہ: ساتواں وہ شخص جس نے خلوت میں خدا کو یاد کیا اور اسکی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے، تنہائی میں انسان کی سہی حقیقت واضح ہوتی ہے کہ وہ کیا ہے، اجتماعی طور پر عبادات کا اہتمام بہت آسان ہے، اسلیئے ایسے شخص کو سایہء عرش کی بشارت دی گئی جو عالم تنہائی میں اپنے رب کے حضور اشک برساتا ہے، سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے،

"ما من عبد مؤمن یخرج من عینیه دموع و ان کان مثل رأس الذباب من خشیة الله ثم یصیب شیئا حر وجهه إلا حرمه الله علی النار"

"یعنی جب بندہ مومن کی آنکھ سے آنسو اللہ کے خوف سے نکلیں اگرچہ مکھی کے سر کے برابر ہوں اور پھر اسکے چہرے کے کسی حصے پر بہہ نکلیں تو اللہ تعالیٰ اس بندہ پر آگ کو حرام فرمادیتا ہے"

کسی ایک صفت سے متصف بھی اسکے اندر داخل ہوگا یا تمام صفات ضروری ہیں؟

مذکورہ روایت میں سات فریق مراد ہیں جسکا مطلب یہ ہے کہ جو مسلمان ان اعمال میں سے کسی ایک عمل پر بھی کاربند ہوگا تو خداوند کریم اسے یہ فضیلت عطا فرمائے گا، اور جس مومن بندے کے اندر یہ سارے ہی اوصاف پائے جائیں تو پھر اسکی شان کا کیا کہنا!!

یقیناً اللہ رب العزت کے بعض بندے ایسے بھی ہونگے جنمیں یہ ساری خوبیاں جمع ہونگی لیکن اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا کہ جس کسی کے اندر انمیں سے بعض یا اکثر اوصاف پائے جائیں وہ شخص بھی بڑا بخت آور ہوگا،

اسی طرح یہاں پر محض سات ہی افراد کی تخصیص مراد نہیں ہے اسلیئے کہ بعض دیگر روایات میں اور بھی کئی ایک اوصاف مذکور ہوئے ہیں جن کے سبب سایہ عرش کا مزدہ جانفزا سنایا گیا ہے، نزھۃ القاری جلد۳ صفحہ ۱۳۴ پر ہے "

''سبعۃ، سات ہی کی تخصیص نہیں، مفہوم عدد معتبر نہیں، اس لئے کہ کہیں بھی عدد کا ذکر حصر کا افادہ نہیں کرتا جب تک کہ حصر پر قرینہ نہ ہو، مسلم شریف میں حضرت ابوالیسر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا"

" من انظر معسرا أو وضع له اظله الله فی ظله"

یعنی جو کسی تنگ دست مقروض کو مہلت دے یا اسے معاف کر دے اسے اللہ اپنے سائے میں رکھے گا جب اسکے سائے کے سوا اور کوئی سایہ نہ ہوگا

صدر الشریعہ کی بے مثال شخصیت مذکورہ اوصاف کی روشنی میں

برصغیر میں اسلام کے احیاء وتجدید کے افق پر ابھر کر آنے والی شخصیات، جنہوں نے اس دیار میں سرمایہ ملت کی نگہبانی اور دین وعقیدے کی پاسبانی کا ناقابل فراموش اور تاریخ ساز کارنامہ انجام دیا اور اپنی علمی، تصنیفی خدمات، دعوتی و تبلیغی مساعی کے ذریعہ برصغیر بلکہ پوری دنیا کے دینی وعلمی ماحول کو متاثر کیا اور ایک بڑے طبقے کا رشتہ انکے حقیقی خالق و مالک سے جوڑا، ان میں صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات گرامی ایک ممتاز اور نمایاں مقام رکھتی ہے، آپکی تعلیم وتربیت، تصنیف وتالیف، وعظ وتقریر کے ذریعہ جہاں عقائد حقہ کی تبلیغ ہوئی وہیں مسائل صحیحہ کی اشاعت عمل میں آئی اور باطل بدعات ورسومات کا قلع قمع ہوا، آپ کی ذات اپنی جامعیت کے اعتبار سے "ان ابراھیم کان امۃ" کی تفسیر تھی کیونکہ آپ بیک وقت قرآنی علوم کے عالم، فقہ وافتا کے امام، احادیث وسیرت اور تصوف ومعرفت کے رمز شناس، اپنے عہد کے بے مثل واعظ ومتکلم، مجلس ارشاد وسلوک کے صدر نشیں، عزیمت و استقامت کے پہاڑ، فقر وتواضع کے نشان، بصائر وحکم کے سرچشمہ، زہد وقناعت کے مجسمہ، اخلاص وایثار کے پیکر، میدان صبر ورضا کے شہسوار، قافلہ جہد وعمل کے تاجدار اور سلف وصالحین کی مکمل اور متحرک یادگار تھے۔

آپ کے اندر شخصیت سازی اور تعمیر سیرت کی بے پناہ صلاحیتیں موجود تھیں یہی وجہ ہے کہ آپکی بارگاہ سے فیض یافتہ ایسے ایسے آفتاب وماہتاب پیدا ہوئے جنہوں نے عالم اسلام کے افق پر ایسی روشنی بکھیری جس سے کفر وضلالت کی

تاریکیاں ماند پڑ گئیں، حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی ذات یوں تو بہت سارے مجموعہ کمالات اور جامع انواع فضائل واُوصاف کی حامل ہے، جنہیں جمع کرنے کے لئے عظیم دفتر درکار ہے، اسی لیئے یہاں پر محض انہیں اُوصاف کا ذکر مقصود ہے جن کے باعث حدیث رسول میں سایہ عرش کی نوید سنائی گئی،

صفت عدل (امام عادل) اور صدر الشریعہ

بظاہر تو اس سے مراد وہ شخص ہے جو کسی سلطنت کا حکمران یا بادشاہ ہو جسکے ہاتھ میں حکومت کی داغ بیل ہو، لیکن اس زمرے میں وہ شخص بھی شامل ہے جو مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی بھی معاملہ کا حق ولایت رکھتا ہو عام ازیں کہ وہ کسی ملک یا صوبے کا شرعی قاضی ہو یا کسی شہر کا ناظم ہو یا کسی جماعت کا سربراہ۔

حافظ بن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں،

"و المراد به صاحب الولاية العظمى و يلتحق به كل من ولى شيئا من امور المسلمين فعدل به" (فتح الباری شرح صحیح البخاری)

"امام سے مراد وہ آدمی ہے جسے ولایت عظمیٰ حاصل ہو اور اسکے ساتھ ہر وہ شخص بھی شامل ہے جسے مسلمانوں کے آپس کے معاملات میں کسی معاملہ میں حق ولایت حاصل ہو اور وہ اسمیں عدل سے کام لے"

اس سے حوالے صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی شخصیت کافی ممتاز اور نمایاں ہے، آپکو غیر منقسم ہندوستان کے قاضی ہونے کا شرف حاصل تھا، رجب المرجب ۱۳۳۹ھ میں اعلی حضرت عظیم البرکت علیہ الرحمۃ والرضوان نے متحدہ ہندوستان کے لیئے دار القضاء قائم فرمایا، اور بعض علماء کرام کی موجودگی میں صدر الشریعہ مولانا امجد علی اور مفتی اعظم کو منصب افتاء پر معمور فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا، "اللہ عزوجل اور اسکے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے مجھے جو اختیار عطا فرمایا ہے اسکی بناء پر ان دونوں کو نہ صرف مفتی بلکہ شرعی قاضی مقرر کرتا ہوں، کہ ان دونوں کے فیصلے کی وہی حیثیت ہے ہوگی جو ایک قاضی اسلام کی ہوتی ہے"

قاضی کا منصب اور اسکے شرائط بہت ہیں، صدر الشریعہ کو اس منصب پر فائز فرمانا اس امر کی واضح دلیل ہے کہ سیدی سرکار اعلحضرت کو صدر الشریعہ کے تفقہ، عدل وانصاف اور فیصلہ مقدمات کے متعلق کس درجہ اطمینان و یقین تھا، یہی وجہ ہے کہ آپ پوری زندگی کسی کی حق تلفی کیئے بغیر عدل وانصاف کے تقاضوں کو پورا کرتے رہے اور بے شمار ضروری کاموں میں مصروفیات کے باوجود بھی اس منصب جلیلہ کے فرائض بحسن وخوبی انجام دیتے رہے،

اس مضمون کو تھوڑا سا اور وسیع کیا جائے تو اس ضمن میں وہ افراد بھی شامل ہو سکتے ہیں جو کسی خاندان یا پریوار کے سرپرست ہوں اور اپنے ماتحتوں اولاد وامجاد کے متعلق انصاف سے کام لیتے ہوں، اسلیئے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے،

"اتقوا الله و اعدلوا فی أولادكم" (صحیح بخاری، كتاب الهبة، باب الاشهاد فی الهبة)

"یعنی اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو"

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان اپنے افراد خانہ اور اولاد کے متعلق بھی کافی انصاف پسند تھے، آپکے صاحبزادے شیخ المفسرین علامہ عبد المصطفی ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:

"والد صاحب قبلہ نے ہم چار بھائیوں کے حساب سے قادری منزل کی تعمیر کی تھی، اور اسکا سلسلہ ایسا رکھا تھا کہ بوقت ضرورت چاروں اپنے آپ کو الگ کرسکیں، دیواروں میں جگہ رکھی گئی تھی جو پلاسٹر سے چھپی ہوئی تھی لیکن ہم سب کو معلوم تھی، اسکے بعد قضائے الٰہی سے دونوں بڑے بھائی اور چھوٹے بھائی والد صاحب کی موجودگی میں ہی فوت ہو گئے، انتہائی صدمہ سے انکی آنکھ کی بینائی میں کمی آ گئی، وہ جو کہا جاتا ہے کہ اولاد آنکھوں کا نور ہوتے ہیں، انکے انتقال سے اسکا ظہور ہو گیا، تو اب سفر حج سے قبل والد صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ بتاؤ مکان کس طرح تقسیم کیے جائیں، چونکہ برادرم مولانا ضیاء المصطفی سلمہ یہ چار بھائی ایک ہی والدہ صاحبہ سے تھے جو ابھی تک زندہ ہیں، میں نے کہا قادری منزل ان چار بھائیوں کو دے دیں، اور قاری رضاء المصطفی اور مجھے پرانا مکان دے دیں، اور بھتیجوں مولانا قمر الہدیٰ سلمہ اور قاری ساجد سلمہ کو بھی کچھ نا کچھ دے دیں تا کہ یہ سر چھپا سکیں، چنانچہ والد صاحب قبلہ نے تقریباً اسی مطابق کچھ ترمیم و تنسیخ کے ساتھ اپنا وصیت نامہ مرتب فرمایا تھا، (حیات و خدمات ص ۲۳۶)

حضور صدر الشریعہ کا شان تقویٰ

تقویٰ ایک سچے مومن کی پہچان ہے، ہر سچا مومن تقویٰ کا لباس پہنے ہوئے ہی زندگی گزارتا ہے، حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان بچپن ہی سے منہیات سے دور اور احکام شرع کے مکمل پابند تھے، آپکی پوری زندگی شریعت مصطفیٰ اور سنت مصطفیٰ کی پیروی کرتے ہوئے گزری، آپکے تقویٰ کی شان بہت بلند و بالا ہے، آپ شریعت و طریقت دونوں کے جامع تھے، اسی باعث حضور حافظ ملت اکثر فرمایا کرتے، "صدر الشریعہ مجمع البحرین ہیں"

شیخ العلماء علامہ غلامہ جیلانی علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں:

"آپ شریعت و طریقت دونوں کے جید عالم تھے، نماز پنجگانہ پابندی کے ساتھ باجماعت ادا کرتے، روزہ پر پابندی کا حال یہ تھا کہ اگر آپ ایسے مرض میں مبتلا ہو جاتے جس میں شریعت نے رخصت دی ہے جب بھی روزہ قضا نہ کرتے، زکاۃ پوری پابندی سے ہر سال ادا فرماتے، حج بھی آپ نے کئی بار کیا، حقوق العباد کا بھی خاص خیال رکھتے، اتباع سنت میں آپکو کمال حاصل تھا، حسنِ اخلاق، صبر و شکر، توکل و قناعت، خودداری و استغناء امتیازات و خصوصیات میں سے تھے، آپ زہد و اتقا کے بلند مدارج پر فائز تھے بلاشبہ آپ ولی کامل تھے، (تذکرہ صدر الشریعہ ص ۴۲)

مسجد میں با جماعت نماز کی پابندی

شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں:
"آج کل علماء و مشائخ میں یہ بیماری پیدا ہوگئی ہے کہ نماز اپنے کاشانوں میں پڑھ لیتے ہیں، لیکن صدر الشریعہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اس پر بہت سختی سے پابند تھے، کہ مسجد میں حاضر ہوکر باجماعت نماز ادا کریں، بلکہ اگر کسی وجہ سے مقررہ مؤذن مقررہ وقت پر نہیں پہونچتے تو خود اذان دیتے، قدیم دولت خانہ سے مسجد بالکل قریب تھی، وہاں تو کوئی دقت نہیں تھی، لیکن جب نئے دولت خانے قادری منزل میں رہنے لگے تو آس پاس میں دو مسجدیں تھیں ایک بازار کی مسجد دوسری بڑے بھائی کے مکان کے پاس جو نوّا کی مسجد کے نام سے مشہور ہے، یہ مسجدیں فاصلے پر تھیں، اس وقت بینائی بھی کمزور ہوچکی تھی، بازار والی مسجد نسبتاً قریب تھی، لیکن راستے میں بے تکی نالیاں تھیں اسلیئے نوّا کی مسجد نماز پڑھنے آتے تھے، ایک دفعہ ایسا ہوا کہ صبح کی نماز پڑھنے کے لیئے جارہے تھے راستے میں ایک کنواں پڑتا ہے، ابھی کچھ اندھیرا تھا، اور راستہ بھی برابر نہ تھا اونچا نیچا تھا، اندازے سے کنویں پر چڑھ گئے، قریب تھا کہ کنویں کے غار میں قدم رکھ دیتے، اتنے میں ایک عورت آگئی اور زور سے چلائی، ارے مولوی صاحب! رک جاؤ کنواں ہے، ورنہ گر ہڑھیو! یہ سن کر حضرت نے قدم روک لیئے اور کنویں سے اتر کر مسجد گئے، اسکے باوجود بھی مسجد کی حاضری نہیں چھوڑی، سفر میں بھی یہی کوشش رہتی کہ مسجد میں جاکر باجماعت نماز پڑھیں، مبارکپور کبھی امتحان اور سالانہ جلسے میں تشریف لاتے تو گولہ بازار کی مسجد میں جاکر باجماعت نماز پڑھتے، (ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر، ص۵۴)

جلالۃ العلم حضور حافظ ملت علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں:
"ذوقِ عبادت کا عالم یہ تھا کہ ایک مرتبہ آپ علیل ہوگئے شدت کا بخار تھا، بے ہوشی اور غنودگی طاری تھی، اور میں بھی حاضر تھا، جب ذرا ہوش آیا تو دریافت فرمایا کہ کیا وقت ہے؟ میں نے گھڑی دیکھ کر وقت بتایا تو ظہر کا وقت ختم ہوچکا تھا، فوراً آنکھ سے آنسو جاری ہوگئے، (المرجع السابق ص۱۳)

مفتی شریف الحق علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں:
حضور حافظ ملت نے عرض کیا کہ کیا حضور کو کہیں درد ہے؟ کہیں تکلیف ہے؟ فرمایا تکلیف ہے نماز ظہر قضا ہوگئی، حافظ ملت نے عرض کیا، حضور بیہوش تھے اور بے ہوشی کے عالم میں نماز قضا ہونے پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہے، فرمایا آپ مؤاخذہ کی بات کررہے ہیں، وقت مقررہ پر ایک حاضری سے تو محروم رہا، (ایضاً ص۵۵)

اللہ کی خاطر دوسروں سے محبت

حضرت سیدنا امام حافظ ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی حلیۃ الاولیاء وطبقات الاصفیاء کے اندر لکھتے ہیں:
"جان لو! اللہ عزوجل کے دوستوں کی کچھ ظاہری صفات اور مشہور علامات ہوتی ہیں،، قیامت کے دن انبیاء کرام و شہدائے عظام بھی انکے مرتبے پر رشک کریں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

"امیر المومنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا، بیشک اللہ عزوجل کے کچھ بندے ایسے ہیں کہ وہ نہ نبی ہیں، نہ شہید لیکن قیامت کے دن اللہ عزوجل کی طرف سے انکو ملنے والے رتبے پر انبیاء وشہداء بھی رشک کرینگے، ایک شخص نے عرض کی، ہمیں انکے اعمال کے بارے میں بتائیں تاکہ ہم بھی ان سے محبت کریں، آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: یہ وہ لوگ ہیں جو بغیر کسی رشتہ داری اور لین دین کے محض اللہ عزوجل کی رضا کے لیئے ایک دوسرے سے محبت کریں گے، اللہ عزوجل کی قسم انکے چہرے روشن ہونگے، اور وہ نور کے ممبروں پر جلوہ گر ہونگے، جب لوگ خوف میں مبتلا ہونگے تو انہیں خوف نہ ہوگا اور جب لوگ غمگین ہونگے تو انہیں کوئی غم نہ ہوگا، پھر آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے یہ آیت مبارکہ تلاوت فرمائی "الا ان اولیاء اللہ لاخوف علیھم ولاھم یحزنون" سن لو! بیشک اللہ کے ولیوں کو نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ (سنن ابی داؤد، کتاب الاجارۃ، باب فی الرھن)

اللہ تعالیٰ کائنات کا خالق و مالک ہے، ہر کوئی اسکا محتاج ہے مگر وہ کسی کا محتاج نہیں، شان صمدیت کا مالک اور منتہائے رضا کا حقدار صرف اللہ تعالیٰ ہے اسلیئے مخلوق کے لیئے اپنے خالق و مالک کی رضا حاصل کرنا بہت ضروری ہے، کہا گیا ہے کہ عمل کی قبولیت حسن نیت پر ہے اور حسن نیت کا نکھار اور کمال اللہ کی رضا سے ہے، اگر بندے کے دل کا مرکز و محور صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور رضا ہو تو ہر طرح کی آلائش، خوف، لالچ، حرص و ہوس، غرور و تکبر وغیرہ سے نجات مل جاتی ہے۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کی سیرت کا مطالعہ کرنے والا ہر قاری یہ بات بخوبی جانتا ہے کہ آپ کا ایک ایک عمل اللہ رب العزت کی خوشنودی حاصل کرنے اور اخلاص وللّٰہیت کا آئینہ دار تھا،

مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں،

> "عرفاء نے لکھا ہے کچھ لوگ دوزخ کے ڈر سے فرائض وواجبات کی پابندی کرتے ہیں اور معاصی سے بچتے ہیں، کچھ لوگ جنت کی امید پر، اور کچھ اللہ کے خاص بندے وہ ہیں کہ وہ جنت و دوزخ سے بے پرواہ ہو کر صرف رضائے الٰہی کے لیئے سارے اعمال حسنہ کرتے ہیں، انکا کہنا ہیکہ "لو کانت الجنۃ بدون جمالہ فیا ویلاہ، ولو کان النار بجمالہ فیا سوقاہ" اگر جنت میں اسکا دیدار نہ ہوا تو صد افسوس، اور جہنم میں اسکا دیدار نصیب ہو تو خوش نصیبی، ان سے بلند وہ عارفان حق ہیں جو دیدار کے بھی طالب نہیں وہ صرف رضائے الٰہی کے طلبگار ہیں، حضور صدر الشریعہ عرفان کی اسی منزل پر فائز تھے، (ماہنامہ اشرفیہ صدر الشریعہ نمبر ص ۵۵)

آپ رحمۃاللہ تعالیٰ علیہ اپنے قریبی دوستوں اور رشتہ داروں سے ہمیشہ رشتہ بحال رکھتے

آپکے صاحبزادے علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمۃ والرضوان لکھتے ہیں،

"والد صاحب جس زمانہ میں کریم الدین پور گھوسی رہا کرتے تھے تو روزانہ بعد نماز عصر ہمیشہ اپنے بڑے بھائی

حکیم احمد علی صاحب کے یہاں جاتے، اور وہ روزانہ بعد نماز مغرب ہمارے یہاں آتے، حکیم صاحب کا گھر دیہہ کلاں بڑا گاؤں میں تھا، اور وہیں قادری منزل بھی تھی اور بڑے بھائی حکیم شمس الہدی کی دکان کے سامنے کبھی کبھی ٹھہر جاتے یا کرسی پر بیٹھ جاتے، سیر وتفریح سے بہت انس تھا اور دوستوں کے ساتھ بہت بے تکلف زندگی بسر کرتے تھے، عید بقرعید کے موقعہ پر وہ رحمت الٰہی تلاہی، محمد طاہر اور محمد عمر عرف کرو، جو والد صاحب کے بچپن کے دوست تھے، اور اکثر اہلِ محلّہ کے ساتھ ساتھ ہوتے، دیہاتوں میں جایا کرتے تھے، جب بھی گھوسی آتے تو محلّہ بیسواڑہ میں عبدالحی خاں صاحب سے ضرور ملاقات فرمایا کرتے تھے، اسی طرح فتح پور ہسوہ جا کر وہاں بزرگ سنی عالم سے ملتے وہاں ایک اشرف علی کا بھی مرید تھا، بڑا مکار، اس سے یا کسی بدمذہب سے کبھی ملاقات نہ کرتے، (حیات وخدمات، ص۲۳۳)

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی زندگی "من کان للہ کان اللہ لہ" سے عبارت تھی، آپ نے جس سے محبت کی اللہ کی خاطر کی اور جس سے نفرت کی اللہ کی خاطر کی، آپ نے کبھی بھی دنیاوی جاہ وحشمت اور مال ودولت کی چاہ میں کسی سے اپنی عقدت ومحبت کا اظہار نہ فرمایا، اس حوالے خانوادہ اعلحضرت سے آپکی بے لوث عقیدت اور سرکار مفتی اعظم کا یہ ارشاد کسی دلیل یا سند سے کم نہیں، آپ فرماتے ہیں"

"صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ نے اپنا کوئی گھر نہیں بنایا، بریلی ہی کو اپنا گھر سمجھا، وہ صاحب اثر بھی تھے اور کثیر التعداد طلبہ کے استاذ بھی وہ چاہتے تو بآسانی کوئی ذاتی دار العلوم ایسا کھول لیتے جس پر وہ یکہ وتنہا قابض رہتے، مگر انکے خلوص نے ایسا نہیں کرنے دیا" (تذکرہ صدر الشریعہ، ص۵۲)

صدر الشریعہ کی غرباء پروری:

اللہ رب العزت نے مخلوقات میں رزق کی تقسیم یکساں نہیں رکھی، محلے یا خاندان میں ایک شخص بیانتہا امیر ہوتا ہے دوسرا غریب ترین، ایک کے پاس مال ودولت کی فراوانی ہوتی ہے تو دوسرے کو تن ڈھانپنے تک کا بھی کپڑا میسر نہیں ہوتا، تقسیم دولت کے حوالے سے قدرت کے اس نظام میں اللہ رب العزت کی مصلحت اور منشا اپنے بندوں کو آزمانا ہے، ایک بخیل اور تنگ دل شخص تو اس امتحان میں ناکام ہو جاتا ہے، لیکن ایک فیاض اور سخی دل انسان آزمائش پر پورا اترتا ہے بشرطیکہ اسمیں کسی طرح کا دکھاوا اور ریاکاری شامل نہ ہو۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ کی ذات میں یہ وصف بھی بالکل نمایاں اور واضح نظر آتا ہے، شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:

"میرے والد ماجد ابتداءً نوعمری میں بہت بڑے تاجر تھے اور حساب کے ماہر، صدر الشریعہ انکو بلا کر زکاۃ کا پورا حساب لگواتے، پھر انہیں سے کپڑے کا تھان منگا کر، عورتوں کے لائق الگ، مردوں اور بچوں کے لائق الگ اور سب کے مناسب قطع کرا کے تقسیم فرماتے، کبھی کوئی سائل دروازے سے خالی واپس نہ جاتا، آپ بہت

بڑے مہمان نواز بھی تھے، اور عموماً مہمان آتے رہتے تھے، سب کے شایانِ شان کھانے پینے اٹھنے بیٹھنے اور آرام کا اہتمام فرماتے مہمانوں کے لیئے خصوصیت سے انکی ضروریات کی چیزیں ہر وقت گھر میں رکھتے" (ماہنامہ اشرفیہ، صدرالشریعہ نمبر، ص ۵۶)

خلوت میں اللہ کو یاد کرنا

تنہائی کے عالم میں اللہ کو یاد کر کے اپنے گناہوں پر نادم ہو کر آنسو بہانا، اسکے احکام کی پابندی کرنا، منہیات سے بچنا، ذکر کی صدائیں بلند کرنا، عبادت وریاضت انجام دینا ایک اعلیٰ درجے کا عمل ہے، جو ہر کسی کے بس کی بات نہیں یہ چیز اللہ رب العزت کے مقرب بندوں کو ہی حاصل ہوتی ہے۔

حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان انتہائی متقی پرہیزگار، عابد شب زندہ دار، اور صاحب تقویٰ شعار بزرگ تھے، شبانہ روز کی حد درجہ مصروفیات کے باوجود بھی حیرت انگیز طور پر رات کی تاریکیوں میں ذکر واذکار، اوراد ووظائف اور تسبیحات وتہلیلات میں مشغول رہا کرتے تھے، بحرالعلوم مفتی عبدالمنان اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں،،

"رمضان مقدس کے مہینے میں اکثر وبیشتر مجھے ہی خدمت اقدس کی حاضری کا شرف حاصل رہا کرتا تھا، عام لوگوں کی طرح میرا معمول یہ تھا کہ سحری کھانے کے بعد عموماً سو جاتا، پھر نماز فجر کے لیئے بیدار ہوتا، اس بابرکات مہینے کی ایک شب تھی، میں معمول کے مطابق سحری کھا کر سو گیا کہ اچانک فجر سے پہلے میری آنکھ کھل گئی، کیا دیکھتا ہوں، سیدی صدرالشریعہ قدس سرہ یونہی مصلے پر بیٹھے مراقبہ کی حالت میں ذکر الٰہی میں مصروف ہیں، اور اسم جلالت کی ضرب سے پورا کمرہ شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح آواز سے گونج رہا تھا، درو دیوار انوار وتجلیات میں ڈوبے ہوئے تھے، اور حضرت پر بے خودی سی کیفیت طاری تھی، سبحان اللہ، جسے ہم اس دور کا فقیہ اعظم سمجھتے ہیں وہ اپنے وقت کا بیمثال عارف کامل، مرد حق آگاہ، ذکرِ الٰہی سے سرشار، قلب لطیف کا حامل، اللہ رب العزت کا مقرب بندہ بھی ہے، اس وقت مجھے آپکے قرب الٰہی اور روحانیت کے بلند مراتب کا اندازہ ہوا" (ماہنامہ اشرفیہ، صدرالشریعہ نمبر، ص ۱۶۳)

مسجد نبوی کی قابل رشک رات:

حضور شارح بخاری لکھتے ہیں:

"جب حضرت صدرالشریعہ حج سے فارغ ہو کر مدینہ طیبہ حاضر ہوئے تو حضرت صدرالشریعہ کو یہ شرف حاصل ہوا کہ رات میں جب بعد نماز عشا مسجد نبوی شریف خالی کرالی جاتی، صرف خدام رہ جاتے، (آپ فرماتے ہیں) مجھے شریف مکہ کی خصوصی سند کی بناء پر رات میں مسجد نبوی کے اندر رہنے کی اجازت تھی، اور زمانہ قیام میں ہر رات مسجد نبوی کے اندر رہتا، خدام نے مجھے اسکی بھی اجازت دی کہ میں روضہ مبارک کے اندر جا سکوں، مگر میری ہمت نہ ہو سکی، میں کہاں، کہاں وہ مبارک خطہ، یہی بہت کرم تھا کہ دربار میں رات کی

تنہائیوں میں مسلسل باریاب فرماتے رہے، منجھلے بھائی حکیم احمد علی صاحب نے پوچھا کہ ان راتوں کی خلوت کی حاضریوں میں کیا ہوا؟ مسکرا کر فرمایا، یہ مت ہو چھیئے! یہ بتانے کی بات نہیں" (ایضاً ص ۶۰)

سبحان اللہ، کیا شان ہے اللہ والوں کی، جس در پاک پر ایک لمحے کی حاضری دو جہاں کی سب سے بڑی سعادت مانی گئی، وہاں ساری رات بالکل تن تنہا مکین گنبد خضراء سے مسلسل باریابی حاصل کرنا اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ کسی بڑی نعمت سے کم نہیں۔

جب مہر نمایاں ہوا سب چھپ گئے تارے	تو مجھ کو بھری بزم میں تنہا نظر آیا

اللہ رب العزت حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان کے نقش قدم پر ہم سب کو چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور آپکے فیوض و برکات سے شاد کام فرمائے، آمین۔

صدرالشریعہ ایک عاشق صادق

از: **مولانا ذیشان رضا امجدی گھوسی**
مدرسہ رضویہ بدرالعلوم، قصبہ خاص، گھوسی

اللہ تبارک وتعالیٰ نے انسانوں کے اندر ایک ایسی قوت رکھی کہ انسان کسی نہ کسی کی طرف مائل ہو جاتا ہے، وہ قوت کیا ہے؟ وہ قوتِ محبت ہے۔ بعض لوگ والدین سے محبت کرتے ہیں، اور کچھ لوگ اپنی اولاد سے، کچھ اپنے دوست واحباب سے۔ لیکن یہ سب محبتیں مکمل ایمان تو دور کی بات، ایمان کا ایک جز بھی نہیں ہوا کرتیں۔ ہاں پوری دنیا میں ایک ایسی ذات بابرکات ہے، جس کی محبت، شان ایمان، جان ایمان اور روح ایمان ہے۔ اور جس پر مرمٹنا، زندگی کی معراج ہے اور وہ نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ ہے، ہر مسلمان کے قلب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہمہ تن موجزن ہوتی ہے، کسی بھی لمحہ وآن میں مسلمان کا دل، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اُلفت ومحبت سے خالی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان ہر وقت، ہر گھڑی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ناموس پر، تن، من، دھن نچھاور کرنے کے لیے تیار رہتا ہے، مسلمانوں کی تاریخ گواہ ہے کہ جب بھی خون دینے کا موقع آیا، مسلمانوں نے بے دریغ اپنی جانیں قربان کردیں اگر آپ تاریخ کے اوراق پلٹ کر دیکھیں گے تو تاریخ کا ہر صفحہ ہر ورق عاشقانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خون سے رنگین نظر آئے گا، مسلمانوں کی اس اُلفت اور عشق کی مثال اور نظیر پیش کرنے سے تا قیامت دنیا قاصر رہے گی۔

نبی آخرالزماں (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے ارشاد فرمایا: "لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ" (بخاری شریف، کتاب الایمان) ترجمہ: تم میں سے کوئی بھی شخص اس وقت تک مومن کامل نہیں بن سکتا جب تک میں اس کے نزدیک اس کی اولاد، باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی حیات طیبہ کا مطالعہ کریں گے، تو معلوم ہوگا کہ وہ اس فرمان پر کامل طور پر عمل پیرا ہو کر اپنی زندگی کو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے قربان کردی اور عشق رسول کی ایسی شمع فروزاں کی، جس کی لو صبح قیامت تک مدھم نہیں ہو سکتی۔ اور انہیں نفوس قدسیہ کے نقش قدم کو اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتے ہوئے اولیائے عظام اور محبوبان خدا نے بھی عشق رسول کو اپنی زندگی کا معیار بنایا اور فنافی الرسول ہو کر اپنی زندگی کے لمحات کو صرف فرمایا۔ انہیں عشاق رسول میں سے ایک سچے عاشق رسول صدرالشریعہ، بدرالطریقہ علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان ہیں جو حضرت مولانا حکیم جمال الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کے گھر ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۸۲ء کو قدم رنجا ہوئے۔

آپ کی ذات گوناں گوں اوصاف وکمالات کا بحر بیکراں تھی۔ آپ جہاں ایک بہت بڑے عالم دین، محقق، مفسر، محدث، مفتی، ماہر لسانیات اور فقیہ تھے، وہیں آپ ایک بہت بڑے عاشق رسول تھے۔ آپ نے اپنی زندگی، سینے میں عشق رسول بسا کر گزاری۔ آپ کے افعال واقوال حدیث رسول کا آئینہ دار تھے۔

حضور شارح بخاری علامہ، مفتی محمد شریف الحق امجدی فرماتے ہیں کہ میں نے بار بار دیکھا ہے کہ جب نعت شروع ہوتی تو آنکھیں بند کر لیتے اور مؤدب بیٹھ جاتے، دونوں ہاتھ باندھ لیتے اور انتہائی وقار و تمکنت کے ساتھ اس طرح پر سکون ہو جاتے کہ معلوم ہوتا کہ کوئی پتھر کا مجسمہ ہے۔ نہ واہ، واہ۔ نہ سبحان اللہ۔ پورے انہماک اور توجہ سے سنتے، پھر کچھ دیر بعد آنکھوں سے سیلِ اشک اس طرح جاری ہو جاتے کہ تھمنے کا نام نہ لیتے ۔نعت پڑھنے والا نعت پڑھ کر خاموش ہو جاتا اس کے بعد بھی کچھ دیر تک یہی خود فراموشی طاری رہتی، ریش مبارک تر ہو جاتی، لباس تر ہو جاتا لیکن آنسو نہ تھمتا۔ (صدر الشریعہ نمبر اکتوبر/نومبر، ۱۹۹۵)

شارح بخاری علیہ الرحمہ آگے فرماتے ہیں کہ:" حب رسول ہی کی تڑپ تھی کہ مدت العمر سفر، حضر کہیں بھی ہوں ،کتنی بھی مصروفیت ہو، نماز فجر کے بعد ایک پارہ کی تلاوت فرماتے پھر ایک حزب دلائل الخیرات شریف پڑھتے، اس میں کبھی ناغہ نا ہوتا اور ہر جمعہ کو بعد نماز جمعہ بلا ناغہ سو بار درود رضویہ پڑھتے حتیٰ کہ جب سفر میں ہوتے تو بھی درود رضویہ پڑھتے چلتی ہوئی ٹرین میں کھڑے ہو کر پڑھتے۔ (صدر الشریعہ نمبر . اکتوبر/نومبر ۱۹۹۵ء)

عشق رسول کی دیوانگی جس پر سارے جہاں کی قربان فرزانگی

رئیس التحریر علامہ ارشد القادری روانگی حج کے واقعات کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جب حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بستر علالت پر تھے تو حضور مفتی اعظم عیادت کے لئے تشریف لایا کرتے تھے، مفتی اعظم اور حضور صدر الشریعہ کا سفر ایک ہی ساتھ بحری جہاز سے طے تھا، ممبئی میں مفتی اعظم کا قیام کسی اور جگہ تھا حضرت کی عیادت کے لئے روزانہ تشریف لاتے تھے، تاریخ روانگی سے ایک دن قبل بھی ملاقات کے لئے تشریف لائے، ان کی آمد پر عقیدت مندوں کا کافی ہجوم اکٹھا ہو گیا اسی اثناء میں نعت خوانی شروع ہو گئی جیسے پڑھنے والوں نے اعلیٰ حضرت کی نعت کا یہ مصرع پڑھا:

بھینی سہانی صبح میں ٹھنڈک جگر کی ہے

حضور صدر الشریعہ نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور فرمایا: مجھے تکیہ کے سہارے بٹھا دو۔ جب تک نعت خوانی ہوتی رہی حضرت آنکھیں بند کئے ہوئے اسی طرح بیٹھے رہے۔ (حیات وخدمات ص:۷۷)

آپ کے سینے میں عشق رسول کا سمندر موجزن تھا جب کبھی نعت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم گنگنائی جاتی تو آنکھوں سے اشکوں کا دھارا بن کر ابل پڑتا۔

نعتیہ مشاعرے کا انعقاد:

حضور شارح بخاری لکھتے ہیں:

عشق رسول کا ایک بہت بڑا نمونہ یہ بھی تھا کہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ہر سال قادری منزل کی چھت پر نعتیہ مشاعرہ کا بڑے اہتمام سے انعقاد فرماتے رمضان المبارک میں علامہ عبد المصطفیٰ ازہری صاحب اور

علاّمہ عبدالمصطفیٰ اعظمی صاحب کو بلا کر خود مصرعہ طرح منتخب فرماتے جو یا تو اعلیٰ حضرت کا کوئی مصرعہ ہوتا یا مولانا حسن رضا صاحب کا کوئی مصرعہ ہوتا مثلاً ایک سال مصرعہ طرح یہ تھا:۔

''تاج والوں کا یہاں خاک پر ماتھا دیکھا''

اور ایک سال مولانا حسن رضا خان صاحب کا یہ مصرعہ تھا

''جب خاک اڑے میری مدینے کی ہوا ہو''

پھر ازہری صاحب کو بیٹھا کر تمام شعراء کرام کی لسٹ بنواتے پھر حکم دیتے کہ سبکو دعوت نامہ بھیج دینا سارے اخراجات اپنے جیب سے کرتے عموماً یہ مشاعرہ ۴ر شوال کو ہوتا تھا مشاعرے کی رات عشاء کی نماز پڑھنے کے بعد ہی فوراً فرش بچھوا کر سب سے پہلے خود آ کر بیٹھ جاتے اور جبتک مشاعرہ ختم نہ ہو جائے بیٹھے رہتے اور جن شعراء کا کلام پسند آ جاتا اس سے فرماتے: بھئی تم نے بہت اچھا کہا، بہت خوب کہا، بہت عمدہ کہا،

غرض کہ اس مشاعرے کی بڑی دھوم رہتی مشاعرے کے بعد اس کے چرچے ہوتے رہتے ۔ یہ سب کیا تھا عشق رسول کی جلوہ سامانی ہی تھی ۔ حضور صدرالشریعہ قدس سرہ کے سینے مبارکہ میں عشق رسول رچ بس گیا تھا۔ وہ تاحیات عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا درس دیتے رہے۔ ملاحظہ ہو ایک موقع پر عشق و تعظیم رسول کی تعلیم کس دل آویز پیرائے میں دے رہے ہیں۔

آپ لکھتے ھیں: شان اقدس میں جو الفاظ استعمال کئے جائیں ادب میں ڈوبے ہوئے ہوں کوئی ایسا لفظ جس میں کم تعظیمی کی بو بھی ہو کبھی زبان پر نہ لائے، اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارے تو نام پاک کے ساتھ ندا نہ کرے کہ یہ جائز نہیں بلکہ یوں کہے، یا نبی اللہ! یا رسول اللہ! یا حبیب اللہ! اگر مدینہ منورہ حاضری نصیب ہو تو روضہ شریف کے سامنے چار ہاتھ دست بستہ جیسے نماز میں کھڑا ہو کر سر جھکائے ہوئے صلوۃ وسلام عرض کرے بہت قریب نہ جائے ادھر ادھر نہ جائے اور خبردار! خبردار! آواز کبھی بلند نہ کرے کہ عمر بھر سارا کیا دھرا اکارت ہو جائے۔ (بہار شریعت، ج:۱،ص:۲۱)

شارح بخاری علیہ الرحمہ سفر حج کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

حضور صدرالشریعہ ۱۳۳۷ھ میں پہلی بار اللہ کے گھر اور اس کے حبیب کے در پر حاضری دی تھی یہ حاضری بھی عشق رسول ہی کا ثمرہ تھا ہمارے ہندوستان میں یہ عام رواج ہے کہ جب ایک شخص اپنے بچوں کی شادی سے فارغ ہو لیتا ہے اور سب کے لئے رہنے کا مکان بنوا لیتا ہے پھر حج کرتا ہے لیکن صدرالشریعہ رحمۃ اللہ علیہ نے خود فرمایا کہ میں حج وزیارت کے لئے شب و روز بیتاب رہتا جب حج کے لئے قافلہ نکلتا تو میں دل مسوس کر رہ جاتا میرے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہو پاتا تا کہ میں حج وزیارت کر سکوں مگر کچھ نہ کچھ اس کے لئے پس انداز کرتا رہا ابھی پوری رقم جمع نہیں ہو پائی تھی کہ بیتابی برداشت کی منزلوں سے آگے بڑھ گئی اس زمانہ میں حج

کے سفر میں کم از کم تین مہینے ضرور صرف ہوتے تھے عموماً چار مہینے لگ جاتے تھے چار ماہ کے لئے بچوں کے نان ونفقہ کے واسطے گھر قطعاً چھوڑنا پھر حج کے اخراجات کے لئے رقم ہونا بڑا مشکل نظر آرہا تھا لیکن جب بیتابی بہت زیادہ بڑھ گئی تو میں نے قرض لئے اور حج کے لئے گیا آپ کو دھوم دھام سے بچوں کی شادی کرنے کے لئے قرض لینے والوں کی لمبی فہرست ملے گی مگر حج کے لئے قرض لینے والوں کی سوائے صدر الشریعہ کے شاید ہی کوئی مثال ہے ۱۳۶۷ھ میں مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ نے حج کا قصد فرمایا یہ اطلاع جب حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو ملی تو آپ نے بھی عزم مصمم کرلیا کہ میں بھی حاضری دوں حالانکہ ان دنوں سمبل بائی کی وجہ سے بصارت بہت کمزور ہو چکی تھی اتنی کی خطوط اور فتاویٰ املا کراتے تھے خود پڑھ نہیں سکتے تھے۔ فتاویٰ کے لئے تائیدی عبارتیں دوسرے سے پڑھوا کر سنتے تھے مگر عشق رسول نے جو آگ سینے میں لگا رکھی تھی اس نے اس عزر کی بھی پرواہ نہ کرنے دی اور بے خطر حج وزیارت کے لئے درخواست بھیج دی۔

پروگرام یہ طے ہوا کہ دولت کدے سے پہلے بریلی شریف حاضری دیں پھر وہاں سے حضرت مفتی اعظم ہند کے ہمراہ بمبئی جائیں ۲۶/شوال ۱۳۶۷ھ کو گھوسی سے روانگی طے ہوئی اس کی اطلاع مبارک پور حضور حافظ ملت کو بھی دی گئی ۔حافظ ملت اور اشرفیہ کے دیگر مدرسین ۲۵ رشوال کی شام دولت کدے پر حاضر ہو گئے بعد عشاء میں بھی خدمت اقدس میں حاضر ہوا جب حضرت چارپائی پر لیٹ گئے تو میں نے اور حافظ ملت نے پیر دبانا شروع کیا اسی اثناء میں حضور صدر الشریعہ کی زبان پر یہ مشہور شعر جاری ہوا:

اسی میں عمر الٰہی تمام ہو جائے	مدینے جاؤں پھر آؤں مدینہ پھر جاؤں

حافظ ملت نے عرض کیا اب بھی جب قافلہ مدینے کی طرف چلتا ہے تو زائرین بڑے شوق وذوق سے اس شعر کو پڑھا کرتے ہیں فرمایا پڑھتے ہوں گے مولوی سبحان اللہ کو بلاؤ، مولوی سبحان اللہ حاضر ہوئے تو فرمایا کہ علامہ جامی کی وہ نظم پڑھو:

لقیت فیھا جمال سلمی	احن سوقاً الی دیار

ترجمہ: ان دیار کے شوق میں رو رہا ہوں جن میں میں نے محبوب کا جمال دیکھا تھا اس طرف سے وصل کا پیغام ہمارے جانب پہنچ رہا ہے۔

جمال روئے تو قبلہ جاں	حریم کوئے تو کعبہ دل
وان سعینا الیک ونسعی	فإن سجدنا الیک نسجد

ترجمہ:- تیری گلی دل کا کعبہ ہے اور تیرا جمال جان کا قبلہ اگر ہم سجدہ کرتے ہیں تو تیری طرف سجدہ کرتے ہیں اگر ہم سعی کرتے ہیں تو تیری طرف سعی کرتے ہیں

چہ بود حالت دریں جدائی	بناز گفتی فلاں کجائی

مرضت شوقا ومت هجرا	فكيف اشكو اليك شكوى

ترجمہ: تو نے ناز سے پوچھا اے فلاں تو کہاں تھا جدائی میں تیری حالت کیسی تھی (میں نے عرض کیا) شوق میں بیمار رہا ہجر میں مر گیا تمھاری کیا شکایت کروں۔

جب مولانا سبحان اللہ نے آخری شعر پڑھا تو حضور صدر الشریعہ ماہی بے آب کی طرح تڑپنے لگے اور آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے بار بار اس شعر کی تکرار کراتے رہے اور تڑپتے رہے ہم نے کسی سوختہ جگر عاشق کو تڑپتے ہوئے اس طرح کبھی نہیں دیکھا تھا مگر اس رات محبوب خدا کے ایک دیوانے کو تڑپتے ہوئے آنکھوں سے دیکھا حافظ ملت نے جب دیکھا کہ حضور صدر الشریعہ کا حال غیر ہوتا جا رہا ہے تو مولانا سبحان اللہ کو حکم دیا کی دوسری نظم شروع کروانھوں نے اس پر عمل کیا کچھ دیر کے بعد حضرت کو افاقہ ہو گیا جب گھر سے اسٹیشن کی طرف روانہ ہوئے اور نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہوا نعت خوانی کا سلسلہ شروع ہوتے ہی حضرت پر خود فراموشی کا عالم طاری ہو گیا قدم لڑکھڑانے لگے آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے میں نے جب یہ حال دیکھا تو حضرت کا بازو پکڑ لیا اور دوسری طرف مولانا سبحان اللہ نے صاحب نے بازو تھام لیا اسی عالم کیف مستی میں اسٹیشن روانہ ہوئے ابتدا میں حضرت کے فرمائش کے مطابق اعلی حضرت قدس سرہ کی مشہور نعت پڑھی گئی۔

شکر خدا کی آج گھڑی اس سفر کی ہے	جس پر نثار جان فلاح ظفر کی ہے

کچھ دیر کے بعد حضرت مولانا غلام جیلانی صاحب وداعی نظم پڑھی جانے لگی جس کا پہلا مصرع یوں ہے

چلا بیت الحرم کو کارواں صدر شریعت کا

جب یہ نظم شروع کی گئی تو حضرت کا جو حال تھا وہ تھا ہی ایسا کہ پورا مجمع کیف و مستی میں دیوانہ ہو رہا تھا، استغراق کا عالم یہ تھا کہ حضرت کے بچپن کے ساتھی اور بے تکلف دوست جناب عبد الحی خان صاحب رضوی تھے یہ راستے میں آکر ملے حضرت نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ کی ہمیشہ حال یہ تھا کہ جب کبھی خان صاحب موصوف ملتے تو حضرت کی خوشی سے باچھیں کھل جاتیں اور بے تکلفی کی باتیں شروع ہو جاتیں لیکن اس وقت فانی فی الرسول باقی بالرسول استغراق کی ان گہرائیوں میں تھا کہ دوست احباب تو کیا چیز ہیں شاید اپنی بھی خبر نہ رہی ہو (ماہنامہ اشرفیہ اکتوبر/نومبر ۱۹۹۵ء)

غرض تعظیم و عشق رسول ہی آپ کا مشغلہ رہا یہاں تک کہ آپ کا انگ انگ حب رسول کا آئینہ ہو گیا۔ آپ سچے عاشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) تھے یہی وجہ ہے کہ اپنی زندگی بھر عشق رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی خوشبو عام کرتے رہے اور اس سے ہزاروں مشام جاں معطر کر دیا۔

اللہ تبارک وتعالیٰ انکے تربت انوار پر کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور ان کے وسیلے سے ہماری مغفرت فرمائے۔

صدرالشریعہ کے دوممتاز شاگردوں کی علمی خدمات

ایک سرسری جائزہ

ازقلم: **مولانا محمد راشد امجدی حسینی**
تاج الشریعہ انسٹی ٹیوٹ، لکھنؤ

یہ ایک عالمگیر حقیقت ہے کہ درخت اپنے پھل کے ذریعے ممتاز ہوتا ہے اور استاذ اپنے شاگرد سے پہچانا جاتا ہے، یعنی پھل جس قدر میٹھا اور لذیذ ہوگا درخت کی قدر و منزلت اتنی زیادہ ہوگی، یوں ہی شاگرد جس قدر لائق و فائق اور عظیم ہوگا استاذ کی عظمت اتنی ہی دوبالا ہوگی، آنے والی سطور میں آپ ایک ایسے ہی استاذ کے دوممتاز شاگردوں کا تذکرہ پڑھیں گے، جن کی علمی خدمات سے یہ اندازہ ہوجائے گا کہ شاگردوں کا جب یہ مقام ہے تو استاذ کتنا عظیم ہوگا۔

ماضی قریب میں دینی و علمی خدمات کے حوالے سے ہندوستان کے اندر جن علمائے کرام کا نام نمایاں نظر آتا ہے انہیں میں صدرالشریعہ بدرالطریقہ علامہ امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت علیہ الرحمہ کا نام نامی بھی ہے۔ آپ کی عظمت کا اندازہ آپ کے شاگردوں کی علمی خدمات سے بخوبی ہوجاتا ہے۔ ویسے تو آپ کے تمام شاگردوں کی خدمات جلیلہ پر روشنی ڈالنا میرے بس کی بات نہیں ہے۔ مگر اپنی حیثیت کے مطابق ان دو شاگردوں کے تذکرے پر اکتفا کرتا ہوں جو تلامذہ صدرالشریعہ میں سب سے زیادہ مشہور اور بارگاہ صدرالشریعہ کے سب سے چہیتے شاگرد ہیں۔ خود حضور صدر الشریعہ فرمایا کرتے تھے ”میری زندگی میں دو ہی باذوق پڑھنے والے تھے، ایک مولوی سردار احمد تھے اور دوسرے حافظ عبدالعزیز“

مذکورہ دونوں حضرات کی دیگر تلامذہ صدرالشریعہ میں وجہ امتیاز یہ ہے کہ اس وقت وہ علماء اہل سنت جو بالواسطہ حضور صدرالشریعہ کے شاگرد ہیں وہ عموماً انہیں دو حضرات کے واسطے سے ہیں، ہندوستان کے اندر حضور حافظ ملت کے واسطے سے اور پاکستان کے اندر علامہ سردار احمد علیہما الرحمہ کے واسطے سے۔

(۱) حافظ ملت کی علمی خدمات

آپ کی علمی خدمات کا اندازہ لگانا اور اس کو شمار کر پانا بہت زیادہ مشکل امر ہے۔ کیوں کہ آپ کی زندگی کا ہر لمحہ درس و تدریس اور وعظ و تبلیغ میں صرف ہوتا تھا۔ چنانچہ آپ کے مشہور ملفوظات میں سے چند یہ ہیں۔

(۱) کام کے آدمی بنو کام ہی آدمی کو معزز بناتا ہے۔ (۲) تضییع اوقات سب سے بڑی محرومی ہے۔ (۳) احساس ذمہ داری سب سے قیمتی سرمایہ ہے۔ (۴) زمین کے اوپر کام زمین کے نیچے آرام۔ اس کے علاوہ بھی بہت سے ایسے انمول ارشادات ہیں جن سے یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ عملی طور پر کس قدر حساس تھے۔

الجامعۃ الاشرفیہ کا قیام :

آپ کے کارناموں میں سب سے عظیم کارنامہ الجامعۃ الاشرفیہ کا قیام ہے، حافظ ملت نے اس بات پر زیادہ زور

دیا کہ صرف کتابیں تصنیف کر کے مذہب اہل سنت کا دفاع کرنا ممکن نہیں، بلکہ اس کے لیے ضروری ہے کہ ایک ایسی ٹیم تیار کی جائے جو ملک کے ہر خطے اور حصے میں جا کر دعوت وتبلیغ کا کام کر سکے۔

اور اس کی ابتدا کچھ یوں ہوئی کہ حضور حافظ ملت، حضور صدرالشریعہ کے حکم پر مبارک پور تشریف لے گئے، تو آپ نے وہاں ایک جامعہ کے قیام کا منصوبہ بنایا، جب جامعہ کے قیام کا شور اٹھا تو مذہبی حریفوں میں کھلبلی مچ گئی، مخالفین نے ہزار جتن کیے کہ کسی طرح یہ کام نہ ہونے پائے، مگر حافظ ملت کی ثابت قدمی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا، پھر حاسدین نے تقریروں کے ذریعے عوام کو ورغلانا شروع کر دیا، حافظ ملت نے بھی جوابی تقریر شروع کر دی اور یہ سلسلہ تقریباً چھ مہینے تک چلتا رہا، حضور حافظ ملت کی تقاریر کا ایسا اثر ہوا کہ مبارک پور کی تین چوتھائی آبادی آپ کی گرویدہ ہو گئی۔ یہ وہ وقت تھا کہ دن میں درس وتدریس اور قیام جامعہ اشرفیہ کے لیے چندے کا کام ہوتا، اور رات میں مخالفین کی تقاریر کا جواب دیا جاتا، یعنی حافظ ملت ایک ہی وقت میں دو محاذ پر خدمت دین کر رہے تھے۔ پھر وہ وقت بھی آیا جب دنیا نے دیکھا کہ علم کا وہ ننھا سا پودا جس کو حافظ ملت نے اپنے خون جگر سے سینچا تھا وہ تناور درخت بنا جو اپنے پھل سے آج ہزاروں طالبان علوم نبویہ کی علمی بھوک مٹا رہا ہے۔ یہ حافظ ملت کی محنت ولگن اور کد وکاوش کا ہی نتیجہ ہے کہ آج الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور دنیائے سنیت کا ایک عظیم مرکز ہے، جہاں کے فارغین صرف ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ بیرون ہند بھی دعوت وتبلیغ کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

سنی دارالاشاعت کا قیام:

حافظ ملت کے عظیم کارناموں میں سے سنی دارالاشاعت کا قیام بھی ہے چنانچہ ۱۹۵۹ء میں دین وسنیت اور امام احمد رضا کے مسلک، افکار وتعلیمات اور تصنیفات کی اشاعت کے لیے حضور حافظ ملت نے الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور میں شعبہ نشر واشاعت بنام ''سنی دارالاشاعت'' قائم کیا اور اپنے تلمیذ رشید حضرت علامہ عبدالرؤف بلیاوی علیہ الرحمہ کو اس کا ناظم مقرر فرمایا۔ حضرت مفتی عبدالمنان اعظمی، حضرت مولانا شفیع اعظمی اور حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ مبارک پوری آپ کے رفقا اور معاونین تھے۔

یہی وہ مشغولیت تھی جس کی وجہ سے حضور حافظ ملت نے میدان تصنیف وتالیف میں خود کو زیادہ مشغول نہیں رکھا، جیسا کہ مولانا عبدالمبین نعمانی تحریر فرماتے ہیں، ''یہی وجہ ہے کہ حضرت نے اپنے آپ کو تصنیف وتالیف میں پورے طریقے سے مشغول نہیں کر لیا، اس لیے کہ تصنیف وتالیف کی اہمیت سے حضرت واقف تھے مگر اس کے لوازم کو مہیا کرنا، افراد کو تیار کرنا اور نشر واشاعت کے دیگر ساز وسامان کو جمع کرنا ایک ایسا ضروری امر تھا جس کے بغیر یہ کام بحسن وخوبی انجام پذیر نہ ہو پاتا، اسی لیے حضرت نے ایک ہمہ جہتی ادارے کی تعمیر کو سب پر مقدم رکھا'' (ماہنامہ اشرفیہ کا حافظ ملت نمبر، ص: ۴۰۹)

اور اسی چیز کو حضور حافظ ملت کی زبانی سننا چاہتے ہیں تو آنے والی سطور پڑھیئے، ''مجھے لوگوں نے کسی کام کا نہ رکھا،

غیر اہم اور غیر ضروری کاموں میں مجھ کو ایسا الجھا دیا کہ لکھنے کا کام خاطر خواہ نہ ہوسکا، جس کا مجھے افسوس ہے۔ حالانکہ اوائل عمر میں میرا قلم نہایت برق رفتار تھا، اور اب نہ وہ قوت و دماغ ہے اور نہ ہی فرصت، اس لیے اب میرا مطمح نظر اور میری زندگی کا مقصد صرف اور صرف الجامعۃ الاشرفیہ کی تکمیل ہے'' (ایضا،ص:۴۱۲)

تصانیف

اگر چہ آپ کو کتابیں لکھنے کا زیادہ موقع نہ مل سکا مگر آپ نے عدیم الفرصتی کے باوجود درج ذیل تصنیفات یادگار چھوڑی ہیں۔(۱) ارشاد القرآن۔(۲) معارف حدیث۔(۳) انباء الغیب۔(۴) المصباح الجدید۔(۵) فرقہ ناجیہ۔(۶) الارشاد (۷) فتاوی حافظ ملت۔

﴿۲﴾ محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد کی علمی خدمات

حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد چشتی قادری علیہ الرحمہ ان عظیم ہستیوں میں سے تھے جن کی زندگی کے تذکرے پڑھ کر علوم وفنون سے دلچسپی پیدا ہو جاتی ہے، اور قاری اپنی زندگی کے اندر ترو تازگی محسوس کرتا ہے، آپ کی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ خدمت دین کے لیے وقف تھا۔

حضور محدث اعظم پاکستان کی ذات ایک ہمہ گیر شخصیت کی حامل تھی، آپ کی درس وتدریس، وعظ ونصیحت اور رشد وہدایت کی مصروفیات اس قدر زیادہ تھیں کہ دیگر کاموں کی جانب متوجہ ہونا آسان نہ تھا مگر اس کے باوجود مسلک اور قوم وملت کے لیے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔(فیضان محدث اعظم،ص:۴۳)

جامعہ رضویہ مظہر اسلام (پاکستان) کا قیام

تقسیم ہند و پاک کے بعد آپ پاکستان تشریف لے گئے اور بھکھی اور ساروکی میں عارضی قیام فرمایا، پھر آپ نے لائل پور جس کا نام ۱۹۷۵ء میں تبدیل کر کے فیصل آباد کر دیا گیا، وہاں عارضی قیام فرمایا، اب تک کسی بھی جگہ کو مستقبل اقامت کے لیے آپ نے منتخب نہیں کیا تھا۔ بلکہ اگر کوئی مستقل اقامت کے لیے کہتا تو آپ فرمایا کرتے'' میں استاذی المکرّم بدر طریقت صدر الشریعہ علامہ حکیم محمد امجد علی صاحب رضوی دامت برکاتہم وسیدی وسندی حضرت مفتی اعظم ہند سجادہ نشین آستانہ عالیہ رضویہ بریلی شریف عم فیوضھم کے حکم کا منتظر ہوں۔ اگر وہ حضرات مجھے حکم دیں تو کہیں بھی شامیانہ لگا کر دینی خدمات انجام دوں گا۔ لیکن جب تک ان حضرات کی طرف سے کوئی حکم یا کوئی غیبی اشارہ نہ ہو جائے اس وقت تک کسی جگہ کا وعدہ قبول نہ کروں گا۔(محدث اعظم پاکستان، ج۱،ص ۴۸۶)

حضور صدر الشریعہ کا وصال تو ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ میں ہوگیا تھا، اور حضرت مفتی اعظم ہند اسی سال حج وزیارت حرمین شریفین کے لیے حجاز مقدس تشریف لے گئے۔ محدث اعظم پاکستان نے مفتی اعظم ہند کی بارگاہ میں عریضہ لکھا جس میں ساروکی اور لائل پور (فیصل آباد) میں سے کسی مقام کے تعین کا حکم نامہ حاصل کرنے کی استدعا کی گئی، مفتی اعظم ہند کا جوابی خط آیا، خط کا یہ حصہ پڑھنے کے قابل ہے، میں یقینی طور پر کہہ سکتا ہوں کہ آپ پر روحانی و وجدانی کیفیت طاری ہو جائے گی۔ خط کا وہ حصہ یہ ہے'' آج حجاز مقدس سے یہ غیبی اشارہ ہوا ہے کہ ساروکی کا دانہ پانی بند اور لائل پور میں قیام کرنا

اور دینی و مذہبی خدمات انجام دینا مقدر میں ہے''۔

پھر کیا تھا آپ نے پورے استقلال اور ہمت وحوصلہ کے ساتھ لائل پور (فیصل آباد) میں آکر دینی خدمات کا کام شروع کر دیا۔ اس کے بعد کا واقعہ ''محدث اعظم پاکستان'' کے مؤلف کے الفاظ میں پڑھیے، لکھتے ہیں ''اس اجنبی ماحول میں آپ نے موسم کی شدت اور دھوپ چھاؤں سے بے پرواہ ہو کر جان کی حفاظت اور صحت کا خیال کیے بغیر توکلا علی اللہ شاہی مسجد کے فرش پر شامیانے کے نیچے بیٹھ کر طلبہ کو درس حدیث دینا شروع فرما دیا۔ رفتہ رفتہ آپ کے خلوص وتقوی اور مسلک سے پختگی کی برکت سے حق کی آواز پھیلنے لگی۔ عوام وخواص کے آنے جانے کا سلسلہ شروع ہو گیا، لوگ جوق در جوق آپ کی مجلس وعظ اور درس میں شرکت کرنے لگے اور آپ کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے لگے۔ آپ کے علم وفضل، حقانیت، صداقت، عظیمت، تحمل و بردباری، اخلاق وانکساری، استغنا اور مہمان نوازی نے ہر آنے والے کو متاثر کیا۔

تھوڑے ہی دنوں بعد بارہ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ/ ۲ جنوری ۱۹۵۰ء کو بعد نماز عصر آپ نے احباب اہل سنت کے اجتماع میں اس عظیم ملّی یونیورسٹی جامعہ رضویہ مظہر اسلام کی شاندار حسین اور جدید سہولتوں سے مزین عمارت کی تعمیر کے لیے سنگ بنیاد اپنے دست مبارک سے رکھا اور دعائے خیر وبرکت فرمائی۔ (محدث اعظم پاکستان، ج:۱ص:۴۹۱)

پھر آگے چل کر جامعہ رضویہ مظہر اسلام کے فارغین نے ملک بھر میں، اپنے اپنے علاقوں میں مدارس قائم کیے۔ یہ مدارس اگر چہ مستقل ادارے نظر آتے ہیں مگر درحقیقت یہ مدارس اسی علم ومعرفت کے شجر عظیم کی شاخیں ہیں جس کی آبیاری محدث اعظم پاکستان نے کی تھی، اسی لیے ان مدارس کو جامعہ رضویہ کی شاخیں کہنا زیادہ مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ''محدث اعظم پاکستان'' کے مؤلف نے جامعہ رضویہ سے ملحقہ مدارس کی ایک فہرست پیش کی ہے جس کے مطابق اٹھاون مدارس ہیں۔ کسی بھی جامعہ کی خاص طور پر مدارس اسلامیہ کی تاریخ میں شاید ہی کوئی ایسی مثال مل سکے جس کی شاخیں اتنی کثیر تعداد میں موجود ہوں۔

کتب خانے کا قیام:

محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ ایک ایسے عالم دین تھے جو تعلیم وتدریس کے ساتھ نشر واشاعت کتب دینیہ کی اہمیت سے بخوبی واقف تھے، اور اس کے لیے آپ ہمیشہ کمال جد وجہد فرماتے رہے۔ اپنی بعض تصانیف کی اشاعت کے علاوہ علماء اہل سنت کی تصانیف کی اشاعت کی طرف متوجہ رہے۔ علماء کرام کی تصانیف سے استفادہ کے لیے ہمیشہ عوام، طلبہ بلکہ نوجوان علما کی توجہ مبذول فرماتے، طلبہ کو کتب دینیہ خرید کر دیتے، ناشران کتب کی ہر طرح کی اخلاقی بلکہ مالی امداد فرماتے۔ خود جامعہ رضویہ میں ایک کتب خانہ قائم کر رکھا تھا جو کہ کتابوں کو بغیر نفع لیے اصل خرید پر فروخت کرتا۔ بعض دفعہ حساب کرنے پر معلوم ہوا کہ اس میں خسارہ ہوا ہے تاہم اس کتب خانہ کو بند نہ فرمایا۔ کیوں کہ اپ علی وجہ البصیرت جانتے تھے کہ مکتبہ کا قیام دین کی خدمت کا اہم ترین ذریعہ ہے۔

قیام پاکستان کے وقت ملک بھر میں دینی کتب کی اشاعت کا کوئی مکتبہ نہ تھا۔ آں نے سید محمد معصوم شاہ نوری کو اس

پر آمادہ کیا کہ حضرت داتا گنج بخش ہجویری قدس سرہ کے زیر سایہ ایک اشاعتی مکتبہ قائم فرمائیں۔ چنانچہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے آپ کے ایما پر نوری کتب خانہ کا اجرا فرمایا، جس میں امام احمد رضا فاضل بریلوی اور دیگر علماء اہل سنت کی کتابیں شائع ہوتی رہیں۔ کتب کی اشاعت میں حضور محدث اعظم پاکستان ہر طرح کی امداد مہیا فرماتے۔ اکثر نایاب کتابیں مہیا فرماتے تاکہ ان کی جلد اشاعت ہو۔ کتاب شائع ہونے پر اس کی کثیر جلدیں خود اپنے مکتبہ کے لیے خرید لیتے اور بوریاں بھر کر لائل پور (فیصل آباد) لے جاتے۔ علما، طلبہ اور عوام کو کتب خریدنے کی ترغیب دیتے۔ غرض کہ قیام پاکستان کے بعد ملک بھر کے واحد اشاعتی ادارہ نوری کتب خانہ لاہور کی پوری طرح سرپرستی اور حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔

تصانیف:

درس و تدریس اور وعظ و نصیحت اور دیگر فلاحی و دینی مشاغل کی وجہ سے یہ آسان نہ تھا کہ آپ تصنیفات کی طرف توجہ فرماتے مگر اس کے باوجود کئی اہم کتابیں آپ نے تصنیف فرمائیں، ان میں سے چند یک ہیں۔

(۱) تبصرۂ مذہبی برتذکرۂ مشرقی: یہ کتاب عنایت اللہ مشرقی بانی تحریر خاکسار کی کتاب ''تذکرہ'' جس میں اس نے ضروریات دین، ارکان اسلام اور اصول دین کا صاف انکار کیا ہے، کے متعلق مولانا ضیاء الدین پیلی بھیتی اور منشی عبد العزیز دہلوی کے مشترکہ استفتا کا مفصل فتوی ہے۔

(۲) اسلامی قانون وراثت: یہ بھی ایک استفتا کا مبسوط فتوی ہے۔ اس کا پس منظر یہ ہے کہ محمد اقبال چیمہ نے ۱۹۵۳ء میں وراثت کا ایک ترمیمی بل پیش کیا۔ جس سے وراثت کے مسلمہ شرعی اصول وضوابط پر زد پڑتی تھی، اس لیے مولانا محمد حسن بھاولپور اور مولانا قاری محبوب رضا خان بریلوی نے اس ترمیم کے بارے میں شرعی حکم دریافت کیا۔ اور آپ نے دلائل سے یہ ثابت کیا کہ چیمہ صاحب کا ترمیمی بل نصوص قرآنی، احادیث نبوی، تعامل صحابہ و تابعین اور اقوال فقہا کی تصریحات کے سراسر منافی ومتصادم ہے۔ یہ فتوی تقریباً چالیس صفحات پر مشتمل ہے۔ (تذکرہ محدث اعظم پاکستان، ج:۲، ص:۴۴۱/۴۴۲)

اور اس کے علاوہ بھی آپ کی بہت ساری تصانیف ہیں جو ہم جیسوں کے لیے زیادتِ علم کا ذریعہ ہیں۔ مثلاً موت کا پیغام دیوبندی مولویوں کے نام، سیدنا امیر معاویہ، مودودی کے عقائد کا مختصر نمونہ، نیز آپ کے فتاوے کا مجموعہ بھی قابل ذکر ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی بے شمار علمی خدمات انجام دیں۔

رب قدیر سے دعا ہے کہ ہمیں بھی ان بزرگان دین کے فیوض و برکات سے مالا مال فرمائے۔ اور ان کے علوم کا صدقہ ہمیں عطا فرمائے۔

صدرالشریعہ کا خلوص

ازقلم: **مولانا محمد ابوذر امجدی ۔ گھوسی**
دارالعلوم فیض رضا، حیدرآباد

اللہ تبارک وتعالیٰ کو مخلص بندے اور عمل وعبادات میں ان کا اخلاص بہت محبوب ہے، آقا علیہ السلام کے فرمان ''انما الأعمال بالنیات '' (بخاری) کے مطابق ہر چھوٹے بڑے کام میں اخلاص وللّٰہیت مطلوب، یہاں تک کہ بندہ بڑے سے بڑا کام، عظیم سے عظیم تر عبادات بغیر اخلاص کے کرے تو اللہ کے یہاں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں۔ بلکہ یہ بات بھی مسلم کہ بندہ اخلاص کے ذریعے ہی شیطان سے بچ سکتا ہے۔

مخلصین واخلاص کی فضیلت میں قرآن کریم میں کئی آیات اور احادیث مبارکہ میں حضور اکرم ﷺ کے انمول بیانات وارشادات وارد ہوئے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے ''اَلَا لِلّٰہِ الدِّیْنُ الخَالِص '' (پ۲۳، الزمر۳) ہاں خالص اللہ کی بندگی ہے۔ (کنزالایمان)

حدیث قدسی ناطق ''عَنِ الحَسَنِ قال: قال رسول اللہ ﷺ یَقُولُ اللہُ تعالیٰ: الاِخْلَاصُ سِرٌّ مِن سِرِّی اِسْتَوْدَعْتُہُ قَلْبَ مَنْ اَحْبَبْتُہُ مِنْ عِبادی'' (ماخوذ از احیاء العلوم، ج۹، ص۷۵)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اخلاص میرے رازوں میں سے ایک راز ہے جس کو میں اپنے محبوب بندوں کے دلوں میں ودیعت رکھتا ہوں۔

دوسری حدیث میں ہے ''اِنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ لِمُعاذِ بنِ جبلٍ: اَخْلِصِ العَمَلَ یُجْزِیکَ مِنْہُ القلیلُ'' (ایضا)۔

ترجمہ: نبی پاک ﷺ نے معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اخلاص کے ساتھ عمل کرو کہ اخلاص کے ساتھ تھوڑا عمل بھی تمہیں کافی ہوگا۔

مذکورہ آیت واحادیث سے معلوم ہوا کہ اللہ کو اخلاص بہت محبوب ہے، بلکہ اللہ کے رازوں میں سے ایک راز ہے، لہٰذا آیئے اخلاص کی تعریف اور مخلصین کے فضائل معلوم کرتے چلیں۔

اخلاص کی تعریف: ان کل شیء یتصور ان یشوبہ غیرہ، فاذا صفا عن شوبہ و خلص عنہ سمی خالصا، و یسمی الفعل المصفی المخلص اخلاصا'' (احیاء العلوم، ج۹، ص۶۶)

یعنی ہر چیز میں غیر کی آمیزش ہوسکتی ہے اور جب وہ چیز غیر کی آمیزش سے پاک ہو تو اس کو خالص کہتے ہیں اور

جس فعل سے چیز کی ملاوٹ وآمیزش دور کی جاتی ہے اسے اخلاص کہتے ہیں۔

عرفی تعریف : ''العادة جارية بتخصيص اسم الاخلاص بتجريد قصد التقرب الى الله تعالیٰ عن جميع الشوائب''(ایضا)

یعنی عرف میں لفظ''اخلاص''اسی فعل کے لیے بولا جاتا ہے جو صرف تقرب الی اللہ کی نیت سے ہو اور اس میں کسی طرح کی آمیزش نہ ہو۔

اخلاص کے متعلق حضرت سہل تُستری اور حضرت ابراہیم بن ادھم رضی اللہ عنہما کے اقوال:

قال سہل رحمہ اللہ تعالیٰ:''الاخلاص ان يكون سكون العبد و حركاته لله تعالى خاصة''(احیاء العلوم، ج۹،ص ۳۷)

حضرت سیدنا سہل تُستری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں''اخلاص یہ ہے کہ بندے کا ٹھہرنا اور حرکت کرنا سب خالصتاً اللہ عزوجل کے لیے ہو۔

و فی معناه قول ابراهيم بن ادهم:''الاخلاص صدق النية مع الله تعالیٰ''(ایضا)

حضرت ابراہیم بن ادہم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں''اخلاص اللہ عزوجل کے ساتھ صدق نیت کا نام ہے۔

مخلصین کون ہوتے ہیں ؟

قال ابو يعقوب المكفوف:''المخلص من يكتم حسناته كما يكتم سيئاته''(احیاء العلوم، ج۹، ص ۱٦)۔حضرت سیدنا یعقوب مکفوف قدس سرہ فرماتے ہیں: مخلص وہ ہے جو اپنی نیکیوں کو ایسے چھپائے جیسے اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے۔

قال ابو سليمان:''طوبى لمن صحت له خطوة واحدة لا يريد بها الا الله''(ایضا) ۔سیدنا ابو سلیمان دارانی قدس سرہ فرماتے ہیں: سعادت مند ہے وہ شخص جس کا ایک قدم بھی صحیح ہو جائے کہ اس میں اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کی نیت نہ ہو۔

ایک مقولہ: العلم بذر والعمل زرع و ماؤه الاخلاص، (احیاء العلوم، ج۹،ص ٥٦) یعنی علم بیج، عمل کھیتی اور اخلاص اس کا پانی ہے۔

چونکہ علماء دین، انبیاء و مرسلین علیہم السلام کے وارث ہوتے ہیں اور جملہ انبیاء و مرسلین علیہم الصلوۃ والتسلیم کا خاصہ رہا ہے کہ بے لوث تبلیغ دین فرمایا کرتے تھے، اور ہمیشہ''وَمَا اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ العٰلمين''

ترجمہ : ''اور میں اس پر کچھ تم سے اجرت نہیں مانگتا، میرا اجر تو اسی پر ہے جو سارے جہان کا رب ہے''(کنزالایمان) کی صدائیں بلند فرماتے۔اور رہے ان کے وارثین یعنی علماء ربانیین، تو یہ حضرات بھی انہیں کی سنت

وطریقے پر چلتے ہوئے اپنی زندگی گزارتے ہیں، اور فرامین قرآن وحدیث پر مضبوطی سے عمل پیرا رہتے ہیں۔ اور جبکہ اخلاص اللہ ورسول جل وعلا وصلی اللہ علیہ وسلم کو محبوب، اور علماء مقربین کو محبوب کی ہر محبوب چیز محبوب، اسی لیے ان کے اندر صفت اخلاص بھی بدرجہ اتم موجود ہوا کرتی ہے۔ علماء ربانیین جو بھی عمل کرتے ہیں ان کا مقصود، خالص، حصولِ رضا مندیِ سید المرسلین وخوشنودیِ رب العلمین ہوا کرتا ہے۔

اسی محبوب صفت یعنی صفت اخلاص کی جامع، مقرب و بزرگ ہستیوں میں سے ایک حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات بابرکات بھی ہے۔ جنہوں نے ہر میدان عمل میں خلوص للّٰہیت کا مظاہرہ کیا۔ اور اپنے ہر عمل سے صرف اور صرف اللہ عزوجل اور اس کے رسول ﷺ کی رضا مندی چاہی۔

آیئے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے اخلاص کی کچھ جھلکیاں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں جن سے ان کے اخلاص وللّٰہیت کے جذبے کا اندازہ ہوگا، اور یہ بھی کہ ان کی زندگی کا مقصود بے لوث خدمت دین کرنا تھا، اور ساتھ ہی یہ بھی اندازہ ہوگا کہ حضرت صدر الشریعہ ''اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللہِ'' کا پیکر تھے۔

چنانچہ علامہ غلام جیلانی اعظمی فرماتے ہیں کہ:

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے خلوص سے حضرت مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ بھی متاثر تھے۔ چنانچہ ھ کا زمانہ تھا ایک مجلس میں مفتی اعظم ہند (علیہ الرحمہ) کے سامنے ایک صاحب نے حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا تذکرہ فرمایا۔ اتنے میں مفتی اعظم چشم پر آب ہوگئے اور فرمانے لگے: ''صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنا کوئی گھر نہیں بنایا، بریلی ہی کو اپنا گھر سمجھا۔ وہ صاحب اثر بھی تھے اور کثیر التعداد طلبہ کے استاذ بھی۔ وہ چاہتے تو بآسانی کوئی ذاتی دار العلوم ایسا کھول لیتے جس پر وہ تنہا قابض رہتے۔ مگر ان کے خلوص نے ایسا نہیں کرنے دیا''۔ (صدر الشریعہ نمبر ص: ۱۴)

تدریس کے ساتھ خلوص:

محدث اعظم پاکستان فرماتے ہیں کہ:

"حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اوقات درس کے سوا بھی پڑھاتے تھے، جمعہ کے روز بھی اپنے دولت کدہ پر پڑھاتے۔ اور طلبہ کو مذاہب باطلہ کے خلاف مناظرہ کی مشق کراتے''۔ (صدر الشریعہ نمبر ص: ۱۱۵)

مفتی محبوب رضا خان بریلوی فرماتے ہیں کہ:

میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڈھ میں درمیان سال میں حاضر ہوا، اور درمیان سال داخلہ ممنوع تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ اے بندۂ خدا آنے سے پہلے خط لکھ کر پوچھ لیا ہوتا۔ میں نے عرض کی اب میں آ گیا ہوں واپس نہیں جاؤں گا۔ آپ مجھے پرائیویٹ طور پر کوئی کتاب شروع کرادیں۔ فرمایا میرے پاس وقت کہاں ہے؟ عرض کی عصر اور مغرب کے درمیان وقت ہے، فرمایا اس وقت اخبار دیکھتا ہوں، میں نے عرض

کی دس منٹ ہی مجھے عنایت فرمادیں، فرمایا بچوں کی سی باتیں کرتے ہو۔ بہرحال حضرت راضی ہوگئے، عصر کی نماز کے بعد مدرسہ کے چبوترے پر چارپائی پر بیٹھ کر "میر زاہد" شروع کرایا تو اساتذۂ مدرسہ بھی شریک درس ہوگئے۔ (صدرالشریعہ نمبرص: ۲۵)

سبحان اللہ! یہ حضور صدرالشریعہ کا خلوص ہی تھا جو اوقات درس کے علاوہ اپنے دوسرے کاموں کو ترک کر کے طلبہ کے مستقبل کی فکر میں لگے رہتے تھے اور اپنا ذاتی وقت بھی ان پر صرف فرمایا کرتے تھے، اور آج حالت برعکس ہے کہ لوگ درس گاہ میں بھی مکمل وقت دینے کے روادار نہیں چہ جائیکہ اپنا ذاتی وقت طلبہ پر صرف کریں۔

علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

صدرالشریعہ علیہ الرحمہ اسباق کا ناغہ بالکل نہیں فرماتے۔ سر میں درد کی اگر شکایت کی جاتی تو فرماتے کہ طالب علم کے سر میں درد نہیں ہوگا تو اور کیا ہوگا، سر کا درد کوئی بیماری نہیں۔ نہ خود چھٹی لیتے نہ چھٹی کو پسند کرتے اور درس گاہ میں نہ ہی ادھر ادھر کی باتیں ہوتیں، بلکہ کسی کو ہمت و جرأت ہی نہ ہوتی کہ ادھر ادھر کی باتیں کر سکے، بس وقت شروع سبق شروع، وقت ختم سبق ختم، جہاں تک میں جانتا ہوں اس زمانہ کے معاصرین میں بہت کم لوگ اس قدر جم کر پڑھاتے ہوں گے، جلسہ وجلوس میں بھی شریک نہ ہوتے، یا ہوتے تو اس بات کا دھیان رکھتے کہ درس کا ناغہ نہ ہو، سال میں صرف دو بار ناغہ کرتے اور رخصت لیتے۔ ایک گیارہویں شریف کے جلسہ کے لیے پالی مارواڑ جاتے جو آخری عمر تک ہمیشہ معمول رہا، دوسرے اجمیر شریف یا جہاں بھی ہوں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے عرس شریف میں برابر حاضری دیتے۔ (صدر الشریعہ نمبرص ۲۳، ملخصا)

علامہ غلام جیلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ:

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی خصوصیت تھی کہ درس کا ناغہ کسی بھی حالت میں گوارا نہ فرماتے۔ حتی کہ بحالت بخار شدید بھی تشریف لے آتے۔ طلبہ کا شدت بخار کو دیکھ کر بے حد اصرار ہوتا کہ درس ناغہ کر دیا جائے۔ مگر ان کی درخواست قبول نہ ہوتی اور یہ فرماتے کہ مولوی صاحب (یعنی آپ کے استاذ مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب جونپوری قدس سرہ النوری) فرماتے تھے کہ ناغہ سے برکت جاتی رہتی ہے لہذا پڑھ لو۔ (صدرالشریعہ نمبرص ۲۲)

مولانا ظہیر احمد فرماتے ہیں کہ:

حضرت صدرالشریعہ جب مدرسہ تشریف لے آتے تو اس کے بعد سے آپ کا کوئی گھنٹہ خالی نہ رہتا، پورے وقت درس جاری رہتا۔ درس حدیث اس درجہ انہماک و استغراق کے ساتھ ہوتا تھا کہ آپ کو کسی آنے اور جانے والے کی بھی مطلق خبر نہ ہوتی، اس استغراق میں علم حدیث کے ساتھ مولانا کے ادب و احترام کو بڑا

دخل تھا۔ ایک بار متولی مدرسہ جناب حاجی غلام محمد خاں صاحب مرحوم کسی بد باطن کی حاسدانہ شکایت پر برائے تحقیق و معائنہ درجہ (درس گاہ) میں تشریف لائے، درس حدیث پاک کا سلسلہ جاری تھا۔ حضرت کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ متولی صاحب قریب ہی دروازہ پر کھڑے تھے لیکن آپ کو اس طرف قطعا توجہ نہیں ہوئی، وہ خاموش کھڑے تھے لیکن آپ کو اس طرف قطعا توجہ نہیں ہوئی وہ خاموش واپس تشریف لے گئے اور مولانا کے خلوص، استغراق اور روحانیت سے بے حد متاثر ہوئے۔ (صدر الشریعہ نمبر ص ۶۸)

حضرت صدر الشریعہ کے خلوص کے متعلق حضرت شیخ العلما سے مروی چند اور واقعات :

حضرت شیخ العلما فرماتے ہیں کہ: غالبا ۱۳۶۳ھ کا زمانہ تھا، میں دار العلوم مظہر اسلام میں تدریسی خدمات انجام دیتا تھا۔ اور ان دونوں حضور صدر الشریعہ قصبہ دادوں ضلع علی گڑھ میں پڑھاتے تھے۔ اس زمانے میں دار العلوم کی مالی حالت بہت کمزور تھی، اس وقت اس کی شہرت بھی نہ تھی کہ یہاں کوئی سفیر بھیجا جاتا، نہ فراہمی چندہ کا کوئی معقول انتظام تھا۔ مدرسین کی تنخواہوں، درسی کتابوں کی فراہمی اور دیگر مصارف کی کمی کو حضرت مفتی اعظم (علیہ الرحمہ) اپنی جیب خاص سے پوری فرماتے۔ اور جب یہ سلسلہ دراز ہوا تو ان کی جیب بھی خالی ہوگئی، یہاں تک کہ دار العلوم کئی ہزار روپے کا مقروض ہوگیا اور مفتی اعظم نے اپنی چند دوکانیں (یا مکانات) رہن میں لکھوا دیں۔

حسن اتفاق کہ کسی ذریعہ سے اس کی اطلاع حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو ہوگئی۔ عرس رضوی شریف کا زمانہ قریب آیا تو اب کی بار آپ تاریخ عرس سے چند روز پہلے ہی بریلی شریف پہونچ گئے، پھر اس کے بعد آپ کے چند میمن مریدین کا قافلہ بریلی شریف حاضر ہوا۔ ان کے میر کارواں پیر طریقت مولوی سید عبد الحق سلمہ تھے۔ تنہائی میں جب ان سے میری ملاقات ہوئی تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ ''کیا آپ جانتے ہیں ہم لوگ یہاں کس لیے آئے ہیں؟ (پھر انہوں نے اپنی صدری کی طرف ''جونوٹوں کی گڈیوں کے سبب تجوری بنی ہوئی تھی'' اشارہ کر کے فرمایا کہ) کیا آپ جانتے ہیں اس جیب میں کتنے ہزار روپے کی رقم ہے؟ پھر خود ہی جواب دیا کہ میں حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ارشاد کے بموجب آپ کے ان مریدین (میمن سیٹھوں) کو لے کر یہاں آیا ہوں۔ میری اس جیب میں اتنے ہزار روپے ہیں۔ ہماری حاضری کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ دار العلوم مظہر اسلام اتنے ہزار روپے کا مقروض ہوگیا ہے اس سلسلے میں حضرت مفتی اعظم صاحب قبلہ نے اپنی دوکان (یا مکانات) مرہون فرما دی ہیں اس قرضہ کو ادا کر کے ان دکانوں (یا مکانات) کو ہم رہا کروائیں گے۔

سبحان اللہ! آپ کی ہستی ایسی پر خلوص تھی کہ آپ مرید کرتے تھے تو ایصال الی اللہ کے لیے۔ نہ کہ اپنے نفس کی خاطر نذرانہ وصول کرنے کے لیے۔ اس وجہ سے آپ کو اس بات کا ذرا بھی احساس نہ ہوا کہ ان دولت مند مریدین کی جیبیں خالی ہو جائیں گی تو ضرور میرے نذرانے میں کمی ہوگی۔ لطف کی بات یہ ہے کہ آپ کے یہ مریدین اتنی بڑی رقم فی سبیل اللہ خرچ کرنے کے لیے بریلی شریف از خود نہیں آئے بلکہ اپنے پیر و مرشد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی ہدایت

پر آئے کہ یہ لوگ اپنے سیم وزر کا نذرانہ اپنے پیرو مرشد کو نہ دیں بلکہ اپنے دادا پیر اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے مقدس شہرو آستانہ میں واقع دار العلوم مظہر اسلام میں نذر کریں۔آپ کو اپنے نذرانہ کی کیوں فکر ہوتی۔''من کان للہ کان اللہ لہ'' کی تصدیق قلبی نے آپ کو غنی بنا دیا۔ایسا مرشد مخلص مرشد ہوتا ہے۔جو ایصال الی اللہ کے لیے مرید کرے۔اس کی روحانیت سے مریدین کی روحانیت کی تجلیہ وتصفیہ ہوتا ہے۔(تذکرۂ صدر الشریعہ از شیخ العلما،ص ۶۵)

عرس رضوی کے ساتھ خلوص :

عرس کی تقریبات سے فراغت کے بعد حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اپنے مریدین کے ساتھ حضرت مفتی اعظم کی بارگاہ میں حاضر ہوئے اور اخراجات عرس کے لیے اپنے مریدین سے اشارۃً کہا کہ اپنا نذرانہ مفتی اعظم کی بارگاہ میں پیش کرو،کئی مریدین تھے تقریباً سب نے سوسو روپے کا نذرانہ پیش کیا،اس طرح صدر الشریعہ نے (اس زمانے میں) کئی سو روپے کا نذرانہ دلوایا۔تمام حاضرین پر ایک کیفیت طاری تھی،خاص کر صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے چہرے پر مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے کہ آپ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اعلیٰ حضرت کے دست پاک ہی میں نذرانہ پیش کر رہا ہوں۔

غور فرمائیں کہ ہزاروں روپے کی تھیلی مظہر اسلام کو دلوانے کے بعد بھی آپ کو سیری نہیں ہوئی حتی کہ ایک بڑی رقم پیرزادے کی خدمت میں پیش کرائی کہ عرس کے مصارف میں سہولت ہو۔

عرس رضوی کے ساتھ آپ کے خلوص کا یہ روشن ثبوت ہے۔ان شواہد کی روشنی میں یہی فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ اپنے معتقدین ومتوسلین سے آپ کو اپنے نفس کے لیے ایک کوڑی بھی لالچ نہیں تھی۔مخلصین کی یہی شان ہوتی ہے۔ان کا ہر کام رضائے مولیٰ کے لیے ہوتا ہے۔''من کان للہ کان اللہ لہ'' کے فردوں میں سے آپ ایک فرد تھے۔(تذکرہ صدر الشریعہ،ص ۸۵،ملخصا)

میمن سیٹھوں کا آپ کے خلوص سے متاثر ہونا ::

آپ کے مریدین میمن سیٹھیے صرف تاجر نہیں تھے بلکہ پیروں کے جانچنے اور پرکھنے میں بھی کمال رکھتے تھے۔پیر طریقت مولوی عبد الحق میر کارواں جب ان سیٹھوں کے قافلے کے ساتھ دھوراجی کے لیے روانہ ہونے لگے تو میں بھی اسٹیشن تک پہونچ گیا تھا۔انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ میمن سیٹھ آپس میں گفتگو کر رہے تھے کہ''صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہم لوگ ایسے معتقد ہیں کہ اگر یہ چاہتے تو ہم لوگوں کو بریلی شریف سے غافل رکھتے اور صرف اپنی ذات اور اپنے وطن کی طرف ہم لوگوں کو مشغول رکھتے۔جیسا کہ فلاں پیر صاحب نے اپنے مریدین کو اپنے شیخ کی خانقاہ سے غافل کر دیا ہے۔اللہ کا شکر ہے کہ ہم لوگ اپنے مرشد کی ہدایت کے بموجب حاضر ہوئے اور یہاں کی زیارت سے شرف حاصل کیا۔''تم کلامہ وکلامہم'' شیخ کامل کا خلوص مرید کے قلب کو گرماتا ہے،اس سے اس کی روحانیت میں اضافہ ہوتا ہے۔ایسا پیر،پیر اور شیخ کہے جانے کے لائق ہے۔جو بلا حرص ایصال الی اللہ کے لیے مرید کرے۔صدر الشریعہ علیہ الرحمہ

کے خلوص نے ان مریدین کو پہلے سے زیادہ معتقد بنا دیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ دین اسلام کی خدمت میں یہ لوگ پہلے سے زیادہ چست ہو جائیں گے۔ (تذکرۂ صدرالشریعہ، ص٦٠)

حضور محدث کبیر مد ظلہ العالی نے راقم الحروف سے بیان فرمایا کہ

''مدرسہ حنفیہ جس میں حضرت صدرالشریعہ زیر تعلیم تھے اس کے اور خانقاہ رشیدیہ کے درمیان ایک دیوار حائل تھی، اور گھوم کر روڈ پر آ کے خانقاہ میں جانا ہوتا تھا۔

حضرت مولانا ھدایت اللہ صاحب رامپوری علیہ الرحمہ جو کہ خود بہت بزرگ صاحب تصوف تھے، وہ خود بھی سرکار آسی کے بہت معتقد تھے اور اپنے تلامذہ کو بھی حکم دیتے تھے کہ ان سے فیض لیا کرو۔ تو ابا جی (صدرالشریعہ) ان سے ملنے روزانہ کم سے کم ایک مرتبہ ضرور جاتے، انہوں نے پہلے ہی روز ابا جی کا نام پوچھا: کیا نام ہے؟ تو بتایا کہ محمد امجد علی۔ سرکار آسی نے فرمایا'' آج سے تمہارا نام مخلص ہے''

ایک مرتبہ حافظ ملت (علیہ الرحمہ) فرمانے لگے کہ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ فرما رہے تھے کہ ایک مرتبہ کچھ مشکل مقامات کتابوں میں ایسے آ گئے کہ مجھے بہت محنت کرنی پڑی، اور تین یا چار روز میں نہیں جا سکا، اس کے بعد میں پہونچا، سلام کیا تو جواب دیا اور فرمانے لگے ''مخلص! معلوم نہیں ہے کہ باب افعال کی ایک خاصیت سلب ماخذ بھی ہے۔ یعنی مخلص باب افعال سے ہے اور آپ کو یہ نہیں معلوم کہ اس کی ایک خاصیت سلب ماخذ بھی ہے؟۔

''یعنی صدرالشریعہ اخلاص کا پیکر ہیں۔''

سرکار آسی ہمیشہ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کو ''مخلص'' فرماتے۔ (سبحان اللہ)

یعنی حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے زمانہ طالب علمی کا یہ حال تھا کہ انہیں سرکار آسی علیہ الرحمہ ہمیشہ مخلص فرمایا کرتے۔

یہ صرف چند نمونے تھے جس سے آپ محظوظ ہوئے، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی پوری زندگی اخلاص وللّٰہیت کے جذبے کے ساتھ گزری۔ یقیناً اللہ تعالیٰ ایسے ہی بندوں کو اپنا قرب عطا فرماتا ہے۔ کہ ''من کان للہ کان اللہ لہ'' جو اللہ کا ہو جاتا ہے، اللہ اس کا ہو جاتا ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ رسول اکرم ﷺ و حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے صدقے میں ہم غلامان رسول ﷺ و غلامان صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے دلوں میں بھی حقیقی اخلاص پیدا فرمائے، اور اخلاص وللّٰہیت کے جذبے کے ساتھ زیادہ سے زیادہ اعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

صدر الشریعہ کا صبر و تحمل

از قلم: **مولانا ریحان جامی امجدی**
(قصبہ خاص، گھوسی)

ایمان کے دو حصے ہیں: (۱) صبر (۲) شکر۔ یہ دونوں، اللہ عزوجل کی دو صفات اور دو اسما سے ماخوذ ہیں، کیوں کہ اللہ عزوجل نے خود کو صبور اور شکور ارشاد فرمایا ہے۔ صبور کی وضاحت کرتے ہوئے مفتی احمد یار خان نعیمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ صبور اگر بندے کی صفت ہو، تو اس کا معنی ہوتے ہیں: گھبراہٹ سے اپنے کو روکنا۔ اور اگر رب تعالیٰ کی صفت ہو، تو معنی ہوتے ہیں؛ مجرموں کے عذاب میں جلدی نہ فرمانا۔ (مرآت المناجیح، ج ۳، ص ۲۳۳)

شکر کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

شکر جب بندے کی صفت ہو، تو اس کے معنی ہیں انعام پاکر منعم کی حمد وثنا بجالانا، اور جب رب تعالیٰ کی صفت ہو تو معنی ہوتے ہیں تھوڑے عمل پر بہت فضل فرمانا۔ (ایضا)

صبر جمیل کی تعریف:

صبر جمیل یہ ہے کہ مصیبت میں مبتلا شخص کو کوئی نہ پہچان سکے، (احیاء العلوم، ج ۷، باب الصبر)

صبر ایک ایسی اعلیٰ نعمت ہے کہ جس نے صبر کا دامن تھاما، اس نے اللہ کا قرب پالیا کہ اللہ خود صابرین کے متعلق فرماتا ہے، ''ان اللہ مع الصٰبرین'' بے شک اللہ صابروں کے ساتھ ہے۔

اور صبر والوں کی صفات بھی اللہ عزوجل نے بیان فرمائیں بلکہ قرآن پاک میں ستر سے زائد مرتبہ اس کا ذکر فرمایا اور اکثر درجات و بھلائیوں کو اسی کی طرف منسوب کیا اور اس کا پھل قرار دیا۔ ملاحظہ فرمائیں، ارشادات خداوندی:

فرماتا ہے: وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا (پ ۱۲، السجدۃ ۲۴) اور ہم نے ان میں سے کچھ امام بنائے کہ ہمارے حکم سے بتاتے، جب کہ انہوں نے صبر کیا۔ (کنز الایمان)

وَ لَنَجْزِيَنَّ الَّذِينَ صَبَرُوْا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ (پ ۱۴، النحل ۹۶) اور ضرور ہم صبر کرنے والوں کو ان کا صلہ دیں گے جو ان کے سب سے اچھے کام کے قابل ہو (کنز الایمان)

اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا (پ ۲۰، القصص ۵۴) ان کو ان کا اجر دوبالا دیا جائے گا، بدلہ ان کے صبر کا (کنز الایمان)۔ یہ آیات صابرین کو اجر و انعام ملنے پر واضح دلیل ہیں۔

اللہ تعالیٰ مصائب وغیرہ پر صبر کرنے والوں کی بہت قدر فرماتا ہے اور انہیں بہترین جزا دیتا ہے۔ فرماتا ہے: اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوْنَ اَجْرَهُمْ بِغَيْرِ حِسَابٍ (پ ۲۳، الزمر ۱۰) صابروں ہی کو ان کا ثواب بھرپور دیا جائے گا بے

گنتی (کنزالایمان)

احادیث مبارکہ میں صبر کی فضیلت:

حضور ﷺ سے پوچھا گیا ایمان کیا ہے؟ فرمایا: صبر۔ دوسرے مقام پہ ارشاد فرمایا: اللہ عزوجل کی جلالت اور اس کے حق کی معرفت کا تقاضا یہ ہے کہ تم نہ اپنے درد کی شکایت کرو اور نہ مصیبت کا ذکر کرو۔ (یعنی صبر کرو) (ماخوذ از احیاء العلوم، ج،۷، باب الصبر)

انسان کی فطرت ہے کہ مصائب وتکالیف کے وقت غمگین وحزیں ہو جاتا ہے اور اکثر و بیشتر کا حال تو یہ ہوتا ہے کہ جزع وفزع تک پہونچ جاتے ہیں اور صبر کی حدود سے بہت دور نظر آتے ہیں۔ لیکن اللہ اپنے جن محبوب بندوں پر فضل فرماتا ہے وہ بڑی سے بڑی مصیبتوں پر فرمان خداوندی کو مدنظر رکھتے ہوئے صبر کے دامن کو نہیں چھوڑتے، اور راضی برضائے الٰہی ہوتے ہیں۔

اللہ کے انہیں صابرین بندوں میں سے ایک حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ علیہ الرحمہ بھی ہیں، کہ جنہوں نے اپنی عزیز اولاد کی موت پر بھی جزع وفزع کا مظاہرہ نہ کیا بلکہ صبر وشکر اور رضائے الٰہی پر راضی ہوکر صابرین ماجورین کے زمرے میں شامل ہوئے۔ اب آیئے ان واقعات وشواہد کو ملاحظہ فرمائیں جس سے ہمیں صبر وتحمل کا درس ملتا ہے۔

صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا حکیم شمس الہدیٰ صاحب کا انتقال (١٠ ر رمضان المبارک ١٣٤٠ھ کو) ہوگیا اور حضرت اسوقت نماز تراویح ادا کررہے تھے، اطلاع دی گئی تشریف لائے۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون پڑھا اور فرمایا: ابھی آٹھ رکعت تراویح باقی ہے اور نماز میں مصروف ہوگئے (از حیات صدرالشریعہ ص١٣)

حکیم شمس الہدیٰ، حضرت رصدرالشریعہ کے پہلے بیٹے تھے، اور آپ کو بے حد عزیز تھے اور یہ بھی کہ حکیم شمس الہدیٰ نے گھر کی تمام ذمہ داریاں اپنے سر لے کر کے صدرالشریعہ کو خدمت دین متین کے لیے آزاد فرمادیا تھا اور صدرالشریعہ گھوسی میں یا باہر جہاں بھی ہوتے گھر کی تمام ذمہ داریوں سے بےفکر رہتے۔ مقام غور ہے کہ اس عزیز بیٹے کی موت پر بھی ایسا صبر فرمایا کہ دنیا آج بھی تصور کر کے دنگ رہ جاتی ہے۔

تلمیذ صدرالشریعہ، حضرت مولانا سید ظہیر احمد زیدی علی گڑھی علیہ الرحمی بیان کرتے ہیں کہ:

حضور صدرالشریعہ کی پہلی بچی بُنّو (مرحومہ) سے قبل کوئی صاحبزادی نہ تھی اس لئے آپ کو اپنی اس بچی کیساتھ بیحد محبت تھی اور اس لئے بھی کہ یہ بے ماں کی بچی تھی اس کی والدہ حیات سے نہ تھیں، یہ صاحبزادی دادوں میں بیمار ہوئیں۔ مرض نے طوالت اختیار کی، متعدد حکماء کا علاج ہوا، لیکن قدرت کو کچھ اور ہی منظور تھا، صحت وافاقہ کی کوئی صورت پیدا نہ ہوئی، ایک دن بعد نماز فجر، حضرت نے قرآن خوانی کیلئے طلبہ و حاضرین کو روکا، بعد ختم قرآن مجید، آپ نے مجلس کو خطاب فرمایا کہ " بُنّو " کی طبیعت علیل ہوگئی ہے، کوئی علاج کارگر نہیں ہوا، اور فائدہ کی کوئی صورت نہیں نکل رہی ہے، آج شب میں نے خواب میں دیکھا کہ

سرورکونین، رحمت عالم، روحی فداہ ﷺ گھر میں تشریف لائے ہیں اورفرمارہے ہیں: کہ ہم ''بنّو'' کو لینے آئے ہیں۔سید الانام حضور علیہ الصلوۃ والسلام کوخواب میں دیکھنا بھی حقیقت میں بلا شبہ آپ ہی کو دیکھنا ہے۔اس لئے یہ یقین ہے کہ بنّو کی دنیاوی زندگی اب پوری ہوچکی ہے اوراس جہان فانی سے وہ اب رخصت ہونے والی ہے،مگر وہ بڑی خوش نصیب ہے کہ اسے آقا و مولیٰ، رحمت عالم، محبوب رب العالمین ﷺ لینے کیلئے تشریف لائے اور میں نے خوشی سے آپ کوسپرد کیا۔

حضرت صدرالشریعہ کی یہ لاڈلی پیاری پاکباز اور مقدس بیٹی آپ سے جدا ہوگئی تسلیم ورضا کی منزل میں عظیم صبرو استقامت کیساتھ آپ نے قضاء الٰہی کو قبول فرمایا صد ہزار رحمتیں ہوں آپ کے روح پاک پر۔آمین۔ (حیات صدرالشریعہ،ص:۹۰)

علامہ سید ظہیر زیدی علیہ الرحمہ مزید بیان کرتے ہیں کہ :

مولانا عبدالشاہد شیرانی اجمیر شریف میں دارالعلوم معینیہ میں پڑھتے اور حضرت صدرالشریعہ اور مولانا معین الدین اجمیری مدرس تھے، بعض وجوہات کی بنا پر مولانا معین الدین اجمیری کو مدرسہ سے معزول کردیا گیا، اگرچہ اس معزولی میں حضرت صدرالشریعہ کا کوئی ہاتھ نہ تھا مگر الزام آپ پر بھی لگا اور مولانا معین الدین اجمیری اور ان کے حمایتی طلبہ حجرت صدرالشریعہ سے بددل ہوگئے۔پھر ایک زمانے بعد جب صدرالشریعہ دادوں ضلع علی گڑھ بحیثیت صدرالمدرس تشریف لائے اور اس کے بعد مولانا عبدالشاہد شیروانی (جو متولی مدرسہ سے بہت قربت رکھتے تھے اور انہیں کے خاندان تھے اور متولی صاحب ہی ان کے مربی ومحسن تھے) بھی بحیثیت مدرس تشریف لائے اور ان کو نائب صدر مدرس بنادیا گیا۔چوں کہ یہ اجمیر شریف کے مسئلے کی وجہ سے پہلے ہی سے صدرالشریعہ سے بددل تھے چنانچہ یہاں ان کا نائب مقرر ہونے کے بعد انتقامی جذبہ ابھر آیا پھر اس کے بعد وہ پروپگنڈے شروع کیے گئے کہ اللہ کی پناہ، طلبہ کو صدرالشریعہ کے خلاف کرنے کی جی توڑ کوشش کی گئی۔اور مدرسے کے علمی ماحول کو سیاسے رنگ میں رنگ دیا گیا ،اور صدرالشریعہ کے لیے ایسے حالات بنائے گئے کہ وہ خوؤد مدرسہ سے مستعفی ہوجائیں مگر جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے۔ حضرت صدر الشریعہ نے ان تمام مصائب و ناخوش گوار حالات پر صبر سے کام لیا اور اللہ نے سرخرو فرمایا۔(ملخصاً از صدر الشریعہ نمبر،ص:۹۲/۹۳)

حافظ ملت علیہ الرحمہ کا بیان ہے کہ :

اجمیر شریف کے قیام کے دوران آپ کے چھوٹے صاحب زادے جو حضرت سے بہت مشابہ تھے اور حضرت ان کو بہت پیار کرتے تھے، بہت محبت کرتے تھے۔ان کا انتقال ہوگیا، گرمی کا موسم تھا، اور ہم لوگ (طلبہ) محلّہ پرمٹھا، دارالاقامہ میں رہتے تھے اور حضرت ترکولیا دروازہ میں رہتے تھے، تقریباً ایک میل کا فاصلہ

ہے،ہمیں بہت دیر میں خبر ہوئی ، ہم پہنچے تو صاحب زادہ صاحب دفن ہو چکے تھے،ہم نے عرض کیا:''حضور نے ہمیں اطلاع نہیں دی''۔فرمایا:''خیال ہوا کہ گرمی کا وقت ہے، آپ لوگوں کو تکلیف ہوگئی لہٰذا دفن کر دیا''۔(ایضاً،ص:۱۳)

اس واقعے میں جہاں صدرالشریعہ کی اپنے طلبہ پر شفقت نظر آتی ہے وہیں آپ کا کمال صبر وضبط بھید یکھا جاسکتا ہے کہ ایک مدرس جس کا سارا مدار اپنے طلبہ پر ہوتا مگر صدرالشریعہ اتنے صابر تھے کہ انہوں نے اس رنج وغم کی کیفیت میں بھی طلبہ کو پریشانی نہ اس لیے صبر فرمالیا۔

اللہ رب العزت سنت رسول ﷺ وطریقہ صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے مطابق زندگی گزارنے اور زندگی کے ہر موڑ پر صبر کی توفیق عطا فرمائے۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی مختصر سوانح حیات

ازقلم: **مولانا محمد آصف امجدی۔ گھوسی**
متعلم: طیبۃ العلماء جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی

سرزمین ہند نے جن عظیم المرتبت اور نابغ؟ روزگار شخصیتوں کو پیدا کیا ہے۔ ان میں سے ایک نمایہ شخصیت فقیہ اعظم ہند، حضور صدر الشریعہ علامہ محمد امجد علی علیہ الرحمہ والرضوان کی ہے۔ آپ مشرقی یوپی کے مشہور و معروف قصبہ مدینۃ العلماء گھوسی قدیم ضلع اعظم گڑھ اور حال ضلع مئو میں ۱۲۹۶ھ مطابق ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔

سلسلۂ نسب:

علامہ شاہ محمد امجد علی اعظمی بن حکیم مولانا جمال الدین، بن مولانا خدا بخش، بن مولانا خیر الدین رحمہم اللہ تعالیٰ۔

خاندان:

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا گھرانہ علمی گھرانہ تھا آپ کے آبا و اجداد اہل علم و فضل تھے آپ کے پدر بزرگوار مولانا حکیم جمال الدین صاحب علوم ظاہری کی تکمیل کے بعد طبابت کیا کرتے تھے آپ کے دادا مولانا خدا بخش صاحب جب حج کے لیے تشریف لے گئے تو مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل سے دلائل الخیرات شریف کی اجازت حاصل کی یہ صاحب کرامت بزرگ تھے۔

تعلیم:

علوم وفنون کی ابتدائی کتابیں اپنے جد امجد پھر اپنے بڑے بھائی مولانا صدیق علیہ الرحمہ سے پڑھی۔ پھر اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ حنفیہ جونپور میں داخل ہوئے۔ جو اس زمانے میں علم وفن کی عظیم درسگاہ مانی جاتی ہے۔ وہاں آپ نے تحریک آزادئی ہند عظیم مجاہد اور اپنے وقت کے ممتاز و متبحر عالم دین علامہ فضل حق خیر آبادی کے شاگرد رشید، جامع معقول و منقول استاذ الاساتذہ مولانا ہدایت اللہ خاں رامپوری ثم جونپوری علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۲۶ھ۔۱۹۰۸ء) سے اکتساب فیض کیا۔ آپ کی ذہانت و فطانت اور لیاقت وصلاحیت کو دیکھ کر حضرت استاذ الاساتذہ نے اپنا معتمد اور شاگرد خاص بنایا۔ جس کا اندازہ حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری پروفیسر دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اس بیان سے لگایا جاسکتا ہے۔

حضرت استاذ الاساتذہ یوں تو تمام طلبہ پر عنایت فرماتے تھے۔ لیکن تین اشخاص (مولانا محمد صدیق، مولانا محمد امجد علی، سلیمان اشرف) پر خاص الخاص نظر کرم تھی چاہتے تھے کہ جو کچھ میرے سینے میں ہے نکال کر ان تینوں کو بخش دوں،، (صدر الشریعہ نمبر ص:۳۷)

یہی وجہ ہے کہ استاذ الاساتذہ ایک بار آپ کے متعلق فرمایا ,, ایک شاگرد ملا مگر وہ بھی بڑھاپے میں،، جونپور

شریف میں علوم عقلیہ ونقلیہ کی تکمیل کے بعد علم حدیث میں مہارت ورسوخ حاصل کرنے کی غرض سے استاذ الاساتذہ کے مشورہ کے مطابق آپ مدرسۃ الحدیث پیلی بھیت شریف تشریف لائے، جہاں استاذ المحدثین حجۃ العصر علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ (متوفی ۱۳۳۴ھ ۱۹۱۶ء) سے درس حدیث لیا۔ اور ۱۳۲۰ھ مطابق ۱۹۰۵ء میں سند فراغت حاصل کی۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کی لیاقت وصلاحیت کا اعتراف مدرسین سے لیکر اراکین مدرسہ تک کا تھا۔ جس کا اندازہ مہتمم مدرسۃ الحدیث کی اس رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو انہوں نے تحفۂ حنفیہ پٹنہ میں شائع کرائی تھی۔ رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں: ''۶/ ذی الحجہ ۱۳۲۴ھ کو بحمدہ تعالیٰ طلبہ کا امتحان حضرت مولانا شاہ محمد سلامت اللہ صاحب رامپوری دام فیضہ نے لیا، مولوی امجد علی صاحب نے بعد فراغ کتب درسیہ کے نہایت جانفشانی وکمال مستعدی سے سال بھر میں صحاح ستہ مسند شریف، کتاب الآثار، مؤطا شریف، طحاوی شریف کا قراءۃً وسماعۃً درس حاصل کر کے اعلیٰ درجہ کا امتحان دیا، جس کے باعث ممتحن صاحب وحاضرین نہایت شاداں اور ان کی حسن لیاقت وفہم وذکاوت سے بہت فرحاں ہوئے، اور دستارِ فضیلت زیب سر کی گئی''۔ (تحفہ حنفیہ،۴۴ محرم ۱۳۲۵ھ پٹنہ)

تدریس کا آغاز:

علوم وفنون سے فراغت حاصل کرنے کےبعد سب سے پہلے پٹنہ بہار کی ممتاز درسگاہ ''مدرسہ اہلسنّت'' میں صدر مدرس کی حیثیت سے آپ کا تقرر ہوا۔ اس درسگاہ کی علمی دھمک کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ حضور صدرالشریعہ سے پہلے علامہ فضل حق خیرآبادی کے شاگرد رشید مولانا عبدالعزیز منطقی اور حافظ الحدیث محدث صورتی علیہ الرحمہ جیسی عظیم المرتبت شخصیتیں یہاں، برسوں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دے چکی تھیں۔ ان حضرات کے بعد آپ نے اس خلا کو پر کیا۔ آپ کی آمد سے اس درسگاہ کا پرانا وقار عود کر آیا۔

اس درسگاہ میں درس کے لیے آپ کے سامنے سب سے پہلے کتاب ہدایہ جلد ثالث پیش کی گئی۔ آپ نے مضامین کی تفہیم وتعبیر اور مغلق مقامات کی عقدہ کشائی اس انداز میں فرمائی کہ علماء ودیگر سامعین متحیر رہ گئے۔ اس مدرسہ کے مہتمم قاضی عبدالوحید صاحب رئیس پٹنہ نے مدرسہ کی تعلیمی ذمہ داری آپ پر ڈال دی۔ رئیس پٹنہ کے انتقال کے کچھ عرصہ بعد وہاں سے مستعفی ہوگئے۔ اور شوال المکرم ۱۳۲۶ھ کو لکھنؤ جاکر دو سال تک علم طب حاصل کیا۔

تکمیل طب کے بعد وطن تشریف لائے۔ اور طب شروع کر دیا۔ مطب نہایت ہی کامیابی کے ساتھ چلتا رہا۔ محدث صورتی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو جب معلوم ہوا کہ مولانا امجد علی نے مطب کا کام شروع کر دیا ہے۔ تو آپ بیحد غمگین ہوئے جب حضرت صدرالشریعہ پیلی بھیت سے بریلی شریف جارہے تھے۔ تو محدث صورتی نے اپنے خط میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ سے حضرت صدرالشریعہ کو خدمت علم دین کی طرف متوجہ کرانے کی گذارش کی۔ چنانچہ چند مہینے کے اندر اندر مجدد دین وملت نے آپ (صدرالشریعہ) کے لیے مستقل قیام کا انتظام فرمایا (صدرالشریعہ نمبر: ٦٧)

مدرسہ منظر اسلام کے تعلیمی امور کی ذمہ داری، انجمن اہلسنّت کی نظامت، پریس کی ذمہ داری، مسودات کا بیضہ

کرنا، کتابت شدہ کاپیوں کی تصحیح، فتویٰ نویسی، پارسلوں کی ترسیل جیسے اہم امور آپ کے سپرد تھے۔آپ کے علمی لیاقت وصلاحیت اور اخلاص وللّٰہیت کی بنیاد پر اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ والرضوان آپ کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے۔ اور آپ پر حد درجہ اعتماد فرماتے تھے۔کموبیش پندرہ برس کے بعد ۱۳۴۳ھ/۱۹۲۴ء کو بحیثیت صدر مدرس دار العلوم معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف تشریف لے گیے۔اور ۱۳۵۱ھ تک وہاں رہ کر تشنگان علوم وفنون کو سیراب کرتے رہے۔ ملک کے کونے کونے سے ذہین وفطین طلبہ آپ کے پاس آتے۔اور علم وفن سے سیراب ہوکر لوٹتے، شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی گھوسوی رقم فرماتے ہیں۔"دار العلوم معینیہ عثمانیہ میں ایسی شاندار تعلیم شروع ہوئی کہ دھوم مچ گئی یوپی، بہار، حیدر آباد، وغیرھا مقامات کے طلبہ آپ کے حسن تدریس کا شہرہ سن سن کر بعد مسافت کی پرواہ کیے بغیر آپ سے پڑھنے کے لیے جانے لگے، باشندگان اجمیر شریف کا بیان ہے کہ اس سے پیشتر ایسا شاندار تعلیمی منظر یہاں دیکھنے میں نہیں آیا" ۱۳۵۱ھ میں پھر بریلی شریف تشریف لائے۔اور تین سال تک تدریس وافتاء کی خدمات انجام دی۔۱۳۵۴ھ میں نواب حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس ریاست دادوں علی گڑھ نے آپ کو اپنے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ کے لیے صدر مدرس کے عہدہ پیش کش کی۔آپ نے قبول فرمالی۔اور وہاں مسلسل سات سال تک پوری لگن کے ساتھ تدریسی امور میں مصروف رہ کر باصلاحیت افراد پیدا کیے۔(ماہنامہ فیض الرسول مارچ ۱۹۶۶ء)

حدیث دانی:

حدیث پاک کے منطوق ومفہوم پر نظر کیے بغیر کوئی فقیہہ نہیں ہوسکتا جب حضرت صدر الشریعہ کی فقاہت تسلیم ہے تو انہیں محدث ماننا بھی ضروری ہے۔فتاویٰ امجدیہ میں جگہ جگہ احادیث سے مسائل کو مبرھن کیے جانے سے بھی اس کا اندازہ ہوتا ہے۔اس کے علاوہ "فقہ حنفی" کی تائید میں "بہار شریعت" کے ہر حصہ بلکہ تقریباً ہر باب سے متعلق صحاح ستہ کے علاوہ دیگر کتب حدیث سے بھی احادیث اخذ کی گئی ہیں۔اس احادیث کو اگر اصل متن کیساتھ اکٹھا کیا جائے تو حدیث" کی ایک اہم کتاب تیار ہوجائے گی۔

حضور صدر الشریعہ کا نماز سے شغف:

حضور صدر الشریعہ سفر ہو یا حضر کبھی نماز قضا نہ فرماتے۔شدید سے شدید بیماری میں بھی نماز ادا فرماتے۔اجمیر شریف میں ایک بار شدید بخار میں مبتلا ہو گیے، یہاں تک کہ غشی طاری ہوئی اور عصر تک رہی۔حضور حافظ ملت خدمت کے لئے حاضر تھے۔حضور صدر الشریعہ کو جب ہوش آیا تو سب سے پہلے یہ دریافت فرمایا کہ کیا وقت ہے؟ ظہر کا وقت ہے یانہیں؟ حضور حافظ ملت نے عرض کیا کہ اتنے بج گئے ہیں، اب ظہر کا وقت نہیں ہے۔یہ سنتے ہی اتنی اذیت پہونچی کہ آنکھوں سے آنسوں جاری ہوگئے۔ حضور حافظ ملت نے دریافت کیا کہ حضور کو کہیں درد ہے؟ کہیں تکلیف ہے؟ فرمایا تکلیف ہے کہ ظہر کی نماز قضا ہوگئی۔حضور حافظ ملت نے عرض کیا کہ حضور بیہوش تھے اور بیہوشی کے عالم میں نماز قضا ہونے پر کوئی مواخذہ نہیں۔فرمایا آپ مواخذہ کی بات کررہے ہیں، وقت مقررہ پر ایک حاضری سے تو محروم رہا۔

عرفاء نے لکھا ہے کہ کچھ لوگ دوزخ کے ڈر سے فرائض و واجبات کی پابندی کرتے ہیں اور معاصی سے بچتے ہیں۔ کچھ جنت کی امید پر۔ اور کچھ اللہ کے خاص بندے وہ ہیں کہ وہ جنت و دوزخ سی بے پرواہ ہوکر صرف رضائے الٰہی کے لئے سارے اعمال حسنہ کرتے ہیں۔ ان کا کہنا یہ ہے کہ "اگر جنت میں اس کا دیدار نہ ہوتو صد افسوس۔ اور اگر جہنم میں اس کا دیدار ہوتو خوش نصیبی"۔

یہ شہد ہو تو پھر کسے پرواہ شکر کی ہے۔	جنت ملے ملے نہ ملے تیری رؤیت ہو خیر سے

(صدر الشریعہ نمبر: ۵۵)

صدر الشریعہ کی مناظرانہ مہارت:

اظہار حق کے لیے فن مناظرہ ایک اہم اور بنیادی فن ہے۔ اس فن میں بھی حضور صدر الشریعہ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے آپ کے درسگاہ علم فن کی تربیت یافتہ افراد میں ایسے ایسے باکمال مناظر پیدا ہوئے جن کا نام سن کر ہی ایوان باطل لرز جاتا تھا۔ مجاہد ملت علامہ حبیب الرحمٰن اڑیسوی ہوں یا شیر بیش؟ آہل سنت علامہ حشمت علی محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد ہوں یا مفتی رفاقت حسین علیہم الرحمہ سب کے سب آپ ہی کے تربیت یافتہ ہیں، حضرت صدر الشریعہ کی مناظرانہ مہارت پر مجدد اعظم امام احمد رضا قدس سرہ کو نہ صرف اعتماد۔ بلکہ ناز تھا یہی وجہ ہے کہ جب کہیں سے اعلیٰ حضرت کے پاس مناظرہ کی دعوت آتی تو آپ حضرت صدر الشریعہ ہی کو عموماً اپنا جانشین مقرر فرما کر بھیجتے جیسا کہ مندرجہ ذیل واقعات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔

(۱) رنگون سے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے پاس خط آیا جس میں مولوی اشرف علی تھانوی کے زہریلی تقریر کا ذکر تھا۔ اعلیٰ حضرت علی قدس سرہ نے تھانوی کے مقابلہ کے لیے آپ کو رنگون روانہ فرمایا۔ جب حضرت صدر الشریعہ کلکتہ پہنچے، تو آپ نے رنگون کے سنّی مسلمانوں کو تار دیا کہ میں فلاں وقت جہاز سے رنگون آرہا ہوں، سنّی مسلمانوں نے جوش مسرت میں حضرت صدر الشریعہ کی آمد کا اعلان کردیا۔ تھانوں صاحب کو جب اس کی اطلاع ہوئی تو فوراً ہی رنگون سیکلکتہ بھاگ آئے۔ حضرت صدر الشریعہ رنگون پہنچے مگر تھانوی وہاں سے بھی فرار ہوگئے۔ (صدر الشریعہ نمبر ص: ۱۱۷)

سچ فرمایا امام احمد رضا نے:

اس سے بہت کچپاتے یہ ہیں	میرا امجد مجد کا پکا

(۲) اسی طرح نجیب آباد میں جب مولوی اشرف علی تھانوی پہونچے تو وہاں کی فضا مسموم ہوگئی تو جناب احمد حسن رضوی نے امام اہلسنّت قدس سرہ کو بذریعہ تار یہ اطلاع دی کہ ہم نے مولوی اشرف علی تھانوی کو مناظرے کی دعوت دے دی ہے کسی مناظر کو جلد از جلد بھیج دیا جائے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے حضرت صدر الشریعہ اور حجۃ الاسلام قدس سرا ہما کو نجیب آباد بھیجا۔ یہ دونوں حضرات نجیب آباد پہونچے اور مولوی اشرف علی تھانوی کو مناظرے کے لیے تحریر بھیجی۔ اس نے جواب دینے کا وعدہ کیا مگر اپنی پرانی روش کے مطابق رات کی تاریکیوں میں وہاں سے فرار ہوگئے۔ حضرت صدر الشریعہ

علیہ الرحمہ نے فتح کا جلسہ منعقد کیا اور وہابیوں، دیوبندیوں کی تردید میں بہترین تقریر فرمائی۔ صدر الشریعہ نمبر ص:۱۱۷)

وصال مبارک:

حضرت صدر الشریعہ بریلی شریف کے دوران قیام ۱۳۳۷ھ/۱۹۱۹ء میں پہلی مرتبہ حج و زیارت کی سعادت سے مصرف ہوئے۔ دوسری مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کے ارادہ سے بمبئی پہنچے تھے کہ ۲ ذی القعدہ ۱۳۶۷ھ ۶ ستمبر ۱۹۴۸ء بروز دوشنبہ رات ۱۲ بجکر ۲۶ منٹ پر عالم جاودانی کو تشریف لے گئے۔

درج ذیل آیت مبارکہ آپ کی وفات کا مادۂ تاریخ ہے۔

''اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنَ''

۱۳۶۷ھ

سلامی جابجا ارض وسماء دیں	مہ و خورشید پیشانی جھکا دیں
ترے خدام اے صدر الشریعت	جدھر جائیں فرشتے سر جھکا دیں

صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کام کی مشین

شاداب امجدی برکاتی

جامعہ احسن البرکات مارہرہ شریف

عمل پیہم زندگی کا دوسرا نام ہے۔ وہی زندگی دراصل زندگی ہے جس کا لمحہ لمحہ مسلسل کوششوں اور محنتوں سے مزین ہو، جس میں آوارگی اور جمود و تعطل نے راہ نہ پائی ہو۔ مشہور انگریزی ڈرامہ نگار جارج برناڈ شا نے اپنی آخری زندگی میں کہا تھا: ''مجھے مزے کی بات میں فرصت نہیں، میری زندگی ایک مشعل ہے جسے آئندہ نسل کو سپرد کرنے سے پہلے میں اسے زیادہ سے زیادہ روشن دیکھنا چاہتا ہوں'' (ڈیل کارنگی، ص ۳۹)

اس تناظر میں جب ہم حضور صدر الشریعہ بدر الطریقہ علامہ حکیم امجد علی اعظمی مصنف بہار شریعت علیہ الرحمہ کی مبارک زندگی کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہمیں نظر آتا ہے کہ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ خدمت دین اور اشاعت علم سے عبارت ہے، یومیہ معمول ایسا تھا کہ فجر سے پہلے سے معمولات شروع ہوتے اور رات کے بارہ، ایک کبھی دو بجے تک جاری رہتے۔

زندگی زندہ دلی کا نام ہے	مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

(امام بخش ناسخ)

آپ کے شاگرد حضرت مولانا حسن علی ملتانی لکھتے ہیں :

''جب حضرت امام فن حدیث علامہ شاہ وصی احمد محدث سورتی قدس سرہ کے توسط سے حضرت صدر الشریعہ کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جامعہ منظر اسلام میں تقرر ہوا تو ایک طرف درس و تدریس میں انہماک، دوسری طرف مطبع اہل سنت کی تمام ذمہ داری آپ پر ڈال دی گئی، چھپائی کی نگرانی، کتابت کی تصحیح یہ آسان کام نہیں لیکن حضرت یہ سب کچھ بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیتے، الغرض سرکار اعلیٰ حضرت جو کام بھی آپ کے ذمہ لگاتے بحسن وخوبی انجام دیتے اور اعلیٰ حضرت کے حسن معیار پر پورے اترتے۔ اس زمانے میں یہ جملہ زبان زد خاص و عام تھا کہ ''مولانا امجد علی صاحب تو کام کی مشین ہیں''۔ (ماہنامہ اشرفیہ، اکتوبر ر نومبر ۱۹۹۵ء کا صدر الشریعہ نمبر، ص:۱۱۹)

یعنی جس طرح ایک مشین کم وقت میں بغیر تھکے اور بغیر کسی خامی و غلطی کے اپنا کام صد فی صد درست کرتی ہے ایسے ہی حیرت انگیز کارنامہ حضور صدر الشریعہ کا تھا کہ روزانہ دسیوں کام کرتے تھے اور پھر اگلے دن اسی تازگی سے کام کرتے کہ جیسے کوئی تھکن ہو ہی نہ۔

حضوصدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی زندگی چار حصوں میں منقسم ہے (۱) گھوسی شریف (۲) بریلی شریف (۳) اجمیر شریف (۴) دادوں، ضلع علی گڑھ۔ گھوسی کے معمولات شب و روز کہیں نہ مل سکے اس آخر الذکر تین مقامات کے معمولات شب و روز کو آنے والی سطروں میں ملاحظہ فرمائیں، آپ بھی یہ کہے بغیر نہ رہ سکیں گے صدر الشریعہ کام مشین تھے۔

قیامِ بریلی کے شب و روز:

حضرت محدث کبیر مدظلہا العالی کا بیان ہے کہ: ''صبح بہت جلد بیدار ہوکر مسجد تشریف لے جاتے، اگر مؤذن نہ ہوتا تو تو وضو کر کے خود اذان دیتے، سنتوں سے فارغ ہوکر معمولات مشائخ میں مصروف ہوجاتے، وقت پر فجر کی نماز باجماعت پڑھاتے''۔ (مرجع سابق، ص:۱۶۱)

حضرت صدر الشریعہ خود بیان کرتے ہیں کہ:

''کاموں کی تقسیم اوقات پر تھی؛ بعد نماز فجر ضروری وظائف و تلاوت قرآن کریم کے بعد گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ یا کچھ کم و بیش پریس کا کام انجام دیتا، پھر فوراً مدرسہ جا کر اخیر وقت مدرسہ تک تعلیم دیتا، وہاں سے واپس ہوکر کھانا کھاتا، کھانے کے بعد مستقلاً دو یا تین بجے یعنی وقت نماز ظہر، پھر پریس کا کام انجام دیتا، ظہر کے بعد مدرسہ جاتا اور دو گھنٹہ مکمل یعنی وقت عصر تک تعلیم دیتا۔ بعد نماز عصر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں مغرب تک بیٹھتا۔ بعد مغرب عشا تک اور عشا کے بعد بارہ ایک بجے شب تک اعلیٰ حضرت کی خدمت میں فتویٰ وغیرہ جو کوئی کام ہوتا انجام دیتا۔ اس کے بعد مکان واپس آتا کھانا کھانے کے بعد کچھ ضروری کام تحریر کا کرنے کے بعد تقریباً دو بجے شب میں سوتا۔ اعلیٰ حضرت کے اخیر زمانۂ حیات تک تقریباً یہی روزمرہ کا معمول رہا''۔ (حیات صدر الشریعہ از بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ، ص ۳۲، رضا اکیڈمی، لاہور)

اس بڑی معمول میں تین بہت اہم کام تھے: (۱) تدریس (۲) اعلیٰ حضرت کے فتویٰ اور خطوط کا املا لکھنا۔ (۳) پریس کے کام۔

(۱) آپ کی تدریس بھی آج کی تدریس سے بالکل جداگانہ تھی، آپ کتاب سامنے نہیں رکھتے تھے بلکہ طلبہ سے عبارت خوانی کراتے اور وہ بھی ایسی کی آپ کے تلامذہ کا بیان ہے کہ ہمیں عبارت خوانی میں پسینے چھوٹ جاتے تھے، پھر بغیر کتاب دیکھے پورے سبق کی ایسی جامع و مانع تقریر کرتے کہ ہمارے وہ سارے اعتراض ہوا ہوجاتے جو رات کے مطالعہ میں ہم تیار کر کے حاضر درس ہوتے تھے۔ اب یہیں ذرا ٹھہر کے سوچیں کہ ایسی تدریس کے لیے کتنے زبردست مطالعہ کی ضرورت ہوگی، مدرسین اس بات کا بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں۔

(۲) اعلیٰ حضرت کے فتاویٰ اور خطوط کی املا۔ اس کے متعلق حضرت شارح بخاری مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کا درج ذیل اقتباس پڑھیں اور اندازہ کریں۔

لکھتے ہیں: '' املا کو لوگ بہت آسان سمجھتے ہیں، اس میں کیا رکھا ہے، ایک صاحب نے بول دیا دوسرے نے

لکھ دیا۔لیکن اب مجھے جب فتاویٰ کا املا کرانے پڑ رہے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ املا سب کا کام نہیں ۔ املا کرانے کے لطائف وظرائف اگر میں لکھوں تو ہنستے ہنستے لوگوں کے پیٹ میں بل پڑ جائیں گے ۔لیکن اگر پھرانہی ہنسنے والوں سے املا کرایا جائے تو کم لطائف وظرائف مہیا نہ ہوں گے۔

پھر وہ بھی اعلیٰ حضرت کے ارشادات کا املا ۔ اعلیٰ حضرت فرمایا کرتے تھے کہ کہ: میرے ذہن میں مضامین اس تیزی کے ساتھ آتے ہیں کہ قلم ساتھ نہیں دے سکتا جب کہ اعلیٰ حضرت کا قلم اتنا تیز چلتا تھا کہ جناب سید قناعت علی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ: اعلیٰ حضرت اتنا تیز لکھتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ لکھ نہیں رہے ہیں بلکہ ہاتھ میں رعشہ (کپکپی طاری) ہے اور بے اختیار ہاتھ کانپ رہا ہے۔املا کرانے میں جب مضامین کی آمد ہو اور املا کرنے والا بولنے والے کا ساتھ نہ دے سکے تو آمد کا سلسلہ منقطع ہو جاتا ہے، اس وقت جی یہ چاہتا ہے کہ یا تو خودخودکشی کرلیں یا املا کرانے والے کو شوٹ کر دیں۔لیکن حضرت صدر الشریعہ اتنے زودنویس، صحیح نویس اور صحیح سننے والے تھے کہ کبھی کسی مضمون کو دوبارہ پوچھنے کی حاجت نہ ہوئی، اعلیٰ حضرت جس روانی سے ارشادفرماتے اسی روانی سے صدر الشریعہ لکھتے جاتے ۔(صدر الشریعہ نمبر، ص ۴۵)

اسی کی روشنی میں قرآن مجید کے تیس پارے ’’کنز الایمان‘‘ کے املا کو بھی قیاس کریں۔(تفصیل آگے ان شاء اللہ آئے گی)

(۳) پریس کا کام: شارح بخاری علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں:

’’مطبع اہل سنت کی پوری ذمہ داری حضرت صدر الشریعہ کے سر تھی، کاپیوں کی تصحیح اور پروف کی تصحیح خود ایک دقت طلب کام ہے، ذہین سے ذہین آدمی کی نظر چوک جاتی ہے، لیکن حضرت صدر الشریعہ کی نظر ایسی باریک بیں، صحیح بیں، صحیح خواں تھی کہ آپ کی تصحیح سے کئی ہزار صفحات چھپے مگر کسی ایک میں کہیں ایک نقطے کی غلطی آج تک نہیں مل سکی ۔خیال کیجیے فتاویٰ (رضویہ) جلد اول جو جہازی سائز کے ۸۸۰ر صفحات ہیں جس کے ہر صفحہ پر باریک خط سے ۳۳ر سطریں ہیں ۔ اور حاشیہ پر فوائد کی تفصیل اور بھی باریک خط سے ہے ۔اور فہرست میں ۲۷ر سطریں ہیں پھر یہ فہرست ۲۲ر صفحات پر پھیلی ہوئی ہے ۔مگر آج تک کہیں کوئی غلطی نہیں مل سکی، سطح بیں لوگ اسے کوئی کمال نہ سمجھیں لیکن جس کا تصحیح سے سابقہ پڑ چکا ہے وہ جانتا ہے کہ یہ ہفت خواں طے کرنے سے کم نہیں ۔ علاوہ ازیں مطبع کی ساری ضروریات مہیا کرنا حضرت صدر الشریعہ کے ذمہ تھا، کاتبوں کی ناز برداریاں کرنا، کاغذ وروشنائی دیگر ضروریات خریدنا، پریس مین، سنگ ساز وغیرہ عملہ کو رام کیے رہنا یہ سب حضرت صدر الشریعہ کے ذمہ تھا۔اور اس عہد کا اعلیٰ حضرت سے متعلق ہر شخص گواہ ہے کہ حضرت صدر الشریعہ نے مطبع اہل سنت کے کام کو جیسا انجام دیا اس کی نظیر پیش کرنے سے دنیا قاصر ہے۔یہی وجہ ہے کہ جب تک حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ بریلی شریف رہے اس وقت اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے کثیر رسائل طبع ہوئے

پھراس کے بعد دنیا جانتی ہے
آں قدح بشکست آں ساقی نماند
(جب ساقی نہ رہا تو پیالہ بھی ٹوٹ گیا)
اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے فتاویٰ چھپوانے کا اتنا بڑا شوق تھا کہ جب اجمیر شریف جانا طے ہوگیا تو نہایت عجلت سے فتاویٰ رضویہ جلد دوم کی کتابت کروائی اور اسے چھپوایا، ٹائٹل نہ چھپوا سکے تو بعد میں لوگوں نے ٹائٹل چھپوا کر لگایا'' (مرجع سابق،ص:۴۶)

قیام بریلی کی مصروفیات ذکر کرتے ہوئے علامہ عبد المصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ نے درج ذیل امور بھی گنوائے ہیں:
آمدو خرچ کا حساب، اعلیٰ حضرت کے بعض مسودات کا مبیضہ کرنا اور شہر و بیرون جات کے اکثر تبلیغی جلسوں میں بھی شرکت فرماتے تھے۔ (مرجع سابق،ص۷۶)

کنز الایمان پر کام کی کچھ ضروری تفصیل:

حضرت صدر الشریعہ کے اصرار پر اعلیٰ حضرت نے قرآن مجید کا ترجمہ املا کرانا شروع فرمایا اور اس کا وقت عصر سے مغرب تھا۔ خود حضرت صدر الشریعہ کی زبانی پڑھیں، بیان کرتے ہیں کہ:

''چندروز تک (ترجمہ کا) یہ طریقہ رہا کہ آیت پڑھی جاتی اور اعلیٰ حضرت اس کا ترجمہ لکھواتے، اس کے بعد دیگر مترجمین کے ترجمے سنائے جاتے، ان تراجم میں جہاں کہیں غلطیاں ہوتیں ان پر تنبیہ فرماتے، چندروز کے بعد یہ محسوس ہوا کہ اس طرح کرنے میں وقت زیادہ صرف ہوتا ہے اور کام کم ہوتا ہے اور مترجمین کی اغلاط پر تنبیہات تو ایک جداگانہ کام ہے اس ترجمے کے بعد اگر موقع ملا تو اس طرف توجہ کی جائے گی، لہٰذا ان تراجم کا سنانا موقوف کیا گیا۔ کچھ دنوں ترجمہ ہونے کے بعد میں وطن چلا آیا اور یہ کام رک گیا، واپسی کے کچھ ماہ بعد برسات کے موسم میں ترجمہ کا کام دوبارہ شروع ہوا، ایک طرف برسات کی گرمی اور بالکل قریب لالٹین اور ان پر کیڑوں اور پتنگوں کا ہجوم، کبھی ہاتھ پر، کبھی آستین کے اندر، کبھی پاجامے میں، بہت مرتبہ کاغذ اور قلم میں پتنگے اس طرح مجتمع ہوجاتے تھے کہ لکھنا بہت دشوار ہوجاتا تھا، پھر بھی کئی کئی گھنٹہ اسی حالت میں گزارنا پڑتا تھا اور بحمدہ تعالیٰ اس کام کو انجام دیا جاتا۔ ترجمہ کا املا کرنے اور اس کے تحریر کی نوعیت یہ ہوتی کہ پہلے میں پوری آیت پڑھتا تھا اگرچہ کتنی ہی بڑی ہوتی، اس کے بعد اعلیٰ حضرت ترجمہ کا املا فرماتے، بعض مرتبہ مسلسل دو تین سطر کی عبارت ایک ساتھ بلا توقف بول دیا کرتے تھے، مگر بفضلہ تعالیٰ اس کے قلم بند کرنے میں کوئی دشواری پیش نہ آتی تھی، نہ کوئی لفظ کم وبیش ہونے پاتا تھا۔ اس ترجمے کو دیکھنے سے یہ معلوم ہوسکتا ہے کہ کہ ایک روز میں کتنا ترجمہ ہوا؟ اور جن الجھنوں میں لکھا گیا ہے اس کے باوجود کتابتِ اغلاط سے کس درجہ پاک ہے؟ اس ترجمے کے لکھنے اور لکھوانے کی جو خدمت میں نے انجام دی ہے وہ میری نجات

اخروی کا بہت بڑا ذخیرہ ہے۔جن مشکلات کا اس میں مقابلہ کیا غالباً دوسرا شخص یہ نہ کرتا اور یہ کام صرف تخئیل اور وہم ہی میں رہتا، خارج میں اس کا ظہور نہ ہوتا''۔ (ملخصاً حیات صدر الشریعہ از بحر العلوم، ص ۴۲ر۴۳ر۴۴)

جب اعلیٰ حضرت صرف ترجمہ لکھوانے لگے اور وقت زیادہ صرف ہونے کی وجہ سے دیگر تراجم کا سننا موقوف فرما دیا تو حضرت صدر الشریعہ چند لوگوں کے ساتھ رات میں دیگر تراجم اور اعلیٰ حضرت کے ترجمے کی تفاسیر سے مطابقت کرتے اور اس دوران کبھی صدر الشریعہ ایک بجے سے پہلے مکان پہ نہ گئے اور جب مکان پہ جاتے تو وہاں بھی بہار شریعت کا کچھ کام کرتے اس کے بعد آرام فرماتے۔(ماخوذ از صدر الشریعہ نمبر)

(۲) قیام اجمیر شریف کے معمولات:

بریلی شریف میں آپ کا قیام ۱۳۲۹ھ سے ۱۳۴۴ھ تک رہا، اس طویل مدت کے تفصیلی مشاغل جو ہمیں دستیاب ہوئے آپ نے ماسبق میں پڑھا۔ ۲۵ر جمادی الآخرہ ۱۳۴۴ھ کو حضرت صدر الشریعہ اجمیر شریف پہنچے، یہاں کے معمولات مذکورہ طریقے سے تفصیلی دستیاب نہ ہوسکے پھر بھی ایک جھلک سے آپ حضرت صدر الشریعہ کی محنت اور جذبۂ خدمت دین کو محسوس کر سکتے ہیں۔

مولانا محمد حسن علی ملتانی، شاگرد صدر الشریعہ حضرت محدث اعظم پاکستان علامہ سردار احمد قدس سرہ کا قول نقل کیا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ'' (اجمیر شریف میں) اوقات مدرسہ کے سوا بھی پڑھاتے، عرس مبارک (حضرت خواجہ غریب نواز رضی اللہ عنہ) کی تعطیلات کے ایام میں بھی پڑھاتے، جمعہ کے روز بھی اپنے دولت کدہ پر دھان منڈی میں پڑھاتے اور طلباء کو مذاہب باطلہ کے خلاف مناظرہ کی مشق کراتے اور خود نگرانی فرماتے''۔

علامہ حسن علی میلسی مزید بیان کرتے ہیں کہ:'' قیام اجمیر کے ایام میں جب حضرت صدر الشریعہ کا جسم بڑھنے لگا تو حکیموں کے مشورہ پر بعد نماز عصر سیر و تفریح کے لیے دولت باغ انا ساگر کی طرف پیدل تشریف لے جاتے۔اس وقت حضرت سیدی محدث اعظم پاکستان حضور سیدی صدر الشریعہ کے ہمراہ ہوتے اور کوئی علمی کتاب ہاتھ میں ہوتی، سیر و تفریح بھی ہوتی رہتی اور کتاب کا درس بھی جاری رہتا''۔ (صدر الشریعہ نمبر، ص:۱۱۵)

(۳) قیام دادون کے معمولات:

غالباً ۱۳۵۵ھ میں آپ مدرسہ حفیظیہ سعیدیہ دادون ضلع علی گڑھ تشریف لائے اور تقریباً سات سال تک علم و حکمت کے موتی لٹاتے رہے، یہاں کی زندگی بھی بہت زیادہ مصروف تھی، آپ کے شاگرد حضرت مولانا سید ظہیر احمد زیدی علیہ الرحمہ معمولات شب و روز بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''علی الصباح وقت مسنون میں آپ نماز فجر با جماعت ادا فرماتے اور مختصر سے وظیفہ کے بعد تلاوت قرآن حکیم میں مشغول ہو جاتے، طلوع آفتاب تک یہ سلسلہ جاری رہتا اور اشراق کا وقت ہو جانے پر نماز اشراق ادا فرماتے اور صحیح

وقت پر پابندی کے ساتھ مدرسہ تشریف لے آتے ، اوقات مدرسہ میں آپ کا کوئی گھنٹہ خالی نہ رہتا پورے وقت درس جاری رہتا۔

درس حدیث اس درجہ انہماک و استغراق کے ساتھ ہوتا تھا کہ آپ کو کسی آنے اور جانے والے کی بھی مطلق خبر نہ ہوتی ، اس استغراق میں علم حدیث کے ساتھ مولانا کے ادب و احترام کا بڑا دخل تھا ، ایک بار متولی مدرسہ جناب حاجی غلام محمد خان صاحب مرحوم کسی بد باطن کی حاسدانہ شکایت پر برائے تحقیق و معائنہ درجہ میں تشریف لائے ، درسِ حدیث پاک کا سلسلہ جاری تھا ، حضرت کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ متولی صاحب قریب ہی دروازہ پر کھڑے تھے لیکن

آپ کو اُس طرف قطعاً توجہ نہ ہوئی ، وہ خاموش واپس تشریف لے گئے اور مولانا کے خلوص ، استغراق ، للہیت اور روحانیت سے بے حد متاثر ہوئے ، بعد میں جب متولی صاحب کے تشریف لانے کی اطلاع دی گئی تو قدرے استعجاب کے ساتھ سکوت فرمالیا۔

مدرسہ میں معمولات درس سے فارغ ہوکر چھٹی کے مابعد آپ حویلی تشریف لے جاتے اور دو پہر کے کھانے سے فارغ ہوکر قیلولۂ مسنونہ ادا فرماتے ، اور نماز ظہر باجماعت سے فراغت پانے کے بعد آپ مطالعۂ کتب میں مشغول ہوجاتے ، اسی دور میں آپ نے بہار شریعت کے باقی ماندہ حصوں کی تکمیل فرمائی ۔ نماز عصر ادا فرمانے کے بعد آپ بستی سے باہر چہل قدمی کے لیے تشریف لے جاتے ، اس وقت ذہین و شوقین طلبہ کا ایک گروہ آپ کے جلوس میں ہوتا اور یہ وقت بھی آپ کا علمی مذاکرات میں گزر جاتا تھا ، طلبہ کو اس چہل قدمی سے بھی عظیم فوائد حاصل ہوئے ، لیکن بعد میں کمزوری صحت کی وجہ سے چہل قدمی کا یہ سلسلہ آپ کو موقوف کر دینا پڑا۔

نماز مغرب سے فارغ ہوکر آپ صلوٰۃ اوّابین ادا فرماتے اور طعام شب سے فارغ ہوکر مطالعۂ کتب میں مصروف ہوجاتے ، نماز عشا کے بعد بھی مطالعۂ کتب جاری رہتا ، کبھی کبھی طلبہ کی نگرانی کے لیے حویلی سے باہر بھی تشریف لاتے اگر چہ طلبہ کی مصروفیات و معمولات اور مطالعہ کے لیے مولانا امین الدین چھپروی مرحوم مستقل نگراں تھے تاہم حضرت بھی کبھی کبھی دار العلوم کا معائنہ فرمالیتے تھے''۔ (صدر الشریعہ نمبر۔ ص:۸۶)

آپ ہی کا بیان ہے کہ تین سال تک ہماری کوئی کتاب حضرت صدر الشریعہ کے زیر درس نہ ہوئی کیوں کہ آپ کو بڑی جماعتوں اور بڑی کتابوں سے ہی فرصت نہ تھی حالاں کہ ہم بھی ملاحسن پڑھتے تھے (جو آج مدارس میں طلبہ بلکہ مدرسین کے درمیان بھی بہت پریشان کن کتاب خیال کی جاتی ہے اور صدر الشریعہ کی درسگاہ میں یہ معمولی کتاب تھی) اور ہمیں حضرت کے حلقۂ درس میں شامل ہونے کی بہت خواہش تھی چنانچہ بڑی ہمت کر کے ہم نے حضرت کے سامنے اپنی خواہش ظاہر کی ۔ ابتداء حضرت نے اظہار آمادگی نہ فرمایا ، کیوں کی واقعۃً اوقات فرصت کم یاب تھے ۔ درخواست بار بار پیش کرتے رہے ، اشتیاق بڑھتا گیا حتیٰ کہ حضرت صدر الشریعہ کا جذبۂ رحم ابھر آیا اور شفقت بے پناہ سے درخواست درجۂ قبول کو پہنچی''۔ (ملخصاً از مرجع سابق ، ص ۸۳/۸۴)

حاشیۂ طحاوی کے کام کی ضروری تفصیل :

گذشتہ سطروں میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت صدر الشریعہ کس قدر مصروف رہا کرتے تھے، اور اس وقت آپ کی عمر شریف ساٹھ سال سے تجاوز کر چکی تھی، ایسے وقت میں آپ کے چند تلامذہ نے کچھ مزید تصنیفی کام کی خواہش ظاہر فرمائی اور بالآخر شرح معانی الآثار یعنی طحاوی شریف پر تحشیہ کا کام کرنے کی تجویز پاس ہوئی اور کام شروع ہوا، طریقۂ کار کیا تھا؟ علامہ سید ظہیر احمد زیدی کی زبانی ملاحظہ فرمائیں اور خود اندازہ کریں کہ آپ کو جو کام کی مشین کہا گیا وہ یوں ہی داد و تحسین اور حوصلہ افزائی کے لیے نہیں کہا گیا ہے بلکہ واقعی آپ کام کی ایسی مشین تھے کہ جسے دیکھ کر عقل حیران رہ جائے۔

لکھتے ہیں: طریقۂ کار یہ تھا: (۱) حضرت امام طحاوی علیہ الرحمہ کی روایت کردہ احادیث جن سے مسلک حنفی کا اثبات ہوتا تھا، ان کے بارے میں کتب حدیث میں یہ تلاش کرنا کہ ان احادیث کو محدثین میں سے کس کس نے روایت کیا ہے۔ (۲) یہ کس محدث نے کس سند سے روایت کیا ہے۔ (۳) آیا جملہ محدثین نے ایک ہی سند سے روایت کیا ہے یا الگ الگ راویوں سے۔ (۴) مسلک احناف کے خلاف جو روایت حدیث ہے اس کے رواۃ کی تحقیق کہ وہ کس پایہ اور مرتبہ کے ہیں۔ (۵) ان راویوں نے کس عمر میں اس حدیث کو روایت کیا۔ (۶) راویوں کا خود اپنا مختار مسلک کیا تھا اور کس چیز پر ان کا عمل تھا (۷) مسلک حنفی کی مروی حدیث کے رواۃ کی تحقیق اور ان کی قوت و درجہ۔ (۸) ان راویوں اور دیگر راویوں کے مابین تفقّہ فی الدین میں تقابل۔ (۹) کون سی حدیث اول ہے اور کون سی آخر یعنی ناسخ و منسوخ کی تحقیق (۱۰) فقہائے احناف کا اس مسئلہ میں مسلک (۱۱) امام طحاوی نے اگر جہاں کہیں ایسا قول اختیار فرمایا ہے جو مرجوح ہے تو ''اقول'' کہہ کر حضرت صدر الشریعہ کی اپنی تحقیق (۱۲) علامہ طحاوی نے مسئلہ پر جو تحقیق فرمائی اس کی تائید و اثبات میں مزید علمی و تحقیقی دلائل۔ تحقیق کے یہ بنیادی اصول تھے جن کو سامنے رکھ کر کام شروع کیا گیا، ہمارا کام یہ تھا کہ حضرت صدر الشریعہ ہم میں سے جس کو جو حکم دیتے تھے وہ بجا لاتا۔ پورا ہال کمرہ میں حدیث اور فقہ کی کتابیں بڑی تعداد میں پھیلی ہوئی تھیں، ہم میں سے ہر ایک کے سپرد کتابوں کی ایک بڑی تعداد تھی، جب حضرت کسی حدیث سے متعلق حوالہ جات طلب فرماتے تو ہم اس حدیث کو مختلف اور متعدد کتب احادیث میں تلاش کر کے پیش خدمت کر دیتے، آپ اس میں سے جو مفید ہوتا اخذ فرما لیتے اور نہایت ذمہ دارانہ تشریح فرماتے، تصنیف کی زبان عربی تھی''۔ (مرجع سابق، ص: ۹۷/۹۸)

تلمیذ صدر الشریعہ علامہ مبین الدین امروہوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ :

''تحشیہ کا کام محرم (۱۳۶۲ھ) سے شروع ہو کر شعبان تک چند مہینہ ہوا، اس کام کے لیے عشا کے بعد ۳/۲ گھنٹے مقرر تھے اور جمعہ کو صبح سے گیارہ بجے تک یا درمیان سال کی تعطیلات میں یہ کام انجام پاتا۔ اس مختصر مدت میں باریک قلم سے کچھ کم پانچ سو صفحات لکھے گئے۔ مشیت الٰہی کہ پھر وہ کام ملتوی ہو گیا اور اب تک

مکمل نہ ہوسکا اور نہ شائع ہوسکا‘‘۔(اب ۲؍ضخیم جلدوں میں کشف الاستار حاشیۃ شرح معانی الآثار‘‘ کے نام سے شائع ہوکر شائقین فقہ وحدیث اورارباب تحقیق کی آنکھوں کا سرمہ بن رہا ہے۔شاداب)

حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے معمولات سرسری نظر سے پڑھنے پر بہت آسان دکھائی دیں گے مگر جب درس وتدریس،تصنیف وتالیف اورتحقیق کے لطائف وکوذہن میں رکھتے ہوئے غورکریں گےتو یہ کہنا پڑے گا اس قدر علمی وتحقیقی مصروفیات وشاغل اور پھران مشاغل کومسلسل بلاناغہ پابندی سے جاری رکھنا حضرت صدرالشریعہ کی کرامت ہے۔

گھریلومصروفیات،اولاد کی ایسی تربیت کہ ہرایک فرزندیکتائے روزگار بن جائے،اوروہ بھی متعدداز واج سے ہونے والی اولاد میں مساوات قائم رکھنا ،(یہ بڑا نازک مرحلہ ہوتا ہے جہاں بڑے بڑوں کے پیر پھسل جاتے ہیں مگر حضرت صدرالشریعہ کا تدبرتھا کہ اپنی اس مصروف زندگی میں خانگی معاملات کوبھی بحسن وخوبی انجام دیا)،گھر کی تعمیرو تزیین ، بیعت وارشاد، وعظ وخطاب ،خود کے فتاوے تحریر کرنا(جوکہ ۴؍جلدوں میں منظر عالم پرآئے اوروہ بھی وہ پوری زندگی کے فتاوے نہیں ،اگرتمام فتاوے مل جاتے تو مزید کئی جلدیں بن جاتیں)وغیرہ امورتو ابھی حیطۂ تحریرہی میں نہ آئے اگران تمام کوشامل کرتے ہوئے سوچیں تو واقعۃً عقل حیران رہ جاتی ہے کہ اللہ رب العزت نے حضرت صدر الشریعہ کوکون سی توانائی بخشی تھی جوبغیر تھکے،مسلسل، بلاناغہ اتنی محنت کرتے تھے۔اور یہ بھی کہ آپ کے وقت میں من جانب اللہ خوب برکت بھی تھی ورنہ اس قدرخدمات تن تنہا انجام دینا انسانی قدرت سے باہرنظرآتا ہے۔

صدر الشریعہ بحیثیت مناظر

از قلم: **مولانا راشد رضوی امجدی**
گھوسی، مئو

خدمت دین متین کا کوئی خاص طریقہ شرع نے متعین نہیں کیا ہے بلکہ ضرورت، تقاضہ اور زمانے کے اعتبار سے طریقہ مختلف ہوتا رہتا ہے، کبھی کبھی ضرورت اس بات کی ہوتی ہے کہ خطابت اور وعظ ونصیحت کا طریقہ اپنایا جائے تو کبھی زمانہ اس بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ درس وتدریس کو عام کیا جائے اور اس میدان کے زیادہ سے زیادہ افراد پیا کیے جائیں، غرض کہ جیسی ضرورت ہوتی ہے ویسا طریقہ اختیار کیا جاتا ہے

دعوت وتبلیغ اور اشاعت مذہب حق کے کثیر طریقوں میں سے ایک طریقہ مناظرہ بھی ہے، کیوں کہ مناظرے کا مقصد بھی احقاق حق اور ابطال باطل ہوتا ہے چنانچہ علامہ جرجانی کتاب التعریفات میں لکھتے ہیں:

و اصطلاحاً هی النظر للبصیرة من الجانبین فی النسبة بین الشیئین اظهاراً للثواب

ترجمہ: یعنی نگاہ بصیرت سے دو چیزوں کے درمیان نسبت کے بارے میں درست بات ثابت کرنا۔

چوں کہ مناظرے کا مقصد بھی دیگر ذرائع کی طرح اشاعت اسلام وخدمت دین ہے، اس لیے اس کو عبادت کہا گیا ہے۔ جیسا کہ علامہ علاء الدین حصکفی رحمۃ اللہ علیہ نے درمختار میں لکھا'' **المناظرة فی العلم لنصرة الحق عبادة**'' (کتاب الحظر والاباحۃ، باب استبراء وغیرہ، ج:۹،ص:۶۰۴)۔ یعنی غلبۂ حق کے لیے مناظرہ عبادت ہے۔

اور قرآن مجید سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ مناظرہ سنت انبیاء ہے، چنانچہ جب نمرود نے حضرت ابراہیم سے اپنی ربوبیت کا اقرار کرانا چاہا تو آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا رب زندگی اور موت دیتا ہے، نمرود کو یہ دلیل سمجھ نہ آئی، اس نے دو قیدیوں کو بلایا، ایک کو رہا کر دیا اور دوسرے کی موت کا حکم دے دیا، پھر کہنے لگا کہ زندگی اور موت میں بھی دیتا ہوں تب آپ نے فرمایا کہ میرا رب مشرق سے سورج نکالتا ہے، اگر تو رب ہے تو مغرب سے نکال دے۔ تو وہ لا جواب ہو گیا، اور اس طرح حضرت ابراہیم نے دلیل کے ذریعہ اپنی دعوت کو حق ثابت کر دیا۔

علامہ نسفی فرماتے ہیں: **و الآیة تدل علی اباحة التکلم فی علم اکلام و المناظرة فیه**'' (تفسیر نسفی، ص:۱۳۳) پس معلوم ہوا کہ مناظرہ بھی احقاق حق اور ابطال باطل کا ایک ذریعہ ہے۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ والرضوان دیگر علوم کی طرح علم مناظرہ میں بھی ید طولیٰ رکھتے تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کع مناظرہ کی ایسی صلاحیت عطا فرمائی تھی کہ آپ مد مقابل کو دلائل سے مطمئن کر دیا کرتے تھے، آپ کی مناظرہ صلاحیتیں دیکھ کر مد مقابل بھی آپ کی جلالت علمی کا قائل ہو جاتا تھا۔

مناظرے:

اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے عہد مبارک میں رنگون کے احباب نے لکھا کہ یہاں کے چند دیوبندیوں نے مولوی اشرف علی تھانوی کو یہاں بلایا ہے، ان کے وعظ ہو رہے ہیں، انکی ولایت کا ڈنکا پیٹا جا رہا ہے، ہر طرف سے مسلمانوں کو پکڑ پکڑ کر گھیر گھیر کر گلا دبا دبا کر حتیٰ کہ مقروضوں کا قرض تھانوی کے مرید ہونے کی شرط پر معاف کیا جا رہا ہے۔ کسی مناظر کو بھیجئے جو اس فتنے کا سد باب کر دے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی نظر انتخاب تھانوی کے مقابلے کے لئے ''اپنے امجد مجد کے پکے'' پر پڑی حکم ہوا حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ رنگون روانہ ہو گئے، رنگون کے اہل سنت کے اطمینان کے لیے تار کر دیا گیا کہ حضرت مولانا امجد علی صاحب کو بھیج رہا ہوں۔ حضرت صدر الشریعہ بریلی شریف سے کلکتہ پہنچے وہاں سے رنگون تار کر دیا گیا کہ میں فلاں دن فلاں جہاز سے پہنچ رہا ہوں۔ اہل سنت نے خوش و مسرت میں اعلان کر دیا کہ حضرت صدر الشریعہ فلاں وقت میں تشریف لا رہے ہیں، اس خبر کو سنتے ہی تھانوی صاحب پہلے جہاز سے رنگوں سے کلکتہ بھاگ گئے۔ جب حضرت صدر الشریعہ رنگون پہنچے تو معلوم ہوا کہ کل تھانوی صاحب یہاں سے رفو چکر ہو چکے ہیں۔ حضرت صدر الشریعہ پہلے واپس آنے والے جہاز سے کلکتہ آئے کہ کلکتہ میں تھانوی صاحب مل جائیں تو وہیں ان سے دو دو بات ہو جائے، لیکن شان رسالت میں گستاخ ضمیر نے تھانوی کو کلکتہ رکنے نہیں دیا اور وہ کلکتہ پہنچتے ہی پہلی گاڑی سے اپنے استھان تھانہ بھون پہنچے۔ حضرت صدر الشریعہ جب کلکتہ واپس ہوئے تو معلوم ہوا کہ تھانوی صاحب یہاں سے جا چکے ہیں۔

حضرت صدر الشریعہ کی مناظرانہ مہارت صرف رد وہابیہ میں ہی نہیں تھی، بلکہ ہر خارج از اسلام گروہ کے رد کی پوری مہارت رکھتے تھے، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا اخیر دور تھا کہ آریوں نے بہت سر اٹھایا تھا۔ مسلمانوں کی بدقسمتی سے امر تسر میں ثناء اللہ غیر مقلد امرتسوی سے آریوں سے چار دن تک مناظرہ رہا۔ اس مناظرہ میں دیوبندیوں کے چوٹی کے مولوی اپنے برادر کلاں کے پشت پناہ تھے۔ لیکن افسوس ناک پہلو یہ ہیکہ اس مناظرہ میں غیر مقلد اور دیوبندی سخت ناکام رہے جس کی وجہ سے آریوں کی ہمت بہت بڑھ گئی تھی، ان کا ایک پنڈت رام چندر بریلی شریف آیا، یہ اپنے آپ کو پندرہ پارے کا حافظ بتاتا تھا، بہت چرب زبان بے حیا تھا اسکے مقابلے پر حضرت صدر الشریعہ کی مسلسل تقریریں بریلی شریف میں ہوتی رہیں۔ بالآخر ایک وقت وہ آیا کہ حضرت صدر الشریعہ، حضرت صدر الافاضل، حضرت مولانا رحم الٰہی وغیرہ نے جا کر اس کے جلسے میں اسکو لاجواب اور مبہوت کیا اور منہ کی کھا کر بریلی سے بھاگا جس کا تذکرہ ''الملفوظ'' حصہ اول میں موجود ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے علمی جلالت اور فطرت سلیمہ سے قرآن مجید کے کلام الٰہی ہونے اور وید کے غیر الہامی ہونے کا ثبوت دیا، بریلی شریف شہر کہنہ محلّہ سیلانی کے چوک میں ایک تقریر فرمائی تھی، اعلیٰ حضرت قدس سرہ وہاں تشریف فرما تھے، اس تقریر کو سن کر اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے صدر الشریعہ کو اپنے سینے سے لگایا اور پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا: مولوی صاحب آپ کے ہوتے ہوئے مجھے اب بڑھاپے کی ضعف و ناتوانی کا احساس جاتا رہا۔ اور حضرت صدر الشریعہ کی اس تقریر کو سنے کے بعد حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کی اس کی لذت

مجھے اب تک یاد ہے۔(مقالات شارح بخاری جلد سوم ص ۹۱/۹۲)

زمانہ طالب علمی کا ایک مناظرہ

جون پور کی طالب علم کا ابتدائی دور تھا۔جبکہ دینیات سے واقفیت بھی نہ تھی معقولات کی ابتدائی کتابیں پڑھنے کا زمانہ تھا۔گھوسی کے ایک بہت بڑے مولوی صاحب تھے شب برأت کے حلوے پر گفتگو ہوگئی وہ مولوی صاحب بیان کر رہے تھے کہ اس روز حلوہ پکانا ناجائز ہے،ان سے دریافت کیا گیا کہ ناجائز کہنے کی وجہ آپ کے پاس کیا ہے؟ دلیل کیا ہے؟ تو ادھرادھر کی الم غلم باتیں کرنے لگے اور اس کو بدعت قرار دیکے حرام ٹھہرانے کی فکر میں پڑے مگر جب بدعت کی تعریف ومصداق میں گفتگو ہوئی تو یہ نہ بدعت کی مکمل تعریف کر سکے نہ شب برأت کے حلوے کا بدعت ہونا بتا سکے، جو لوگ یہاں موجود تھے انہیں مولوی صاحب کی بے تابی دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ یہ بڑے مولوی ایک لڑکے کا جواب نہ دے سکے اور اس سے ہار گئے۔(حیات صدرالشریعہ ص۴۷)

صدر الشریعہ کے مناظرے کی چند خصوصیات

(۱) حاضر جوابی۔(۲) مخالف پر علمی گرفت۔(۳) تحقیقی جواب کے ساتھ ساتھ الزامی جواب دینا ۔(۴) اصول مناظرہ کی پابندی۔ (۵) اپنے دعویٰ پر مضبوط اور ٹھوس دلائل پیش کرنا۔(۶) مجادلہ اور مکابرہ سے گریز۔

عموماً مناظرہ گاہ میں آپ کی تشریف آوری کے بعد مخالفین راہ فرار اختیار کرتے۔لیکن اگر کوئی بیٹھا رہتا تو اسے ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑتا۔(سیرت صدرالشریعہ ص ۸۵)

شردھانند کا فرار:

حضرت صدرالشریعہ کے مناظرانہ مہارت صرف بدمذہبوں کے رد تک ہی محدود نہ تھی بلکہ ہندوؤں کا رد بھی نہایت احسن انداز میں فرماتے تھے۔اس سلسلے میں آپ نے ایک مرتبہ ہندوؤں کے بہت بڑے لیڈر شردھانند کو مناظرہ کا چیلنج کیا لیکن اس کو مقابلے کی ہمت نہ ہوسکی۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہیکہ ایک مرتبہ کلکتہ میں پیر ابوبکر پھر پھرا والے نے تار دے کر بلوایا کہ یہاں آریوں نے سر اٹھایا ہوا ہے اور سراج گنج میں شردھانند آیا ہوا ہے اس سے مناظرہ کے لئے یہاں آجاؤ ان کے تار پر فوراً کلکتہ پہنچے اور مولوی عبدالعزیز خان صاحب کے یہاں قیام کیا۔وہاں سے سراج گنج روانہ ہوگئے مگر جب شردھانند کو اطلاع ملی کہ یہاں مقابلے کی ٹھہرے گی اور مسلمانوں سے مناظرہ کرنا پڑے گا تو فوراً وہاں سے روانہ ہوگیا۔جب صدرالشریعہ سراج گنج پہنچے تو معلوم ہوا کہ شردھانند جی کل یہاں سے روانہ ہوگئے اور یہ کہہ گئے کہ ہم مناظر نہیں ہیں۔حضرت صدرالشریعہ کا نام سن کر ہی مخالفین راہِ فرار اختیا کر لیتے تھے۔(سیرت صدرالشریعہ ص ۸۳)

صدرالشریعہ کی بذلہ سنجیاں

از: **مولانا محمد ابوذر امجدی**
دارالعلوم فیض رضا شاہین نگر، حیدرآباد

یوں تو شریعت مطہرہ بے ہودہ ہنسی، مذاق اور دل لگی کی باتوں سے منع فرماتی ہے۔ کسی کی دل آزاری شریعت کے نزدیک امر مذموم ہے۔ اللہ فرماتا ہے ''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْراً مِّنْھُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِّنْ نِّسَاءٍ عَسٰی اَنْ یَّکُنَّ خَیْراً مِّنْھُنَّ ''الآیۃ، اے ایمان والو نہ مرد مردوں سے ہنسیں عجب نہیں کہ وہ ان ہنسنے والوں سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے، دور نہیں کہ وہ ان ہنسنے والیوں سے بہتر ہوں۔ (کنزالایمان) مالدار غریبوں کی ہنسی نہ بنائیں، نہ عالی نسب غیر ذی نسب کی، نہ تندرست اپاہج کی اور نہ آنکھ والے اندھوں کی۔ (خزائن العرفان) بلکہ معاشرے میں ''انما المؤمنون اخوۃ '' کا ماحول بنائیں کہ مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، ایک دوسرے کی دل جوئی کریں، کسی کی دل آزاری ہرگز نہ کریں۔ آپس میں بھائی چارگی اور رحم و نرمی کا معاملہ کریں کہ مومن کی شان "رحماء بینھم" (آپس میں نرم اور ایک دوسرے پر محبت و مہربانی کرنے والے) ہے۔

لیکن جہاں شریعت بے ہودہ ہنسی مذاق سے منع کرتی ہے وہیں اللہ کی رحمت اور انعامات پر شرعی حدود میں رہ کر خوشیاں منانے کا بھی حکم دیتی ہے۔ جس طرح اللہ تعالیٰ مقامِ خوف میں بندے کے ڈرنے سے خوش ہوتا ہے ویسے ہی مقامِ خوشی میں خوشی منانے پر خوش ہوتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے ''قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذلک فلیفرحوا ''تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہیے کہ خوشی کریں۔ (کنزالایمان)

اب رہی بات ہنسی مذاق کی تو آیئے معلوم کرتے ہیں کہ شریعت میں ہنسی مذاق کا کیا حکم ہے اور اس کی کہاں تک گنجائش ہے۔ لہٰذا ذیل میں ہنسی مذاق کی تعریف و حکم اور حد ذکر کی جاتی ہیں ملاحظہ فرمائیں:

تعریف مزاح:

''المُزاح انبساط مع الغیر من غیر ایذاء ''(مرقات المفاتیح، ج۹ ص۱۰۵، باب المُزاح) دوسرے کے ساتھ خوشی کا اظہار جو اس کے لئے دکھ و تکلیف کا سبب نہ ہو۔

حکم مزاح:

فتاوی رضویہ شریف میں ہے: ''ہم عمر ہم مرتبہ لوگ نادراً محض تطییب قلب کی طور پر باہم مزاح دوستانہ کریں جس میں اصلاً کسی حرمت یا حشمت دینی کا ضرر حالاً یا مالاً نہ ہو تو مباح ہے'' (فتاوی رضویہ، ج۲۴، ص۱۱۲، مترجم)

حد مزاح:

قال النووی: اعلم ان المزاح المنھی عنہ ھو الذی فیہ افراط و یداوم علیہ، فانہ یورث

الضحک و قسوۃ القلب و یشغل عن ذکر اللہ والفکر فی مھمات الدین، ویؤول فی کثیر من الاوقات الی الایذاء، و یورث الاحقاد ...فاما ما سلم من ھذہ الامور فھو المباح الذی کان رسول اللہ ﷺ یفعلہ علی الندرۃ لمصلحۃ تطییب نفس المخاطب و مؤانسۃ، وھو سنۃ مستحبۃ"(مرقات المفاتیح، ج ۹، ص، ۱۰۵، باب المزاح)
ترجمہ: امام نووی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وہ مزاح ممنوع ہے جو حد سے زیادہ ہو اور اس پر مداومت کی جائے، کیوں کہ بہت زیادہ ہنسنا دل سخت ہونے کا باعث ہے، اور یہ ذکر الٰہی سے غافل کر دیتا ہے اور اہم دینی امور میں غور و فکر سے باز رکھتا ہے۔ اور بسا اوقات ایذا رسانی تک پہنچاتا ہے اور بغض پیدا کرتا ہے، لیکن جو ان امور سے محفوظ ہو تو وہ مباح ہے جو کہ بسا اوقات خود رسول اللہ ﷺ مصلحت کے پیش نظر مخاطب کو بے تکلف و مانوس بنانے کے لئے فرماتے تھے اور یہ سنت مستحبہ ہے۔

مذکورہ عبارتوں سے یہ معلوم ہوا کہ شرعی حدود میں رہ کر مذاق کرنے کی بھی شریعت اجازت مرحمت فرماتی ہے، ہاں مگر یہ ضرور یاد رہے کہ ہنسی مذاق ایک حد ہی تک ہو کہ مذاق کو ہی پیشہ نہ بنالیا جائے کہ ہر وقت بے جا ہنسی مذاق میں ہی مصروف ہوں۔ حدیث مبارکہ میں ہے: آقا علیہ السلام نے فرمایا: زیادہ مت ہنسو! کیونکہ زیادہ ہنسنا دِل کو مُردہ (یعنی سخت) کر دیتا ہے۔ (ابنِ ماجہ، کتاب الزھد، باب الحزن والبکاء، ج ۴، ص ۴۶۵، رقم الحدیث ۴۱۹۳)

اور مذاق جھوٹ پر بھی مبنی نہ ہو کہ شریعت کے نزدیک جھوٹ سخت ناپسند و حرام ہے، اور مذاق میں بھی جھوٹ بولنے کی اجازت نہیں۔ حدیث شریف میں ہے: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: "بندہ پورا مومن نہیں ہوتا جب تک مذاق میں بھی جھوٹ کو نہ چھوڑ دے" ("المسند للإمام احمد بن حنبل، مسند أبی ھریرۃ، رقم الحدیث ۸۳۶۸، ج ۳، ص ۸۶۲)

رہا وہ مزاح جو شرعی حدود میں رہ کر ہو اور جھوٹ و کسی کی دل آزاری پر مشتمل نہ ہو خود ہمارے آقا صلی اللہ علیہ والہ و صحبہ وسلم سے بھی ثابت ہے، کہ آپ نے بھی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی دل جوئی کے لئے مزاح فرمایا ہے، لیکن آپ کا مزاح مذکورہ تمام مفاسد سے پاک ہوتا تھا۔ حدیث مبارکہ میں ہے کہ صحابہ کرام نے عرض کی "یا رسول اللہ ﷺ انک تداعبنا .قال"انی لا اقول الا حقا" (مشکوٰۃ المصابیح ص ۴۱۶) کہ یا رسول اللہ ﷺ آپ ہمارے ساتھ مزاح فرماتے ہیں؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں صرف حق کہتا ہوں۔ یعنی مزاح تو کرتا ہوں لیکن میرا مزاح مبنی بر حقیقت ہوتا ہے جھوٹ کی آمیزش ہرگز نہیں ہوتی۔ علما فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کے مزاح سے سیکڑوں مسائل کا استنباط ہوتا ہے۔

مزاح نبوی :

عن انس ان رجلا استحمل رسول اللہ ﷺ فقال انی حاملک علی ولد ناقۃ، فقال ما اصنع بولد الناقۃ، فقال رسول اللہ ﷺ وھل تلد الابل الا النوق"(مشکوٰۃ المصابیح، ص ۴۱۶، باب

المزاح)

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے ایک شخص نے عرض کی کہ اسے اونٹ پر بٹھائیں، (یعنی اسے اونٹ عطا فرمائیں تاکہ وہ سوار ہو) تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا، عرض کی میں اونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اونٹ کو اونٹنی ہی تو جنتی ہے (تو اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوا)''

ملاحظہ فرمائیں یہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سائل سے مزاح فرمایا مگر آپ کا مزاح ہرگز جھوٹ وغیرہ پر مشتمل نہ تھا، سواری طلب کرنے پر آپ نے جب اونٹنی کا بچہ مرحمت فرمانے کا وعدہ فرمایا تو سائل کو تعجب ہوا کہ مجھے سواری کی ضرورت ہے اور اونٹنی کا بچہ اس قابل نہیں ہوتا کہ اس پر سواری کی جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے تعجب کو دور کرتے ہوئے اور اپنے مزاح کا انکشاف کرتے ہوئے فرمایا کہ پریشان نہ ہو میں تجھے سواری کے قابل ہی اونٹ دے رہا ہوں مگر کیا تو یہ نہیں جانتا کہ ہر اونٹ اونٹنی ہی کا تو بچہ ہوتا ہے۔

عنہ عن النبی ﷺ قال لامرأۃ عجوز انہ لا تدخل الجنۃ عجوز فقالت و ما لھن وکانت تقرأ القرآن اما تقرئین القرآن انا انشانا ھن انشاء فجعلنا ھن ابکارا'' (ایضا)

انہیں سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک عورت (جو کہ حضور کی چچی زبیر ابن عوام کی والدہ حضرت صفیہ بنت عبد المطلب تھیں، ''مرقات'') سے کہا کہ بوڑھیا جنت میں نہیں جائے گی، عرض کی بوڑھیا کو جنت میں جانے سے کیا چیز مانع ہے حالانکہ وہ قرآن پڑھتی ہے، تو فرمایا اگر قرآن پڑھتی ہے (تو اس میں یہ بھی تو ہے) بے شک ہم نے ان عورتوں کو اچھی اٹھان اٹھایا، تو انہیں بنایا کنواریاں''

یعنی جنت میں بڑھاپے کی حالت میں نہیں داخل ہوگی بلکہ کنواری ہو کر داخل ہوگی۔ حضور اکرم ﷺ کا یہ مزاح بھی مبنی بر حقیقت ہے،

مزاح صحابہ:

عوارف المعارف شریف میں ہے: روی بکر بن عبداللہ قال کان اصحاب رسول اللہ ﷺ یتبادحون بالبطیخ''

بکر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ (بطور تفریح وکھیل کود) ایک دوسرے پر خربوزے پھینکا کرتے تھے۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج ۲۴، ص ۱۱۲)

مزاح امام شعبی:

روی فی حدیث النبی ﷺ: تسحروا و لو بان یضع احدکم اصبعہ علی التراب ثم یضعھا فی فَیہ، فقال رجل ای الأصابع؟ فتناول الشعبی ابھام رجلہ وقال: ھذہ'' (المراح فی المزاح، ص، ۴۰)

حدیث شریف میں ہے حضور ﷺ نے فرمایا سحری ضرور کیا کرو اگرچہ اتنی ہی سہی کہ انگلی زمین پر لگا کر منہ میں رکھ

لیا کرو‘‘ حضرت شعبی سے ایک شخص نے پوچھا کہ کون سی انگلی؟ تو (از راہ مزاح) انہوں نے اپنے پاؤں کے انگوٹھے کو پکڑ کر کہا کہ ’’یہ‘‘۔

قال رجل لشعبی: ما اسم امرأة ابلیس؟ فقال ذاک نکاح ما شھدناہ، (ایضاً) ۔ ایک شخص نے حضرت شعبی سے پوچھا کہ ابلیس کی بیوی کا نام کیا ہے؟ فرمایا وہ ایسا نکاح تھا جس میں ہم حاضر نہ تھے۔

اسی طریقے سے عہد رسالت سے لے کر اب تک کثیر علمائے کرام کے حالات پڑھنے سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ انہوں نے اپنی زندگی کو خشک نہیں رکھا بلکہ وقتاً فوقتاً شرعی حدود میں رہ کر مزاح فرماتے رہے۔

لہذا آیئے اب اصل موضوع کی طرف چلتے ہیں اور علمی جاہ جلال سے لبریز اس عبقری شخصیت کی بذلہ سنجیوں کا لطف اٹھاتے ہیں جس نے نبی اکرم ﷺ کی سنت سے ذرہ بھر روگردانی نہ کی بلکہ تا دم حیات سنت نبوی پر چلتے رہے اور ہمیشہ اسے مضبوطی سے تھامے رکھا، اسی کے مطابق عمل کیا۔ بلکہ حضور حافظ ملت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ’’میں دس سال حضرت (صدر الشریعہ) کی کفش برداری میں رہا پوری مدت آپ کو متبع سنت پایا‘‘ (حیات و خدمات، ص ۲۳۶)

صدر الشریعہ کی بذلہ سنجیاں

مفتی لطف اللہ علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ حضور صدر الشریعہ کبھی کبھی مزاح بھی فرماتے تھے۔ چنانچہ ذیل مفتی لطف اللہ علیہ الرحمہ سے مروی چند واقعات بیان کئے جاتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) ایک مرتبہ ریاست دادوں میں حضرت مولانا امین الدین صاحب چھپروی علیہ الرحمہ ایک طالب علم سے گھیاں کے پتوں کا تقاضا فرما رہے تھے تو حضور نے سن کر ارشاد فرمایا یہ پتے تو کیا آپ کو گھیاں () بھی نہیں دے گا۔

(۲) ایک مرتبہ ریاست دادوں میں جب میں مدرسہ سے باہر بستی میں کسی کام سے گیا تو وہاں کے چند جاہل لڑکوں نے (جو مجھ سے میری اچھی صحت دیکھ کر جلا کرتے تھے) بدکلامی کی، میں نے بھی ان کو برا بھلا کہا۔ وہ سب مل کر مجھ پر ٹوٹ پڑے اور مجھے خوب زدوکوب کیا۔ میں روتا ہوا حضور کی خدمت میں فریادی ہوا تو فرمایا ’’کدّو کہیں کا میرے پاس پٹ کر آیا ہے، مار کر آتا تو میں اس کو دیکھ لیتا‘‘۔ (حیات و خدمات ص ۲۵۵)

قارئین ملاحظہ فرمائیں کہ حضور صدر الشریعہ کے اس جملے میں جہاں شفقت و محبت بھری ہوئی ہے وہیں پر اپنے شاگردوں کے اندر خود اعتمادی پیدا کرنے کا درس بھی ہے، اور یہ بھی کہ ظالم کا ظلم نہیں سہنا چاہیے۔ کہ ظالم کا ظلم سہنا بھی ظالم کی مدد کرنے کے مترادف ہے۔

(۳) حضرت کو سبق میں ناغہ یا بغیر مطالعہ کیے پڑھنا سخت ناگوار تھا، میں کبھی کبھی میلاد شریف پڑھنے کے لئے چلا جایا کرتا تھا اس لئے مطالعہ چھوٹ جاتا تھا۔ سبق کے وقت چند سطریں پڑھنے پر سختی سے فرماتے رات

کو مطالعہ کیا تھا؟ آنکھ تو اٹھتی نہیں دیں کیا جواب، سوا اس کے چارہ نہیں تھا کہ آنکھوں سے اشک ندامت جاری ہو جائیں۔ جب ملاحظہ فرماتے کہ غم سبق سمجھنے میں مخل ہوگا تو ایک دن مجھے خوب یاد ہے حسب موقع فرمایا ''سیاں بھئے کوتوال اب ڈر کا ہے کو'' میرا غم دور ہوا اور چہرے پر مسکراہٹ نمودار ہوگئی۔ (حیات و خدمات ص۲۵۴)

یعنی یہاں پر صدر الشریعہ نے اپنے شاگرد سے یہ کہا کہ جو تمہیں ڈانٹنے والا ہے وہ کوئی تمہارا دشمن نہیں ہے بلکہ وہ تمہارا محبّ ہے، تمہارا ''سیاں'' ہے تو اس لئے ڈر کس بات کا؟ بلا خوف وخطر رہو اور ملول خاطر نہ ہو کہ محبوب اگر ڈانٹ بھی لگائے تو اس میں بھی محبت پنہاں ہوتی ہے۔

(۴) ایک مرتبہ حضرت نے مجھ سے فرمایا ''تھوڑا سا گل لے آؤ'' میں حکم پاتے ہی چل دیا۔ مجھے واپس بلایا اور پوچھا کیا لاؤ گے؟ میں نے عرض کی حضور گُل۔ فرمایا پھول نہیں تمباکو کا گل۔ (حیات وخدمات ص۲۵۱)

(۵) ''حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اکثر و بیشتر سفر میں مجھے ساتھ رکھتے تھے، سفر کی حالت میں حضرت کے پان کی ڈبی میرے پاس رہا کرتی تھی، جب بھی طلب فرماتے میں پان پیش کر دیتا تھا۔ ان کو میرا بنایا ہوا پان بہت مرغوب تھا، پان میں تمباکو بہت ہی خفیف ہوا کرتا تھا۔ کبھی کبھی نگاہ بچا کر میں بھی ان کی ڈبی کا پان کھالیا کرتا۔ اسی وقت سے میں بھی پان کا عادی ہو گیا لیکن ان پر ظاہر نہ ہونے دیتا کہ میں بھی پان کھاتا ہوں۔ ایک دن بحالت سفر اتفاقاً ان کے پان میں میرے ہاتھ سے معمول سے کچھ زیادہ تمباکو پڑ گیا۔ حضرت نے (از راہ مزاح) فرمایا کہ میرے پان میں بھی اپنی طرح زیادہ تمباکو ڈال دیا۔ (حیات وخدمات ص۲۵۰)

مفتی محبوب رضا خان بریلوی سے مروی چند پر لطف واقعات۔

(۶) دادوں کا واقعہ ہے کہ ایک میواتی فلک شیر خان کی بھینس بیمار ہوگئی مفتی اعجاز ولی خان مرحوم نے اس کو تعویذ لکھ دیا کہ گھر کی ڈاہی میں لٹکا دے، اللہ کے حکم سے وہ بھینس تندرست ہوگئی، اس نے تقریباً پانچ سیر دودھ مفتی صاحب کی نذر کیا۔ پروگرام بنا کہ چاول اور شکر حضرت (صدر الشریعہ) کے یہاں سے حاصل کئے جائیں میں نے خدمت اقدس میں عرض کی کہ چاول اور شکر چاہیے۔ فرمایا کیا کرو گے؟ عرض کی کھیر پکائیں گے۔ فرمایا لے لو، دودھ کہاں سے لو گے؟ عرض کیا کہ دودھ اس طرح مل گیا ہے۔ مسکرائے اور (از راہ مزاح) فرمایا کہ ہم کو تو تعویذ کا معاوضہ کوئی نہیں دیتا اعجاز میاں ہم سے زیادہ کامیاب ہیں۔ (صدر الشریعہ نمبر ص۲۶)

(۷) آگے فرماتے ہیں "غرض کھیر پکی مگر اس میں شکر بہت زیادہ ہوگئی۔ میرے متعلق طلبا نے مشہور کر رکھا تھا کہ میں میٹھا بہت زیادہ کھاتا ہوں۔ جب حضرت نے تناول فرمائی تو دو چار چمچے لے کر چھوڑ دی اور ہنس کر فرمایا کہ اعجاز میاں! قاری صاحب (مفتی محبوب) نے اپنے مطلب کی پکائی ہے تا کہ اور کوئی نہ کھا سکے اب یہی اس کو ختم کریں گے۔ (صدر الشریعہ نمبر ص۲۶)

(۸) ایک مرتبہ حضور صدر الشریعہ اور محدث صاحب کچھوچھوی علیہما الرحمہ کی چارپائی صحن میں برابر میں لگی ہوئی تھی، ہم لوگ حضرت کے پاؤں دباتے جاتے اور مسائل پوچھتے جاتے، حضرت آنکھیں بند کئے ہوئے ہم کو جوابات ارشاد فرماتے جاتے۔ محدث صاحب علیہ الرحمہ نے کچھ دیر تو خاموشی اختیار فرمائی۔ مگر جب سوالات و جوابات اور اعتراضات اور پھر اعتراضات کے جوابات کا سلسلہ ختم ہوتا نظر نہیں آیا تو اپنے مخصوص انداز میں فرمایا کہ حضرت آپ کے تلامذہ معاملات میں بہت صفائی پسند واقع ہوئے، حضرت نے دریافت فرمایا وہ کیسے؟ محدث صاحب نے فرمایا کہ حضرت میں دیکھ رہا ہوں کہ ایک گھنٹہ ہوا کہ یہ حضرات آپ سے اپنی محنت کی قیمت وصول فرماتے جارہے ہیں یہ لوگ ادھار کے قائل نہیں۔ حضرت نے ہنس کر فرمایا میں عادی ہو چکا ہوں۔ (صدر الشریعہ نمبر ص ۲۷)

(۹) ''حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے قیام دادوں کے دوران حضرت مولانا حافظ مبین الدین صاحب امروہوی، حضرت مولانا سید ظہیر احمد صاحب، حضرت مولانا خلیل صاحب مارہروی اور خاکسار نے صلاح کی کہ درسی کتب پر ہمارے علما کے حواشی کم ہیں حضرت سے حاشیہ لکھوایا جائے، ہم نے بارہا عرض کی مگر حضرت منع فرمادیتے کہ ابھی بہار شریعت کا ہی کام باقی ہے۔ بالآخر جب ہم نے ہمت نہ ہاری تو حضرت نے فرمایا کہ تم لوگ باز نہیں آ ؤگے، ہم نے عرض کی حضور بڑا کرم ہوگا زیادہ نہیں تو صرف دس منٹ روزانہ ہم کو عنایت فرمادیں۔ ہنس کر فرمایا یہ سب کہنے کی باتیں ہیں کہیں دس منٹ میں بھی یہ کام ہوسکتا ہے؟ میں اسباق پڑھانے کے بعد تھک جاتا ہوں بیٹھنا کھلتا ہے۔ میں نے عرض کی حضور لیٹ جایا کریں میں پیر دابا کروں گا اور یہ لوگ لکھتے رہیں گے صرف زبانی تقریر فرمادیا کریں۔ حضرت بہت ہنسے اور فرمایا قاری صاحب بیجا ضد کرتے ہو۔ میں نے عرض کی حضور یہ کام کرنا ہی ہوگا۔ مولوی سید ظہیر احمد صاحب زیدی بولے جی بے شک! تو حضرت نے فرمایا چپ رہ بے وقوف! سب لوگ ہنس پڑے۔ (صدر الشریعہ نمبر ص ۲۹ ملخصا)

حضرت شیخ العلما سے مروی چند واقعات۔

(۱۰) حضرت شیخ العلما فرماتے ہیں کہ جامعہ سعیدیہ دادوں میں تفسیر بیضاوی کے درس کے دوران ''قالوا أتجعل فیھا'' کا ترجمہ کسی طالب علم نے کیا۔ ملائکہ لوگوں نے کہا۔ اس پر حضرت صدر الشریعہ خوب ہنسے، اور فرمایا یہ تو انگریزوں والی اردو ہوئی، کہ بندر لوگ پریشان کرتا ہے۔

(۱۱) ایک مقرر نے وضو کے فضائل بیان کرتے ہوئے کہا کہ اس کی وجہ سے پھوڑے پھنسیاں نہیں ہوتیں۔ صدر الشریعہ نے از راہ مزاح فرمایا کہ مولوی سردار احمد صاحب تو پھر کبھی وضو ہی نہیں کرتے۔ اس زمانے میں انہیں اکثر پھوڑے نکلتے تھے۔

(۱۲) آج کی طرح اس زمانہ میں بھی عموماً مقررین۔ **اما بعد فقد قال الله تعالیٰ** " کے بعد **فاعوذ بالله. بسم الله** " پڑھا کرتے۔ صدر الشریعہ ایسے موقع پر برجستہ فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے کہاں اعوذ باللہ فرمایا ہے۔ **اما بعد**

فاعوذ باللہ کہا کرو(تذکرۂ صدرالشریعہ،ص۴۰)

حضور محدث کبیر مدظلہ العالی روایت کرتے ہیں کہ ایک بار اوائل محرم میں حضرت صدرالشریعہ کسی ضرورت سے بریلی شریف پہونچے، انٹرنیشنل ماموں جان حضرت مولانا امجد رضا خان صاحب نوری علیہ الرحمہ نے ملاقات ہوتے ہی ایک مزاحیہ جملہ کسا''اچھا صدرالشریعہ بریلی تشریف لائے ہیں مدّ وخاں کا تخت (تعزیہ) دیکھنے'' مولانا امجد رضا خان بہت طویل القامت بزرگ تھے اسی مناسبت سے حضرت صدرالشریعہ نے بذلہ سنجی فرمائی''جی نہیں میں تو علم نشان دیکھنے آیا ہوں''(تذکرہ صدرالشریعہ،ص۱۰)

رئیس التحریر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں کہ:

میری ہمشیرہ (اہلیہ صدرالشریعہ) نے میری شادی میرے خالہ زاد بھائی عبدالوہاب کی بچی سے طے کیا اور شادی کے تمام امور گھوسی سے ہی انجام ہونا طے پائے یہاں تک کہ بارات بھی قادری منزل (صدرالشریعہ) سے نکلی، بارات کے موقع پر پگڑی بندھائی کی رسم ہوئی اور یہ رسم بہنوئی انجام دیتا ہے، اور میرے بہنوئی حضرت صدرالشریعہ تھے تو انہوں نے ہی پگڑی باندھی، لیکن پگڑی بندھائی میں جو پیسے دیے جاتے ہیں وہ دینے کے لیے میرے پاس نہیں تھے، میری ہمشیرہ نے مجھے پہلے ہی سے سوروپے کا نوٹ دے دیا تھا، جب صدرالشریعہ نے مجھے پگڑی باندھی تو (گھوسی کی مادری زبان میں) کہا:''مورا ہکوا، لاؤ''۔یعنی میرا حق لاؤ۔ میں جھٹ جیب سے سوروپے کا نوٹ نکالا اور پیش کر دیا، وہاں لوگوں نے زور کا قہقہہ لگایا اور حضرت نے اس نوٹ کو رکھ لیا۔(ارشد کی کہانی، ارشد کی زبانی ملخصاً،ص:۲۵)

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ ہمیں حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کے فیوض و برکات سے مالا مال کرے اور ان کا فیضان عام فرمائے۔

حضور صدرالشریعہ ایک باکمال خطیب

ازقلم: **مولانانواز اعظمی امجدی**
دارالعلوم حسینیہ،شہڈول،ایم،پی

اللہ رب العزت نے بنی نوع انسانی کی ہدایت وراہ نمائی اور رہبری کے لیے کم وبیش ایک لاکھ، چوبیس ہزار انبیائے کرام کواس خاکدان گیتی پر مبعوث فرمایا۔ ہر نبی نے اپنے دور میں راہ ہدایت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو اپنی دعوت و تبلیغ اور وعظ ونصیحت کے ذریعہ جادۂ مستقیم پر چلانے کا فریضہ انجام دیا۔ انبیائے کرام کے بعدی مقدس فریضہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین کے سپرد ہوا، جنہوں نے اپنی مساعی جمیلہ سے کشتی امت کی ناخدائی کا بیڑا اٹھایا۔ اور پھر اسی طرح مختلف ادوار میں اللہ کے برگزیدہ بندوں نے اللہ کے پیغام کو امت تک پہنچایا۔ پھر یہ زمام رشدوہدایت انبیائے کرام کے علمی وارثین یعنی علمائے اسلام کے ہاتھوں میں آئی جو آج تک امت کے آہوان رم خوردہ کوسوی حرم لے جارہے ہیں، اورامت کے قافلے جن کی راہ نمائی مین منزل مقصود کو پہنچ رہے ہیں، جو اپنے ناصحانہ وعظ کے ذریعہ لوگوں کے دلوں میں شرم نبی اور خوف خدا کے جذبے کو پروان چڑھاتے ہیں، جو لوگوں کو اللہ کی رسی مضبوطی سے تھامنے کی تلقینکرتے ہیں، چنانچہ ہر دور میں بڑے صاحب کمال علما اس عالم رنگ وبو میں رونق افروز ہوتے رہے جو بحر حکمت کے شناور اور گلشب معرفت کے سرسبد، آسمان علم وہنر کے آفتاب وماہتاب اور کائنات آگہی کے گنج گراں مایہ ہوا کرتے تھے، جو بہ یک وقت قال اللہ وقال الرسول کی صدائے دل نواز کے جام سے تشنہ گان علم وحکمت کی سیرابی کا سامان بھی فراہم کرتے اور ساتھ ہی ساتھ مواعظ حسنہ کے ذریعہ لوگوں کو اللہ کے قریب کرتے تھے اور راہ راست کی طرف راہنمائی فرماتے تھے، جو اللہ رب العزت کے فرمان ''ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ'' کی عملی تفسیر ہوا کرتے تھے۔ انہیں علماء ربانیین میں جو رصدرالشریعہ، بدرالطریقہ، ابوالعلیٰ حضرت علامہ الشاہ مفتی حکیم محمد امجد علی اعظمی (مصنف بہار شریعت) قدس سرہ کی ذات ستودہ صفات بھی ہے۔

حضور صدرالشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات علوم ومعارف کا ایک ایسا بحر ناپیدا کنار ہے کہ جس کی موجیں ہمیشہ طغیانی پر رہا کرتی ہیں، جن سے تشنہ گان علم وحکمت اپنی سیرابی کا سامان کرتے ہیں، آپ کا باران علم وحکمت آج بھی اکناف عالم میں برس رہا ہے جس سے جہل کی زمین شوریدہ سرسبز وشاداب نظر آرہی ہے، آپ ہر فن میں کامل دست گاہ رکھتے تھے، اور ہر میدان کے شہسوار تھے، چاہے وہ تدریس ہو یا تصنیف وتالیف، دعوت وتبلیغ ہو یا مناظرہ، ہر ایک میں آپ یدطولیٰ رکھتے تھے۔ ان سب اوصاف کے ساتھ آپ کا ایک ایسا وصف بھی تھا جو عام نظروں سے پوشیدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ ایک باکمال اور دلوں کو فتح کرنے والے خطیب بھی تھے۔ فن خطابت ایک دشوار گزار فن ہے، مگر اس پر بھی آپ کو کامل دست رس حاصل تھی، آپ کا خطاب علمی، دلائل سے مبرہن، زبان وبیان کے اعتبار سے ہایت سلیس کہ مشکل سے مشکل

باتیں عوام کیذہن میں اتر جائیں ،معلوماتی اور ہرتاثیر پوا کرتا تھا، اوراپنے اندر ایسی جامعیت رکھتا تھا کہ عوام تو عوام علمائے کرام بھی جھوم جھوم اٹھتے تھے،آپ کے وعظ کے کسی پیراگراف پر ماہر خطیب گھنٹوں وعظ کہتا تھا۔

چنانچہ مبارک پور اشرفیہ کے سالانہ جلسے میں ابتدا ہی سے حضور صدر الشریعہ او حضور محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہا شریک ہوتے تھے،اس لیے کہ یہ دونوں حضرات اشرفیہ کے سرپرست تھے،حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا خطاب کس قدر جامع اور معقول ہوا کرتا تھا اس کا اندازہ آپ اس واقعے سے لگائیں جسے حجور شارح بخاری نے لکھا ہے کہ؛

''حضرت محدث اعظم ہند (اشرفیہ،مبارک پور کے سالانہ جلسے میں) شام کو ساڑھے پانچ بجے تشریف لائے، اور کہیں بہت دور سے آرہے تھے اس لیے یہ تھکے ہوئے تھے۔ بعد عشا کھانے پر حضرت صدر الشریعہ سے فرمایا: ''حضرت! میں بہت تھکا ماندہ ہوں،تقریر نہیں کرسکتا،آج آپ بھرپور تقریر فرمائیں''۔حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا: ''مجھے تقریر کرنی نہیں آتی، یہاں کے لوگ آپ کی تقریر کے مشتاق ہیں،آپ خطیب ہیں۔ میں تھوڑی دیر بیان کردوں گا پھر آپ کو تقریر کرنی ہوگی''۔حضرت محدث اعظم ہند نے اپنی تکان کا عذر پھر دہرایا اور ارشاد فرمایا:''حضرت دل کھول کر تقریر فرمادیں پھر کسی کو ہوش ہی نہیں رہے گا جو میری تقریر کا نام لے''۔حضرت صدر الشریعہ نے فرمایا:''خیر دیکھا جائے گا''۔جلسہ کے وقت حضرت محدث اعظم ہند نے فرمایا کہ:''میں اگرچہ بہت تھکا ہوا ہوں،گر جلسے میں ضرور چلوں گا،آج حضرت صدر الشریعہ کی تقریر سننا ہے۔دونوں اکابر ساتھ ساتھ جلسہ گاہ میں تشریف لائے، دو کرسیاں رکھ دی گئیں اور پھر حضرت صدر الشریعہ نے تقریر شروع فرمائی۔تمہید میں فرمایا کہ''میں نے دن بھر طلبہ کا امتحان لیا ہے،طلبہ چوں کہ بہت ذہین اور بہت ذی استعداد ہیں،اس لیے ان کا امتحان لینے میں خوب جی لگ گیا، دوپہر میں سوبھی نہ سکا،جس سے دماغ تھکا ہوا ہے،لیکن پھر بھی تقریر کے لیے بیٹھ گیا ہوں، چوں کہ تقریر میں اللہ کے محبوب ﷺ کی مدح وثنا کرنی ہے، جو میری روحانی غذا ہے اور میرے ہر درد کی دوا ہے، یہ ان کا کرم ہے مجھ ناچیز سے اپنی مدح وثنا کرا لیتے ہیں ورنہ میں کہاں اور میرا علم کہاں؟ یہ وہ بحر ناپیدا کنار ہے جسے کوئی طے نہیں کرسکتا۔اللہ عزوجل فرماتا ہے:''**قل لو کان النحر مدادا لکلمات ربی لنفد النحر قبل ان تنفد کلمات ربی و لو جئنا بمثله مدداً** ''(ترجمہ: ــــــــــــــ کنز الایمان) اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ کلمات ربی'' سے مراد حضور اقدس ﷺ کی مدح وثنا ہے۔

بات یہ ہے کہ اگر حدود مملکت میں کوئی انمول ہیرے کی کان مل جاتی ہے تو حکومت اسے اپنا بنالیتی ہے۔پھر میری کیا بساط کہ کما حقہ حضور اقدس ﷺ کی مدح وثنا کرسکوں۔حضور شارح بخاری فرماتے ہیں:''مجھے وہ منظر اچھی طرح ذہن نشین ہے کہ اس کے بعد حضرت صدر الشریعہ نے دو گھنٹے تقریر فرمائی، ہزاروں ہزار کا مجمع ہمہ تن گوش تھا اور خود حضرت محدث اعظم ہند اس محویت سے سن رہے تھے کہ کرسی پر پہلو بھی نہ بدلا اور ٹکٹکی باندھے حضرت صدر الشریعہ کو دیکھتے رہے،اس وقت نہ واہ واہ کا رواج تھا۔نہ سبحان اللہ سبحان اللہ کہنے کا اور نہ ہی نعرۂ تکبیر ورسالت کا۔وقار اطمینان کے ساتھ

لوگ علما کی تقریر سنتے تھے پھر بھی حضرت محدث اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ بار بار ہلکی آواز میں سبحان اللہ سبحان اللہ کہتے جاتے تھے، اگر چہ ان کی ہلکی آواز پورے مجمع میں گونج اٹھتی تھی۔

دوسرے دن حضرت محدث اعظم ہند نے اسی آیت کریمہ ''قل لو کان البحر مداداً لکلمات ربی'' کو اپنی تقریر کا عنوان بنایا اور اس نکتے کو لے کر کہ حضور ﷺ کی مدح وثنا ''کلمات ربی'' کیسے ہے، دو گھنٹے انتہائی پر مغز، دل آویز، ایمان افروز، پوری آن بان کے ساتھ تقریر فرمائی، جس کی لذت سے آج بھی روح سرشار ہے، حضرت محدث اعظم ہند نے اس شراب علم کو دوآتشہ بنا کر پورے مجمع کو مست و بے خود بنا دیا۔ (ماہنامہ اشرفیہ، صدر الشریعہ نمبر، ص:۴۰/۵۰)

مذکورہ واقعے سے پتا چلتا ہے کہ حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کا زار بیان کس قدر بلند و رفیع تھا اور آپ کا خطاب کس درجہ پُر تأثیر ہوا کرتا تھا کہ سننے والے اپنی جگہ پر ساکت و جامد ہو جایا کرتے تھے، اکتاہٹ ذرا بھی نہ ہوتی بلکہ لوگ زبان حال سے پکارتے کہ: ساقیا! اور پلا، اور پلا، اور پلا''، سامعین پر محویت کا عالم طاری ہو جاتا، عوام تو عوام اپنے وقت کے محدث اعظم ہند اور ایسے باکمال خطیب کہ جن کی خطابت کا ڈنکا پورے عالم اسلام میں بج رہا تھا وہ بھی پہلو بغیر بدلے ہوئے آپ کی تقریر کے دوران محویت کے عالم میں تھے اور مسلسل ٹکٹکی باندھے دیکھ رہے تھے اور ایک عظیم کی فقیہ و مدرس کی خطیبانہ مہارت پر داد و تحسین کے پھول نچھاور کر رہے تھے، اس سے آپ کی فن خطابت پر دست رس کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مسئلۂ امتناع النظیر پر صدر الشریعہ کا بے مثال خطاب

حضور شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت صدر الافاضل، فخر الاماثل، استاذ العلماء، علامہ نعیم الدین مرادآبادی قدس سرہ العزیز علم و فضل کے ساتھ خطابت کے بادشاہ بھی تھے، تقریر کرتے تو ایسا محسوس ہوتا کہ کوثر و تسنیم کے جام چھلکا رہے ہیں، زبان ایسی شیریں اور شستہ کہ معلوم ہوتا کہ دہن مبارک سے الفاظ نہیں نہیں نکل رہے ہیں، رحیق مختوم کی پھوہار کی برسا رہے ہلیں، آواز ایسی گرج دار اور پرکشش کہ سننے والا دم بخود رہ جاتا، اس کے باوجود اپنے مدرسہ جامعہ نعیمیہ کے سالانہ جلسے میں دیگر علما کے ساتھ ساتھ حضرت صدر الشریعہ کو ضرور مدعو فرماتے، دوسرے علما تو بدلتے رہے مگر صدر الشریعہ لازم تھے اور پھر باصرار تقریر بھی کراتے، یہ نہیں بلکہ جامعہ میں حکم دے دیا تھا کہ جب حضرت صدر الشریعہ یہاں آجائیں تو نماز وہی پڑھائیں گے۔ (مرجع سابق۔ص:۵۰)

شارح بخاری کے اس بیان سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ حضرت صدر الافاضل جو خود وقت کے ایک عظیم اور کثیر الصفات خطیب تھے، ان کی نگاہ میں حضرت صدر الشریرہ کے فن خطابت پر دست گاہ کی کس قدر اہمیت تھی۔

آگے شارح بخاری رقم طراز ہیں:

''ایک ابرحضرت صدرالشریعہ سے (جامعہ نعیمیہ کے) جلسے میں شریک ہونے والے علمانے درخواست پیش کی کہ آج حضور! ''امتناع نظیر'' پر تقریر فرمائیں۔ حضرت صدرالشریعہ نے حسب عادت معذرت کی: ''میں مقرر بھی نہیں اور مسئلہ بھی بہت دقیق ہے، اسے بیان کرنا بڑا مشکل کام ہے''۔ حضرت صدرالافاضل نے یہ سن کر فرمایا کہ ''مسئلہ دقیق سہی، مگر آپ جب بیان فرمائیں گے تو آفتاب سے زیادہ روشن ہوجائے گا''۔ اس وقت حضرت صدالشریعہ خاموش ہوگئے، علمانے سمجھا کہ قبول فرمالیا، حضرت صدرالشریعہ کے تعارف کے وقت حضرت صدرالافاضل نے اعلان فرمایا کہ: آج حضرت صدرالشریعہ کی تقریر کا عنوان ''امتناع نظیر'' ہے۔ مسئلہ اگرچہ بہت دقیق (باریک اور مشکل) ہے مگر بیان کرنے والا وہ عبقری مدرس ہے جو جعل بسیط اور جعل مرکب، وجود ربطی، مثناۃ بالتکریر جیسے اہم اور دقیق منطقی و فلسفی مسائل کو پانی کر دیتا ہے، فلسفہ اور علم کلام کے الٰہیات کے مسائل کو بدیہی کر کے سمجھا دیتا ہے''۔ حضرت محدث اعظم تشریف فرما تھے، یہ سنتے ہی پھڑک اٹھے اور فرمایا کہ: آج استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور اپنے وقت کے امیر المؤمنین فی الحدیث، محدث سورتی کے مجمع البحرین کے بحر ناپیدا کنار کے انمول موتیوں سے دامن بھرا جائے گا''۔

حضور صدرالشریعہ نے آیت کریمہ ''**ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین**'' کو اپنی تقریر کا عنوان قرار دیا، اور حسب عادت انکساری و تواضع کے چند کلمات کہنے کے بعد ہنس کر فرمایا: مگر جب ان نائبان رسول و ساطین ملت کا حکم ہے تو اس کی تعمیل ضرور کرنی ہے، یہ ان حضرات کا حسن ظن ہے کہ میں اس کا اہل ہوں، مجھے اللہ تعالیٰ کے کرم سے امید ہے کہ ان جلیل القدر علما کا حسن ظن غلط نہیں ہونے دے گا''۔

اصل موضوع پر آیہ کریمہ ''**خاتم النبیین**'' اور آٹھ، دس احادیث کریمہ سے بطور قیاس شرعی فرمایا کہ: حضور اقدس ﷺ کی نظیر محال بالذات ہے، تحت قدرت نہیں، اور حضور ﷺ کا مثل ماننے سے ان نصوص کے انکار کے ساتھ ساتھ اللہ عزوجل کا جھوٹا ہونا لازم آئے گا''۔ ایک گھنٹی تک بڑی سلاست و روانی کے ساتھ اس مضمون کو بیان فرمایا۔ علمائے کرام محو حیرت، مجمع دم بخود، معلوم ہوتا تھا کہ ایک انسان نہیں بول رہا ہے بلکہ عالم قدس کا کوئی ملک مقرب، الہام ربانی کی تلاوت کر رہا ہو۔ ایک گھنٹی وقت دیا گیا تھا، ایک گھنٹی پورا ہونے پر جیب سے گھڑی نکالی، دیکھ کر فرمایا: میرا وقت ختم ہوگیا، میں رخصت ہو رہا ہوں''۔ اس کے بعد حضرت محدث اعظم ہند کا وقت تھا، آپ نے فرمایا کہ ''میں نے اپنا وقت آپ کو نذر کیا، آپ تقریر جاری رکھیں''۔ حضرت صدرالشریعہ کا علم بھی اس وقت جوش مار رہا تھا، اور مائل بہ فیض بھی تھے۔ درود شریف پڑھوا کر پھر تقریر شروع کر دی۔ آیہ کریمہ ''**خاتم النبیین**'' کی ایک نئے رنگ میں تقریر فرمائی؛ پہلے بطریق معروف بیان فرمایا کہ ''خاتم اسم آلہ ہے، اس کا مادہ ''ختم'' ہے۔ جس کے معنی مہر کرنے کے ہیں، مگر اس کا استعمال معنی اسی میں ہے۔ پھر اس کی لغوی، عرفی، شرعی تین معنی تفصیل سے بتائے، جب معنی شرعی بتاتے وقت مسلسل احادیث بیان کرنی شروع کیں تو معلوم ہوتا تھا کہ امام بخاری احادیث سنا رہے ہیں۔ پھر ثابت فرمایا کہ خاتم کے کوئی بھی معنی لیے جائیں، ہر معنی کے لحاظ سے ثابت کہ حضور اقدس ﷺ کا مثل محال بالذات ہے۔ اتنے میں یہ گھنٹہ

بھی ختم ہو گیا تو فرمایا کہ حضرت محدث اعظم کا عطا کیا ہوا وقت بھی ختم ہو گیا، اب میں رخصت ہوتا ہوں۔

اس کے بعد غالباً حضرت ابوالحسنات یا ابوالبرکات الوری ثم لاہوری بانی حزب الاحناف، لاہور کا وقت تھا۔ اب انہوں نے فرمایا کہ ''حضرت! میں اپنا وقت بھی نذر کرتا ہوں، آپ اپنی تقریر جاری رکھیں''۔ اسی اثنا میں کسی نے کہا کہ: ''حضور اقدس ﷺ کا مثل محال بالذات کیوں ہے؟ اگر اس کا محال بالغیر مانا جائے اور ممکن بالذات تو کیا خرابی لازم آئے گی؟ اسے واضح فرمادیں'' یہ سن کر پھر تبسم فرمایا اور امتناع نظیر کے محال بالغیر اور ممکن بالذات ہونے پر دس، پندرہ استحالے قائم فرمانے کے بعد مولوی قاسم نانوتوی کی تحذیر الناس کے رد کی طرف رخ موڑا۔ (وہ اس کا قائل تھا کہ حضور ﷺ کا مثل ممکن ہی نہیں واقع ہے۔ اور چھ مثل زمین کے زیریں اور طبقات میں ہو چکے ہیں)۔ پھر تو صدر الشریعہ کے بیان کا رنگ ہی کچھ اور ہو گیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ عوام وخواص سب کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں، سب ساکت و جامد۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ عام سامعین نے ان مضامین کو سمجھا ہو گا مگر بغور سنتے رہے، نہ کوئی اٹھا، اور نہ کوئی اونگھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ سب پر سحر ہلاہل کر دیا گیا ہو۔ اس وقت حضرت صدر الشریعہ کی روحانی وقت کا لوہا سب نے مان لیا اور علم وفضل کا اعتراف تو پہلے ہی سے تھا۔ تیسرا گھنٹہ پورا ہونے پر صدرلشریعہ نے یہ فرما کر کہ اب بہت دیر ہو گئی آپ حضرات بیٹھے بیٹھے تھک گئے ہوں گے سنتے سنتے اکتا گئے ہوں گے اس لیے اب میں ''**كان رسول الله ﷺ ينحو لنا للموعظة**'' پر عمل کرتے ہوئے بس کرتا ہوں۔ صدر الشریعہ کرسی اتر آئے۔ حضرت صدر الافاضل نے کھڑے ہو کر حضرت صدر الشریعہ کی اس تقریر پر ایسا شاندار تبصرہ فرمایا کہ زندگی میں کسی کی بھی تقریر پر ایسا تبصرہ نہ فرمایا تھا۔ اس کے بعد دعا پر جلسہ ختم ہوا۔

دوسرے دن پورے شہر میں اس تقریر کی دھوم مچی ہوئی تھی، وہابی مدرسہ کے طلبہ بھی، جن میں کچھ منتہی تھے، اس تقریر کو سننے کے بعد اپنے استادوں سے سوالات کرنے لگے مگر وہ جوابات سے عاجز رہے۔ یہ کہہ کر دامن چھڑایا کہ بریلوی بڑے منطقی ہوتے ہیں، ان کی باتوں پہ دھیان مت دو۔ (ایضاً ص: ۵۰تا۵۲)

امتناع نظیر (یعنی حضور ﷺ کی نظیر اور آپ کے مثل ہونے کا محال ہونا) کا مسئلہ، کس قدر پیچیدہ ہے، یہ کسی بھی اہل علم سے مخفی نہیں ہے۔ خود حضور صدر الشریعہ کو اس بات کا اعتراف تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اس مسئلے پر بڑے بڑے خطیب کو بھی آدھا گھنٹہ سے زیادہ گفتگو کرنا مشکل ہو جاتی ہے اور وہیں صدر الشریعہ تین گھنٹہ مسلسل بے تکان بولتے ہیں۔ یہ آپ کے ایک باکمال خطیب وواعظ ہونے پر روشن دلیل ہے۔

اس واقعے کی ابتدائی سطور میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ حضرت صدر الشریعہ تواضع وانکسار کے پیکر مجسم تھے، حتی کہ اپنے آپ کو مقرر کہنا بھی گوارہ نہ تھا۔ اس سے آج کے مقررین وواعظین کو سبق حاصل کرنا چاہیے، جو دو چار رٹی رٹائی تقریروں کے ذریعے پورے ہندوستان میں بزعم خویش، ڈنکا بجائے پھرتے ہیں اور مقرر بے مثال، خطیب شعلہ بیان، فاتح یہاں وہاں اور نہ جانے کیا کیا القابات اور ٹائٹل لگا کر پھولے نہیں سماتے۔

جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے حوالے سے حضور حافظ ملت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ:

''جامعہ نعیمیہ مراد آباد کے سالانہ اجلاس میں آپ (صدر الشریعہ) نے تقریر فرمائی، سارا مجمع محو حیرت تھا۔ حضرت الحاج پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت سے فرمایا کہ ''مولانا! آپ اس تقریر کو قلم بند کر دیں تو میں اسے شائع کرا دوں''۔ (ایضاً، ص:۱۳)

آہ افسوس! حضرت صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ کی تقاریر کا مجموعہ شائع نہ ہوا اور ملت اسلامیہ ایک بڑے علمی ذخیرے سے محروم رہ گئی۔

اجمیر مقدس میں آپ کی تقریر کی مقبولیت:

تلمیذ حضور صدر الشریعہ حضرت حافظ ملت جنہوں نے اجمیر معلیٰ مدرسہ دار العلوم معینیہ عثمانیہ میں حضور صدر الشریعہ کے خ ان علم وحکمت سے خوشہ چینی فرمائی، آپ کا بیان ہے کہ: اجمیر شریف میں آپ کی تقریر اس قدر مقبول تھی کہ علماء مشائخ اور سب خواص وعوام دل کی گہرائیوں میں جگہ دیتے، اول سے آخر تک ہمہ تن گوش ہو کر سنا کرتے تھے۔ ایک روز حضرت یوان سید آل رسول صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ درگاہ معلیٰ کے مکان پر آپ کی تقریر تھی، آدھا مجمع مکان کے اندر اور آدھا مکان کے باہر تھا۔ دوران تقریر بارش ہونے لگی، سارا مجمع ہمہ تن گوش تھا، سامعین بارش میں بھیگتے رہے اور آخر تک برابر سنتے رہے۔ (ایضاً، ص:۱۳)

نگاہ اعلی حضرت میں صدر الشریعہ کے خطاب کی اہمیت

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ''مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ سال میں صرف تین تقریر فرمایا کرتے تھے، ایک اپنے مرشد برحق، خاتم الاکابر، حضرت مولانا سید آل رسول احمدی مارہروی قدس سرہ کے عرس کے موقع پر، قل کے وقت۔ دوسری: عید میلاد النبی کے موقع پر اپنے کاشانہ مقدس میں۔ تیسری: منظر اسلام کے سالانہ جلسے پر۔ اگر کہیں سے بھی تقریر کے دعوت آتی تو حضرت صدر الشریعہ کو بھیج دیتے۔ اعلیٰ حضرت جب مجمع میں موجود ہوں تو کسی عالم کو تقریر کی جرأت نہ ہوتی تھی، سوائے صدر الافاضل، صدر الشریعہ اور شیر بیشہ اہل سنت مولانا ہدایت رسول رامپوری کے۔ ان تینوں حضرات میں سب سے زیادہ اعلیٰ حضرت کی موجودگی میں حضرت صدر الشریعہ نے تقریر فرمائی ہیں۔

حضرت شارح بخاری فرماتے ہیں: مجھے ایسی کوئی روایت نہیں ملی حضرت صدر الشریعہ قدس سرہ کی تقریر میں کبھی کوئی ایسی لغزش ہوئی ہو کہ جس پر اعلیٰ حضرت نے تنبیہ فرمائی ہو۔ (ایضاً، ص:۵۲)

اس سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اعلی حضرت کی نگاہ میں حضرت صدر الشریعہ کا علمی مقام کیا تھا کہ آپ ان پر اس قدر اعتماد فرمایا کرتے تھے کہ انہیں خطابت کے لیے اپنا قائم مقام بنا کر بھیجا کرتے تھے۔ کسی بھی بڑے عالم کے سامنے اکثر مقررین یا تو تقریر بولنے کی ہمت ہی نہیں جٹا پاتے اور اگر بولنا پڑا تو کھل کر نہیں بول پاتے، اور زبان

لڑکھڑانے لگتی ہے، لیکن حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ ووقت کے مجدد اور اپنے زمانے کے علم وفن کے امام کے سامنے بھی بے تکان اور بے ضغطۂ زبان، سلاست وروانے کے ساتھ تقریر فرمایا کرتے تھے جو حضرت صدر الشریعہ کی علمی جلالت اور ایک بے مثل خطیب ہونے پر واضح برہان ہے۔

حضور صدر الشریعہ کی تقریر عوام وخواص میں یکساں مقبول

حضور صدر الافاضل، حضور محدث اعظم ہند۔ پیر سید جماعت علی شاہ اور دیگر علما کے درمیان، حضور صدر الشریعہ کی تقریر بہت مقبول تھی، اور یہ حضرات آپ کے خطاب کے بہت مشتاق رہا کرتے تھے، جس کے شواہد گذشتہ صفحات میں بیان ہوئے۔ ان کے علاوہ حضرت شارح بخاری فرماتے ہیں: ’’حضور صدر الشریعہ کی تقریر میں واہیات، خرافات، اور لایعنی باتیں بھی نہیں ہوتی تھیں بلکہ خالص معلوماتی ہوتی تھیں،۔ چوٹی کے بڑے بڑے واعظین کو یہ کہتے سنا گیا کہ حضرت صدر الشریعہ کی ایک تقریر سے میں تین تقریر تیار کرتا ہوں۔

عوام میں اگر چہ تقریری حیثیت سے شہرت نہ تھی لیکن پھر بھی بہت سے دیوانے تھے جنہیں سوائے حضرتِ صدر الشریعہ کے کسی کی تقریر پسند نہیں آتی تھی۔ شارح بخاری مزید لکھتے ہیں کہ: اجمیر شریف کے قیام کے زمانے میں، راجستھان کیک مشہور صنعتی قصبہ؛ پالی جانے کا گیارہوں شریف کے موقع پر اتفاق ہوا، وہاں کی چھیپا برادری، جماعتی سطح پر، باپ دادا کے زمانے سے، بہت شان وشوکت سے گیارہویں شریف مناتے ہیں، اسی میں حضرت صدر الشریعہ کو انہوں نے مدعو کیا، اور پھر ایسے گرویدہ ہوئے کہ حیات بھر کسی دوسرے واعظ کو مدعو نہیں کیا۔ مجھ (شارح بخاری) سے جو وہاں کے بوڑھوں نے بتایا کہ حضرت صدر الشریعہ کی تقریر کے بعد کسی کی تقریر میں وہ لذت نہیں۔ اوقر یہ بات اور بہت سے لوگوں سے میں نے سنی ہے۔ (ایضاً ص: ۵۳)

حضرت صدر الشریعہ کی آواز دور دور تک سنائی دیتی تھی

حضرت شارح بخاری علیہ الرحمہ کا بیان ہے: ’’حضور صدر الشریعہ کی آواز بہت بارعب، گرج دار، اور بلند تھی۔ مبارک پور مدرسہ اشرفیہ کے سنگ بنیاد کے موقع پر جامع مسجد راجہ مبارک شاہ میں تقریر فرما رہے تھے، ہم لوگ پرانے مدرسہ پرانی بستی میں تھے، وہاں سے آواز کی گھن گرج سنتے تھے، حالاں کہ لاؤڈ اسپیکر اس وقت ہندوستان میں آیا بھی نہیں تھا۔ (ایضاً۔ ص: ۵۴/۵۳)

واضح ہو کہ جامع مسجد راجہ مبارک شاہ اور پرانہ مدرسہ (مصباح العلوم) پرانی بستی کی دوری ۵۰۰/میٹر (آدھا کلو میٹر) ہے (گوگل میپ)

آواز کا بلند ہونا بھی اللہ کا ایک فضل عظیم ہے، اور صدر الشریعہ کو یہ نبی کریم ﷺ اور سرکار غوث اعظم رضی اللہ عنہ کی رفعت صوت کا صدقہ ملا تھا۔

حضرت صدر الشریعہ کا سیاست حاضرہ پر پُر مغز خطاب

مولانا شہاب الدین رضوی رقم طراز ہیں: ملت اسلامیہ ہند کو کانگریس پارٹی سے جتنا نقصان پہنچا ہے، اتنا کسی بھی پارٹی نے نہیں پہنچایا ہے۔ کانگریس یہ چاہتی تھی کہ ہندوستان آزاد ہو جانے کے بعد، یہاں سوراج کا نفاذ ہو اور یہ ملک بالکل ہندو رسم و رواج کی بنیادوں پر گامزن ہو مگر دیگر مسلم لیڈروں کی وجہ سے کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔ امام احمد رضا بریلوی کے منعقدہ عرس؛ ۲۳/۲۴/ صفر المظفر ۱۳۶۵ھ مطابق ۳۰/ جنوری ۱۹۴۶ء کو بریلی شریف آستانہ عالیہ کے زبردست، عظیم الشان مجمع میں صدر الشریعہ، مولانا امجد علی اعظمی نے حالات حاضرہ پر روشنی ڈالتے ہوئے، مسلمانوں کو متنبہ و آمادہ فرمایا۔ اقتباس ملاحظہ ہوں: ''کانگریس فتنہ عظیم ہے، وہ ہندوستان سے مسلمانوں کے استیصال کا ارادہ کر چکی ہے، اس کی سب سے بڑی آواز یہی اس کا سوراج ہے یہی اس کی آزادی ہے ہم ہمیشہ سے مسلمانوں کو اس کے دامِ تزویر سے بچانے کی سعی کرتے رہے اور اس کی اسلام دشمنی کا بے دریغ اظہار کرتے رہے، خلافت کمیٹی کے زمانہ میں مسلمانوں کی بہت سی جماعتیں اس کے تملق و چاپلوسی سے دھوکا کھا کر ان کے دام فریب میں آگئی تھیں، مگر روزمرہ کے تجربوں نے ان کی آنکھیں کھول دیں اور جو بات ہم بتاتے تھے ان کے معائنہ میں آگئی اور وہ ہندو جو اس وقت محبت کے پردہ میں دشمنی کرتا تھا اب باالاعلان مقابل ہے اور کانگریس اس بات کی مدعی ہے کی وہ تمام ہندوستان کی خود ہی نمائندہ ہے، اس باطل وعدے کی تعویل کرنے کے لئے اس نے وہی مولوے حصل کئے ہیں جنہوں نے خدا اور رسول سے غداری کی تھی۔ اور جو طمعِ زر میں آج مشرقی ہند کی زبان بنے ہونے ہیں، اور مسلمانوں کو ان کے دامِ تزویر میں پھانسنا چاہتے ہیں، انتخابات کے موقعیوں پر کوشش کرتے ہیں کہ مسلمانوں کا تو ساتھ نہ دیں، کانگریس کی حمایت کریں، کانگریس امیدواروں کو کامیاب بنائیں، علماء اہل سنت مسلمانوں کو اس فریب کے جال میں پھنستا دیکھ کر صبر نہیں کر سکتے، اس لئے ہم مدت سے اعلان کر رہے ہیں، اور ہماری تمام سنی کانفرنس جو ملک کے گوشے گوشے میں ہر صوبہ میں قائم ہیں، کانگریس کے مقابلے میں پوری جدوجہد کر رہی ہیں، چنانچہ پچھلے الیکشن میں ان کانفرنسوں کی کوششیں کامیاب ہیں اور کانگریس کو شکشت ہوئی، اس وقت ہم اعلان کرتے ہیں کہ مسلمان کانگریس کو اور کانگریس کے کھڑے ہوئے امیدوار کو ، کانگریس کی حامی جماعتوں جمیعت علماء دیوبند پارٹی مولانا حسین احمد کے زیر اثر طوفان برپا کر رہی ہے۔ اس کے علاوہ احرار و خاکسار یونینسٹ وغیرہ جن سے کانگریس کو مدد پہنچ رہی ہیں یا جو کانگریس کی ہوا خواہی میں ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں، مسلمان ہرگز ان کے فریب کاری میں نہ آئیں''

صدر الشریعہ مولانا اعظمی کی تقریر بڑی غور سے سنی گئی اور عرس کے اجتماع عام میں ہر فرد گہری عقیدت کے جوش میں وارفتہ تھا، بار بار تحسین و مرحبا اور تکبیر کی صدا بلند ہوتی تھیں، اور جو مسلمان اپنے علماء اکرام کی ہدایت کے منتظر تھے، اس رہنمائی کے بعد مطمئن ہو گئے۔ (ایضاً ص ۲۷۳، ۲۷۴)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ جہاں ایک باکمال عالم دین تھے وہی سیاست حاضرہ پر بھی بڑی گہری نگاہ رکھتے تھے اور مسلمانوں کو آنے والے نقصانات سے اپنے وعظ کے ذریعہ آگاہ کرتے تھے۔ حضور صدر

الشریعہ علیہ الرحمہ کی اس تقریر کی اہمیت وافادیت آج بھی وہی ہے جو ۷۵ سال پہلے تھی اس تقریر کے آئینے میں اگر دیکھا جائے تو جو صورتحال اس وقت تھی آج بھی وہی صورتحال ہے بس فرق یہ کہ وہ کانگریس کا دور اقتدار تھا اور یہ بی جے پی کا دور حکومت ہے۔

آل انڈیا سنی کانفرنس کے اجلاس میں خطاب

اہل سنت و جماعت کا کوئی سیاسی پلیٹ فارم نہ ہونے کے سبب علماء اہل سنت نے آل انڈیا سنی کانفرنس کی بنیاد مراد آباد میں ڈالی جس کی مختلف نشستوں اور کانفرنسوں میں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے شرکت فرمائی اور بہترین خطاب فرمایا (ایضاً ص ۲۷۴)

صدر الشریعہ کا مقام اور واعظین کے لیے لمحۂ فکریہ

مولانا شہاب الدین رضوی تحریر فرماتے ہیں کہ'' امام احمد رضا کا شہرہ ان ہی کے عہد میں آفاق کو پہنچ چکا تھا، دور دراز کے افراد آپ کے پاس آتے اور مسائل دریافت کرتے ،وعظ وتقریر کے لیے امام احمد رضا سے منسلک علماء و مناظرین کو اپنے یہاں مدعو کرتے جب یہ طریقہ بہت زیادہ رواج پا گیا کہ امام احمد رضا سے تعلق رکھنے والوں کو ہی میلاد شریف یا دیگر تقریبات میں مدعو کیا جائیگا تو دوسری طرف علماء (سوء) میں ہلچل مچ گئی اپنی گرتی ہوئی دکان بچانے کے لئے انہوں نے اپنا تعلق ورشتہ امام احمد رضا بریلوی سے جوڑ دیا۔ستم بالائے ستم یہ کہ وہ لوگ بھی اس میدان میں پیش پیش تھے جو نہ عالم تھے، نہ مفتی، جب کی غیر عالم کو وعظ کہنا حرام ہے۔اس صورت حال کے پیش نظر امام احمد رضا بریلوی نے ایک اعلامیہ شائع فرمایا

> انہی کے الفاظ میں برادران اہل سنت کو اطلاع ،فقیر کے پاس شکایتیں گزریں بعض صاحب با وصف بے علمی، دنیاں طلبی کے لئے وعظ گوئی کرتے ہوئے اکناف ہند میں دورہ فرماتے ہیں اور یہاں سے اپنا علاقہ وانتساب بتاتے ہیں، جس کے سب فقیر سے محبت رکھنے والے حضرات دھوکہ کھاتے ہیں اس شکایت کے رفع کو یہ سطور مسطور۔ یہاں بحمدہٖ تعالیٰ نہ کبھی خدمت دینی کو کسب معیشت کا ذریعہ بنایا گیا ،نہ احبابِ علماء شریعت یا برادران طریقت کو ایسی حدایت کی گئے ، بلکہ تاکید کی جاتی ہے دست سوال دراز کرنا تو درکنار ،اشاعت دین و جماعت سنت میں جلب منفعت مالی کا خیال دل میں بھی نہ لائیں کہ ان کی خدمت خالصتا توجہ اللہ ہو، ہاں اگر بلا طلب اہل محبت سے نذر پائیں رد نہ فرمائیں لہ اس کا قبول سنت ہے۔ یہاں سے نسبت ظاہر فرمانے والے صاحبوں کے پاس فقیر کی دستخطی ،مہری سند علمی یا اجازت نامۂ طریقت ملاحظہ فرمائیں۔زبانید عوے پر عمل پیرانہ ہوں۔والسلام فقیر احمد رضا غفرلہ

امام احمد رضا بریلوی کے قلم مبارک سے جاری شدہ اسمائے گرامی کو مولانا حسنین رضا خان بریلوی ایڈیٹر ماہنامہ الرضا بریلوی نے شائع کر دیا تھا ان میں سرفہرست مولانا حامد رضا بریلوی، مولانا مصطفیٰ رضا بریلوی، تیسرے نمبر پر مولانا

امجد علی اعظمی کا اسم گرامی مندرج ہے لکھنے کی کیفیت یہ ہے (۳) جناب مولانا حکیم امجد علی صاحب ساکن اعظم گڑھ وارد حال محلّہ سوداگران بریلی عالم، فقیہ، مصنف، واعظ، مناظر، حامیِ سنت ومجاز طریقت (ایضاً ص۲۶۵،۲۶۶)

اعلی حضرت قدس سرہ کا یہ اعلامیہ آج کے بہت سے واعظین کے لیے لمحہ فکریہ ہے جن کی تقریر کا مقصد، حب جاہ، دنیا طلبی، جلب منفعت، شہرت ونا موری کسب مال وملال ہوتا ہے۔ ان مقررین کو اس سے درس لینا چاہیے کہ جو جلسہ سے پہلے ہی نذرانہ طے کر لیتے ہیں اور پھر تقریر کے بعد نذرانہ کم ملنے پر پھینک دیا کرتے ہیں آج کے دور میں اعلیٰ حضرت کے اس پیغام کو عام سے عام تر کرنے کی ضرورت ہے۔ جہاں یہ اعلامیہ دنیا دار مقررین کی اصلاح کا محرک ہے وہیں دوسری طرف حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ پر اعلیٰ حضرت کا اعتماد بھی ظاہر کرتا ہے اور اعلی حضرت کے نزدیک حضور صدر الشریعہ کا ایک باکمال خطیب ہونا بھی عیاں ہوتا ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے نزدیک حضور صدر الشریعہ کا مقام کیا ہے۔

اعلی حضرت کی جانب سے صدر الشریعہ کو وعظ و تقریر کی جانشینی

حضور صدر الشریعہ رحمۃ اللہ علیہ خد بیان فرماتے ہیں "ایک مرتبہ ربیع الاول کے جلسے میں اثناء تقریر حضور اعلیٰ حضرت کا کچھ مزاج ناساز ہوگیا، درد سر کی شدت اتنی ہوئی کی تقریر جاری نہ رکھ سکے تقریر روکنے کے بعد تخت پر مجھے بلایا اور ارشاد فرمایا کہ آپ تقریر کریں میں نے عرض کیا کہ کیا چیز بیان کروں؟ ارشاد فرمایا کہ جو مضمون میں بیان کرر ہا تھا اس کی تکمیل کرو۔ بھلا کہاں اعلیٰ حضرت کا بیان اور کہا مجھ بے بضاعت کا بیان، مگر ان کا حکم تھا تعمیل کرنی پڑی، یہ تو میں نہیں کہ سکتا اعلیٰ حضرت کے بیان کی تکمیل تھی مگر جو کچھ ہو سکا اخیر وقت تک اس سلسلہ میں بیان کر کے مجلس کو ختم کیا۔ (حیات صدر الشریعہ از مفتی عبد المنان اعظمی ص۵۰)

اس طرح ایک دوسرا واقعہ حضرت بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی علیہ الرحمہ نے صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے حوالے سے نقل فرمایا ہے کہ "ایک مرتبہ (اعلیٰ حضرت قدس سرہ) کا مزاج ناساز تھا بہت کوشش فرمائی کہ مجلس میں چلوں وقت ہو چکا تھا مگر علالت نے مہلت نہ دی، مولوی محمد رضا خان صاحب عرف ننھے میاں حاضر ہوئے اور تشریف لے چلنے کے لیے کہا ارشاد فرمایا کہ اس وقت حرارت ہے طبیعت ناساز ہے ابھی نہیں جا سکتا جاؤ امجد علی سے کہ دو کہ وہ بیان کردے" اور اس کے سوا ہے کون جو ہے وہی ہے"۔

اعلی حضرت کے حکم کے مطابق بیان کرنا شروع کیا کچھ دیر کے بعد جب مزاج میں سکون پیدا ہوا تو تشریف لائے اور حکم دیا کہ تقریر جاری رکھو، تقریر کو ایک حد تک پہنچایا، اس کے بعد عرض کیا سامعین، حاضرین چند الفاظ حضور کی زبان پاک سے سننا چاہتے ہیں ان کے دل جوش عقیدت سے لبریز ہیں، آخر میں مختصر سا کچھ مضمون پھر بیانِ ولادت پر اس سلسلے کو ختم کیا۔ تقریر کا سننا تو روز ہی ہوتا ہے یہ کوئی انوکھی اور نئی بات نہیں مگر اعلیٰ حضرت کے وہ الفاظ جو انہوں نے ننھے میاں سے فرمائے تھے وہ ایسے پرزوق ہیں جس کا ذوق خود ننھے میاں بیان کرتے تھے اور کبھی کبھی اس کا تذکرہ کر کے لطف اٹھایا کرتے تھے۔ حضور صدر الشریعہ کا بیان ہے کہ اعلیٰ حضرت کی عادت تھی کی دو تین آدمیوں کے علاوہ کسی کی تقریر

نہیں سنتے ان دو تین آدمیوں میں ایک میں بھی تھا۔ (حیات صدر الشریعہ ص ۵۰)

حضور صدر الشریعہ کی تقریر میں تصلب فی الدین کی جھلک

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ رنگون مناظرے کیلئے جب روانہ ہوئے تو اشرف علی تھانوی جو دیوبندیوں کا مناظر تھا وہاں سے بھاگ گیا اور ابھی حضور صدر الشریعہ اور آپ کے رفقاء کلکتہ ہی میں تھے۔ جب معلوم ہوا کہ وہ بھاگ کر کلکتہ آیا ہوا ہے تو اس کی دعوت مناظرہ دی گئی مگر وہ یہاں سے فرار ہو گیا پھر رنگون کے لوگوں کی درخواست پر حضور صدر الشریعہ مع اپنے رفقاء کے رنگون روانہ ہوئے چند دن وہاں قیام رہا مختلف جلسے ہوئے جس میں آپ کے بیانات ہوتے رہے جس سے لوگوں کو اہل سنت کی حقانیت اور دیوبندیت کی ضلالت کا پختہ یقین ہو گیا۔ اسی قیام کے دوران کا ایک واقعہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنے انٹرویو میں بیان فرمایا ہے کہ ''ایک روز دن میں سیٹھ ابراہیم ویلی نے خود اپنی کوٹھی پر میلاد شریف کیا اور اس میں اپنی تمام سورتی برادری کو مدعو کیا، شرکتِ میلاد کی دعوت دی اور اس کے بعد طعام کی بھی۔ تقریر کے لیے انہوں نے اس جلسے میں مجھ سے خواہش کی اور کہا کہ میری خواہش ہے کہ آج آپ وہابیہ کا ردِّ بلیغ کریں اور میں نے تمام سورتی وہابیوں کو اس لیے مدعو کیا ہے کہ وہ خود اپنے کانوں سے اپنے اکابر وغیرہ کے اقوال وغیرہ سن لیں۔ تقریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ چوں کہ یہ جلسہ میلادِ پاک سے متعلق تھا اور اس میں بانیٔ جلسہ کی یہ خواہش بھی تھی کہ وہابیہ کا ردِّ بلیغ کر دیا جائے۔ لہٰذا اس کے جواز پر اولاً دلائل آیات، احادیث، اور اقوال علماء سے پیش کیے گئے۔ ملاد شریف کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے یہ بتایا گیا کہ اس چیز کو بدعت یا شرک کہنا کسی مومن کا کام نہیں ہو سکتا پھر میلاد شریف میں اہتمام و تداعی اور جوش وخروش سے مجلس کو آراستہ کرنا، پھولوں وغیرہ سے مجلس سجانا، روشنی کرنا اور مجلسِ پاک میں بیان ولادت کے وقت کھڑے ہو کر صلوٰۃ وسلام پڑھنے اور شیرینی وغیرہ تقسیم کرنے پر عقلی اور شرعی ایسے دلائل قائم کیے گئے۔ جس کو ہر عصف مزاج، سمجھ دار نے تسلیم کیا اور کسی کو انکار کی گنجائش نہ رہی۔ (حیات صدر الشریعہ ص ۶۲)

گھوسی کا ایک واقعہ

اسی طرح وسطِ طالب علمی کے زمانے میں گھوسی کے اندر مسئلۂ قیام ملا شریف ایک نزاعی مسئلہ بن گیا تھا اس مسئلہ میں بعض لوگ حد سے بڑھے ہوئے تھے اور میلاد شریف پڑھواتے اور پڑھتے تھے مگر قیام نہیں کرتے تھے۔ ایک مرتبہ میلاد شریف کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ اس مسئلہ پر تقریر کی یہ وہ زمانہ تھا کی نہ دینیات سے اچھی طرح واقفیت تھی اور نہ تقریر کرنے کا طریقہ تھا صرف اتنا معلوم تھا کہ محققین اہلِ سنت کا مسلک یہ ہے۔ اتنا معلوم ہونے کے بعد کچھ عقلی دلائل، کچھ اِدھر ادھر کے رسائل سے دیکھی ہوئی باتیں بیان کر کے مسئلے کو اچھی طرح واضح اور ثابت کر دیا۔ (ایضاً ص ۷۵)

حضور صدر الشریعہ کا بیان موقع و محل کی مناسبت سے

حضرت مولانا سید مظہر ربانی رقم طراز ہیں ''ایک مرتبہ ایک نواب نے اپنے یہاں بڑے پیمانے پر جلسۂ عید میلاد

النبی منعقد کیا جس میں بہت سے نواب و جاگیردار روٗسا شریک ہوئے۔علماء اکرام بھی کافی تعداد میں شامل تھے۔صدر الشریعہ کی تقریر کا پروگرام تھا حسب معمول صدر الشریعہ کے شاگرد بھی ہمراہ تھے۔میں بھی طلباء کی جماعت میں شامل تھا۔سب نے باہمی مشورہ سے قاری محبوب رضا صاحب کو نمائندہ بنا کر حضرت کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ حضور آج 'انما انا بشر مثلکم'' والی تقریر فرمائیں۔ جو بریلی میں اعلیٰ حضرت کے عرس کے موقع پر فرمائی تھی۔حضرت نے درخواست مسترد کردی اور فرمایا کہ بریلی اور یہاں کے ماحول میں فرق ہے۔بریلی کا بچہ بچہ اصل مایہ انزاع سے واقف ہے۔اس کے برعکس یہاں بہت سے لوگ طواغیتِ اربعہ کے ناموں تک سے واقف نہیں۔ ہمارے بیان سے گستاخانِ رسالت کا تعارف ہوگا۔ان کی کفری عبارتیں پیش کرتے وقت ان کی کتابوں کے نام بھی بتائے جائیں گے۔بہت سے نا پختہ کاران کی کتابیں پڑھیں گے تو گمراہ ہوجائیں گے۔(حیات وخدمات ص۲۶۲)

یوں تو صدر الشریعہ قدس سرہ تصلب فی الدین میں اپنا ثانی نہیں رکھتے بارہا فرقِ باطلہ کا رد بلیغ فرمایا لیکن دور اندیشی اور حکمت عملی حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے اندر ایسی زبردست تھی کہ آپ نے ماحول کا اعتبار کیا جہاں جیسا ماحول ہو وہاں اسی کے مطابق گفتگو کی جائے۔

کون سی بات کہاں کیسے کہی جاتی ہے	یہ سلیقہ ہو تو ہر بات سنی جاتی ہے

وسیم بریلوی

اور تبلیغ کا ایک اصول بھی ہے کہ موقع ومحل کی مناسبت سے بات کی جائے ورنہ فتنہ وفساد کا ماحول بھی برپا ہوسکتا ہے اور سادہ لوح عوام گمراہی کے دلدل میں پھنس سکتی ہے۔اگر دیکھا جائے تو حضور صدر الشریعہ اعلیٰ حضرت کے خلیفہ تھے تو ان کے تصلب فی الدین کی پختگی کا اندازہ کون لگا سکتا ہے مگر آپ نے حکمت عملی سے کام لیا اور بہت سے لوگوں کو گمراہیت سے بچالیا۔آج کے واعظین ومبلغین کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہئے۔

المختصر! حضور صدر الشریعہ قدس سرہ العزیز ایک ایسے باکمال خطیب تھے جن کے خطاب کی مقبولیت عوام وخواص میں یکساں طور پر تھی۔جن کے زورِ بیان کی اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز کے ساتھ ساتھ سیکڑوں علماء نے گواہی دی اور اور برملا اعتراف بھی کیا۔جنھوں نے ایسے وعظ کے ذریعے سے امت کی رہنمائی ورہبری فرمائی،لوگوں کے دلوں میں حضور علیہ السلام کی محبت کا چراغ روشن کیا راہِ ہدایت سے بھٹکے ہوئے لوگوں کو صراطِ مستقیم پر گامزن فرمایا،اور اہل سنت و جماعت کی صحیح ترجمانی فرمائی ساتھ ہی دفاع بھی کیا۔اللہ رب العزت ہمیں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے فیضان علمی سے مستفیض ومستنیر فرمائے آمین بجاہ سید المرسلین۔

صدر الشریعہ: تدریس کے شہنشاہ

از: **مولانا شاداب امجدی برکاتی**
جامعہ احسن البرکات، مارہرہ مطہرہ

حضرت صدر الشریعہ، بدر الطریقہ علامہ حکیم محمد امجد علی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرت و مقبولیت فقیہ اعظم ہند کے طور پر ہے، اس شہرت پر ''بہار شریعت و فتاوی امجدیہ و حاشیہ طحاوی'' روشن دلیلیں ہیں۔ مگر اسی کے ساتھ آپ ایک باکمال مدرس بھی تھے بلکہ مملکت تدریس کے شہنشاہ تھے۔

صدر الشریعہ کا تدریسی سفر:

آپ نے امیر المؤمنین فی الحدیث علامہ وصی احمد محدث سورتی کے ''مدرسۃ الحدیث'' (پیلی بھیت) سے فراغت کے بعد ۱۳۲۴ھ سے ۱۳۲۷ھ تک اسی ادارے میں درس دیا۔ ۱۳۲۸ھ میں ''مدرسہ اہل سنت'' پٹنہ میں شیخ الحدیث مقرر ہوئے اور یہاں ایک سال رہے۔ ۱۳۲۹ھ میں ''منظر اسلام'' بریلی شریف شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے۔ ۱۳۴۳ھ ''مدرسہ معینیہ عثمانیہ'' اجمیر شریف میں صدر المدرسین ہوئے، یہاں دس سال قیام فرمایا۔ ۱۳۵۲ھ میں دوبارہ منظر اسلام بریلی شریف شیخ الحدیث مقرر ہوئے۔ ۱۳۵۶ھ میں ''مدروسہ حفیظیہ سعیدیہ'' دادوں ضلع علی گڑھ، صدر المدرسین مقرر ہوئے۔ ۱۳۶۳ھ میں ''مدرسہ مظہر العلوم'' بنارس میں صدر المدرسین ہوئے۔ ۱۳۶۴ھ میں ''مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی'' میں شیخ الحدیث ہوئے۔ (ماخوذ از حیات و خدمات صدر الشریعہ، ص ۱۵)

بات تدریس کی آتی ہے تو عام ذہن میں سب سے پہلے سوال یہ ہوتا ہے کہ:

تدریس کیا ہے؟

حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ''آج تدریس کو یار لوگوں نے بہت آسان بنا لیا ہے، علمی کاموں میں سب سے آسان تدریس کو سمجھا جانے لگا ہے، عالم یہ ہے کہ مدارس میں ایسے ایسے لوگ مدرس ہیں کہ حیرت ہوتی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ تدریس ایک بہت اہم اور مشکل کام ہے۔ خود کتاب کے مضامین کو کما حقہ سمجھنا اور پھر طالب علم کو اس طرح سمجھا دینا کہ وہ واقعی سمجھ لے اتنا مشکل ہے کہ اس کی تعبیر کے لیے الفاظ نہیں۔ پھر اگر طالب علم ذہین ہے تو اس کے شبہات کو اس طرح دور کرنا کہ وہ مطمئن ہو جائے، صرف خدا داد استعداد ہی سے ہوسکتا ہے۔ طالب علم جو شبہ وارد کر رہا ہے، اس کی بنیاد کیا ہے، وہ ابھی قادر الکلام نہیں اپنی بات کما حقہ کہہ نہیں پاتا ہے۔ ایک ماہر استاذ کا کام ہے کہ وہ طالب علم کے غیر مرتبط جملوں سے یہ اخذ کر لے کہ اس کو کھٹک کیا ہے؟ اور یہ کہنا کیا چاہ رہا ہے؟ جس مدرس میں یہ کمال نہ ہو وہ حقیقت میں مدرس نہیں''۔

تدریس اور مدرسین کی اتنی تفصیل ذکر کرنے بعد اسی تناظر میں حضرت صدر الشریعہ کی تدریسی خصوصیت بیان کرتے ہیں کہ:

''حضرت صدر الشریعہ اس خصوص میں ایسے ماہر تھے کہ طالب علم کے سامنے، مشکل سے مشکل مسئلے کی تقریر مختصر الفاظ میں اس طرح کر دیتے کہ طلبہ کے ذہن میں اچھی طرح اتر جاتا اور طلبہ کے شبہات کو ان کے چند الفاظ سے کما حقہ مالہ و ماعلیہ کے ساتھ سمجھ لیتے اور نپے تلے جملوں میں ایسا جواب ارشاد فرماتے، جسے سن کر طالب علم باغ باغ ہو جاتا''۔ (ماہنامہ اشرفیہ کا صدر الشریعہ نمبر، ص:۴۱)

چنانچہ مفتی محبوب رضا خان بریلوی اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ:

''بخاری شریف کی ایک حدیث جس میں حضور نبی کریم ﷺ نے قرطاس طلب فرمایا تھا اور حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے بایں خیال کہ بخار کی شدت میں حضور ﷺ کو تکلیف دینا مناسب نہیں ہے، قرطاس لانے کی مخالفت کی تھی۔ شروح حدیث میں بہت قیل وقال کی گئی ہے، چنانچہ میں نے فتح الباری اور حافظ مبین الدین صاحب نے عینی شرح بخاری کا خوب مطالعہ کیا اور صلاح کی کہ اس پر خوب اعتراض کریں گے تاکہ حضرت یہ جان کر کہ میرے تلامذہ خوب مطالعہ کر کے آئے ہیں، خوش ہوں اور دوسرے ساتھیوں کے مقابلے میں ہم زیادہ مطالعہ کرنے والے اور ذہین ثابت ہوں مگر ہوا یہ کہ میں قرأت کر رہا تھا، جب مذکورہ حدیث میں میں نے لفظ ''اَہْجُرَ'' پڑھا تو حضرت نے فرمایا ''اَہَجَرَ'' یعنی میں نے ہ کو ساکن پڑھا تھا اور حضرت نے ہ کو مفتوح پڑھنے کو فرمایا، جس کے بعد اعتراضات خود بخود ختم ہو گئے اور فرمایا کہ ہ کو مفتوح پڑھنا ہی صحیح ہے۔ مختصر یہ کہ پیچیدہ مقامات پر ایسی سلجھی ہوئی اور دل نشیں تقریر فرماتے کہ طالب علم کو کم سے کم اعتراض کا موقع ملتا۔ اکثر خود اعتراضات کی تقریر فرما کر جوابات ارشاد فرماتے''۔ (صدر الشریعہ نمبر، ص:۲۱/۳۰)

طریقہ تدریس:

امام النحو، شارح بخاری علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ: طریقہ تدریس دو ہیں، (۱) بعض اساتذہ تفہیم کتاب بصورت سوال وجواب فرماتے (۲) اور بعض کتاب کی تقریر ایسے انداز میں فرماتے کہ جس پر اعتراض وارد ہی نہ ہونے پائیں۔ آپ بوقت تدریس عموماً طریقہ دوم اختیار فرماتے تھے۔ اور گاہے گاہے طریقہ اول جب کہ مقام دقیق مضامین پر مشتمل ہوتا۔ (مرجع سابق، ص:۲۲)

حضرت سید ظہیر احمد زیدی علیہ الرحمہ حضرت صدر الشریعہ کے طریقہ تعلیم کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''بوقت درس کوئی کتاب حضرت کے سامنے نہ ہوتی تھی۔ بجز کتب تفسیر واحادیث کے کہ ادباً اور احتساباً وہ سامنے رہتی تھیں، حضرت علیہ الرحمہ فرماتے تھے: ''وہ ایک لائق استاذ نہیں جو تعلیم دینے میں کتاب سامنے

رکھنے کا محتاج ہو''۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرت کی یہ بات اپنی جگہ قطعاً صحیح تھی کیوں کہ جب استاذ عمیق مطالعہ اور مضمون کے مالہ و ماعلیہ پر وسیع غور و فکر کے بعد پڑھائے گا تو مضمون خود بخود ذہن میں محفوظ ہو جائے گا اور جب یہ عمل بار بار ہوگا تو تھوڑی مدت ہی میں معلم، کتاب پر حاوی ہو جائے گا اور پھر کتاب سامنے رکھنے اور دیکھ کر پڑھانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس معلم کو کتاب دیکھنے کی ضرورت پیش آتی ہے جس نے مطالعہ نہ کیا ہو یا وہ مضمون پر حاوی نہ ہو''۔ (مرجع سابق۔ص:۸۴)

حضرت آسی پیا علیہ الرحمہ کے مندرجہ ذیل بیان سے بھی اس کی خوب تصدیق ہو رہی ہے، آپ فرماتے ہیں:

''میں اپنے فارغ اوقات میں حضرت کے در دولت پہ حاضر ہوتا اور کچھ نہ کچھ پڑھتے رہتا تھا۔ حضرت صدر الشریعہ جب پڑھاتے تو محسوس ہوتا کہ ایک ایک کتاب کے کئی کئی حاشیے ازبر ہیں، خصوصاً حاشیہ قاضی مبارک، مصنفہ: مجاہد آزادی امام المنطق والفلسفہ علامہ فضل حق خیر آبادی''۔ اور دیگر کئی حواشی کا ذکر کیا جو سامع (مولانا عابد حسین مصباحی) کے ذہن میں محفوظ نہ رہا۔ (مرجع سابق،ص:۱۸۵)

حضرت سید ظہیر احمد زیدی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

''حضرت کا طریقہ تعلیم یہ تھا کہ اول کوئی ایک طالب علم عبارت خوانی کرتا اور جتنا سبق پڑھنا ہوتا؛ دو صفحے، تین صفحے ایک ساتھ عبارت پڑھ لی جاتی پھر حضرت تشریح مطالب فرماتے، طلبہ کو عام اجازت تھی کہ وہ سوالات کریں۔ جوابات وافی و کافی ملتے، طلبہ کو ہر گونہ اطمیان ہو جاتا۔ لیکن عبارت خوانی ہی حضرت کے درس میں ''کارے دراز'' والا معاملہ تھا کیوں کہ عبارت کی غلطی کو حضرت نہ کبھی نظر انداز فرماتے، نہ اس معاملے میں عفو و درگذر سے کام لیتے، گرفت سخت ہوتی تھی، صرف و نحو کے بیشتر قاعدے، سوالات کی زد میں آجاتے، نہ صرف غلط خواں، لرزہ براندام ہوتا، باقیوں کی حالت بھی ناگفتہ بہ ہو جاتی تھی۔ اظہار ناراضگی بھی اس انداز میں ہوتا کہ ایک چلو خون خشک ہو جانے میں کوئی مبالغہ نہیں۔ حالاں کہ عبارت خوانی کے لیے ہر طالب علم کا سلسلہ وار ایک دن مقرر تھا لیکن اکثر طلبہ خوف سے اپنا نمبر چھوڑ دیتے تھے اور مولانا محمد خلیل خان اکثر کی ڈھال تھے''۔ (مرجع سابق،ص:۸۴)

آپ مذکورہ بیان کے تناظر میں دیکھیں تو اب کے زمانے میں نہ ہی کسی کے یہاں اایسا طریقہ تدریس ہے اور نہ ہی طلبہ سے عبارت خوانی پہ اتنی شدت، بلکہ اگر اس زمانے میں کوئی مدرس منطق و فلسفہ بغیر کتاب کے پڑھائے تو طلبہ اسے کرامت کے طور پر بیان کرنا شروع کر دیں۔ حالاں کہ صدر الشریعہ کے یہاں استاذ کی تعریف ہی یہ ہے کہ بغیر کتاب سامنے رکھے ہوئے پڑھانے کی صلاحیت اس کے اندر ہو۔

کافیہ ابن حاجب کو پڑھانے کا امجدی طریقہ:

شہزادہ صدر الشریعہ علامہ عبد المصطفیٰ ازہری بیان کرتے ہیں کہ:

''علامہ ابن حاجب کی کتاب کافیہ جب پڑھنے کا وقت آیا، تو ہم لوگوں کی کافیہ ایک مولوی صاحب کو پڑھانے کے لیے دی گئی، انہوں نے ''رب یسر ولاتعسر'' کے بعد ''الکلمۃ لفظ وضع لمعنی مفرد'' کی تشریح شروع کی۔ مولوی صاحب نے اس جملے پر اتنی تیز اور زبردست روشنی ڈالی کہ ہم لوگوں کی نگاہیں خیرہ ہوکر رہ گئیں اور ہمارے ساتوں طبق روشن ہوگئے، کبھی کہتے ''الکلمۃ'' میں الف، لام کیسا ہے؟ کبھی پوچھتے ''الکلمۃ'' میں ۃ کیسی ہے؟ کبھی سوال ہوتا کلمہ کس سے مشتق ہے۔ غرض وہ خود ہی اعتراض کرتے اور خود ہی جواب دیتے جاتے اور ہم لوگ ہونق کی طرح منہ کھولے مولانا صاحب کے رخ زیبا کی زیارت کرتے رہتے، ہمارے دل میں خیال آتا: یا اللہ! یہ مولانا صاحب کو کیا ہوگیا ہے، خدا نہ کرے کہیں کچھ آسیبی اثر تو نہیں، یا ذہنی توازن تو نہیں بگڑ گیا؟ خدا خدا کر کے گھنٹی ختم ہوئی تو فرمایا کہ باقی تشریح کل کروں گا، غرض تین دن تک لگاتار ''لفظ وضع لمعنی مفرد'' کا بخیہ ادھیڑتے رہے اور ہم لوگ نزع کی حالت میں دم توڑتے رہے۔ اس کے بعد میں نے اباجی (صدر الشریعہ) سے عرض کیا کہ کافیہ سمجھ میں نہیں آتی، نہ جانے مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں، کچھ سمجھ میں نہیں آتا، انہوں نے فرمایا: اچھا! کافیہ میں پڑھا دوں گا۔ پھر انہوں نے ایسے آسان انداز میں کافیہ پڑھائی کہ ساری کتاب سمجھ میں آگئی۔ حضرت (صدر الشریعہ) نے فرمایا کہ مولانا جو تمہیں پڑھا رہے تھے وہ سب، شرح جامی میں پڑھ لوگے، یہاں اس کے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

ع: دیتے ہیں بادہ، ظرفِ قدح خوار دیکھ کر

(حیات وخدمات، ص:۲۶۹)

موجودہ زمانے میں بھی بہت سے مدرسین کا طریقہ یہ ہے کہ کافیہ میں وہ تمام باتیں پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں جو طلبہ شرح جامی میں پڑھیں گے ہی۔ اس تطویل کی وجہ سے طلبہ گھبراہٹ کا شکار ہونے کے ساتھ ساتھ کافیہ کو ایک مغلق کتاب سمجھ کر توجہ کم کر دیتے ہیں، میرا خود کا تجربہ بھی رہا کہ اپنے تدریس کے پہلے سال وہی اعتراض وجواب والا طریق رکھا، اسی دوران حضرت صدر الشریعہ کا مذکورہ واقعہ پڑھا پھر یہ امجدی بھی طریق امجدی کا متبع ہوگیا جس کا واضح فرق بھی نظر آیا۔

تدریسی خصوصیات:

امام النحو، علامہ سید غلام جیلانی میرٹھی علیہ الرحمہ، صدر الشریعہ کی تین تدریسی خصوصیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

(۱) اول یہ کہ درسی کتابوں کے علاوہ ان کے مطبوعہ حواشی بھی پڑھاتے چنانچہ فقیر کو میر زاہد، امور عامہ کے ساتھ اس کا حاشیہ ''مولانا عبد الحق خیر آبادی'' بھی سبقاً سبقاً پڑھایا، ایسے ہی وقت مدرسہ کے بعد ''قاضی مبارک'' کا حاشیہ مولانا فضل حق خیر آبادی بھی فقیر کو پڑھایا۔ (۲) دوم یہ کہ متقدمین کے غیر مطبوعہ حواشی جو

صرف بعض کتب خانوں میں قلمی موجود ہیں اور آج تک طبع نہ ہوسکے وہ بھی پڑھاتے تھے چنانچہ فقیر نے'' شرح تجرید'' پر محقق دوانی قدس سرہ النورانی کے حواشی قدیمہ وجدیدہ بھی آپ کے قلمی نسخوں سے نقل کرکے پڑھا۔(۳) سوم یہ کہ درس کا ناغہ کسی حالت میں گوارا نہ تھا، حتیٰ کہ بحالت بخار شدید بھی تشریف لے آتے۔
(صدرالشریعہ نمبر، ص:۲۲)

مفتی خلیل خان مارہروی لکھتے ہیں:

''پہلی کتاب جس کے ذریعہ حضرت والا کے قدموں تک رسائی ہوئی وہ ''ملا حسن'' تھی، دوسرے تیسرے روز ہی جب مباحث کا آغاز ہوا اور حضرت والا نے مضمون کتاب کی تقریر فرمائی تو بلا مبالغہ یہ معلوم ہوتا تھا کہ ٹھنڈے ٹھنڈے، میٹھے میٹھے مشروب کے گھونٹ نیچے اتر رہے ہیں اور پھر عقیدت میں آنکھیں جھکیں، دل جھکا اور جھکتا ہی چلا گیا''۔(مرجع سابق:۲۳)

شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے الفاظ بھی اسی سے ملتے جلتے ہیں، آپ فرماتے ہیں:

''حضرت صدرالشریعہ کی تدریس کی یہی خصوصیت ہے کہ وہ طلبہ کے ذہن میں مضامین کو نقش کالحجر فرمادیتے تھے، صرف پڑھاتے ہی نہیں تھے، یہ کہنا مبالغہ نہ ہوگا کہ گھول کر پلاتے تھے''(ایضاً ص:۴۳)

حضور حافظ ملت فرماتے ہیں:

''عبدالغفور'' بہت مشکل کتاب ہے، اکثر ایسا ہوا ہے کہ جہاں مجھے کچھ شبہ ہوجاتا، حضرت صدرالشریعہ کی خدمت میں پیش کرتا، حضرت ایسی واضح تقریر فرماتے کہ شبہ رفع ہوکر پورا اطمینان ہوجاتا۔ایسا معلوم ہوتا کہ حضرت پہلے سے اس کی تفہیم کے لیے تیار تھے، یہ آپ کے تبحر علمی کی دلیل ہے۔(ایضاً ص:۱۲)

آپ کی تدریس کی ایک اہم خصوصیت یہ بھی تھی کہ آپ طلبہ سے ترجمہ سنتے وقت ایک ایک لفظ پر غور فرماتے، اسم کا ترجمہ اسم سے ہونا چاہیے، حرف کا حرف سے، یہی وجہ ہے کہ ترجمہ کرنے میں بعض الفاظ سے آپ کو چڑھ تھی، مثلاً'' فی '' کا ترجمہ اگر کسی نے لفظِ''بیچ''اور''اندر'' سے کردیا تو فرماتے کہ'' اندر '' اسم ہے اور'' فی '' حرف ہے۔ترجمہ کرنے میں یہ بھی خاص خیال فرماتے کہ اردو زبان وادب کا حسن زائل نہ ہونے پائے۔(ایضاً ص:۱۱۲)

جید علماء کی موجودگی میں نو فارغ مدرس کی شاندار اور کامیاب تدریس:

علامہ عبدالمصطفیٰ اعظمی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''مدرسہ اہل سنت پٹنہ ایک ایسی ممتاز درسگاہ تھی جہاں پہلے مولانا عبدالعزیز صاحب منطقی امیٹھوی جو حضرت علامہ خیرآبادی کے شاگرد رشید تھے، مدرس اول رہ چکے تھے۔اس کے بعد خود حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ یہاں برسوں شیخ الحدیث کے فرائض انجام دے چکے تھے۔اتنی بڑی جگہ جہاں ایسی ایسی مقتدر ہستیاں اپنے علم وفضل کا جوہر دکھا چکی ہوں، ایک بالکل نئے فارغ التحصیل شخص کا تقرر کتنا اہم کام تھا۔(حضرت محدث

سورتی کا حکم تھا اس لیے آپ پٹنہ پہنچ گئے) پہلی بار جب (حضرت صدر الشریعہ) درسگاہ میں تشریف لے گئے تو قاضی صاحب مرحوم جو خود بھی ایک متبحر عالم تھے، علما و سامعین کے ایک جم غفیر کے ساتھ تعلیم گاہ میں امتحاناً آن موجود ہوئے اور سب سے پہلی کتاب جو درس کے لیے پیش کی گئی ''ہدایہ جلد ثالث'' تھی، طلبہ بھی نہایت ذکی فہم اور ٹھوس استعداد کے مالک تھے، ظاہر ہے کہ نئی جگہ، مغلق کتاب، پھر متبحر علما و سامعین کی موجودگی اور وہ بھی اس شخص کے لیے جو آج پہلے دن ذمہ دارانہ حیثیت سے مسند تدریس پر بیٹھا ہو، کس قدر پریشان کن مقام تھا، لیکن حضرت محدث سورتی علیہ الرحمہ کا انتخاب کوئی معنی رکھتا تھا، اور حقیقت تو یہ تھی کہ قدرت نے حضرت صدر الشریعہ کو اسی منصب کے لیے پیدا ہی فرمایا تھا جس پر وہ آج بیٹھ گئے تھے۔ پہلے ہی سبق میں تفہیم مطالب و کشف مغلقات سے حقائق و معارف کے ایسے دریا بہا دیے کہ تشنگان علوم سیراب ہو گئے اور علماء و سامعین دنگ رہ گئے چنانچہ قاضی صاحب مرحوم نے آپ کی علمی وجاہت و انتظامی صلاحیت پر اعتماد و اطمینان فرما کر مدرسہ کے تعلیمی امور کے سیاہ و سفید کا آپ کو مالک بنا دیا''۔ (ایضاً، ص:۴۷)

افغانی و بخاری طلبہ کو فارسی زبان میں پڑھانا:

حضور حافظ ملت کا بیان ہے کہ

:''ایک افغانی سن رسیدہ طالب علم جو دوسرے مدارس میں کئی بار درس نظامی کی تکمیل کر چکا تھا، (یعنی اچھے خاصے عالم تھے) حضرت کی شہرت سن کر اجمیر شریف آپ کی خدمت میں حاضر ہوا، درس بخاری شریف وغیرہ آپ سے پڑھتا تھا۔ اس نے ''تتمہ خانقاہی'' پڑھنے کی درخواست کی، حضرت نے اس کی درخواست منظور فرمالی۔ ''تتمہ خانقاہی'' اصول فقہ میں بہت مشکل کتاب ہے، ہندوستان میں رائج نہیں، اس لیے نہ کتب خانے میں تھی، نہ حضرت کے پاس تھی، صرف ایک ہی کتاب اس افغانی طالب علم کے پاس تھی، خارج وقت میں پڑھاتے تھے اور فارسی میں تقریر فرماتے تھے کیوں کہ یہ (افغانی) اردو کم سمجھتا تھا۔ (ایضاً، ص:۱۲)

ملک روس کے مشہور و معروف شہر ''بخارا'' جو علم و فن کا مرکز اور علما کی کان مانا گیا ہے، وہاں کے ایک عالم حضرت صدر الشریعہ کی خدمت میں بغرض اکتساب فیض حاضر ہوئے اور پہلا سوال کیا کہ: ''حضور میں شرح مطالع پڑھنا چاہتا ہوں اور اپنی زبان میں پڑھنا چاہتا ہوں اور اپنی زبان میں پڑھتا ہوں، حضرت صدر الشریعہ جو علوم معارف کے ناپیدا کنار سمندر تھے فوراً تیار ہو جاتے ہیں اور اس بخاری عالم کو تعلیم دینے لگتے ہیں۔ (ایضاً، ص:۱۳۶)

دوسرے مدرس سے متأثر طلبہ آپ کے گرویدہ ہوگئے:

مفتی شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

''حضرت صدر الشریعہ جب اجمیر مقدس ۱۳۴۳ھ میں مدرسہ عثمانیہ معینیہ میں صدر المدرسین ہو کر گئے تو وہاں مولانا معین الدین ٹونکی کا سکہ جما ہوا تھا، یہ بہت ہی ذہین و فطین، منطق و فلسفہ کے ماہر، حضرت علامہ عبد الحق

خیرآبادی کے تلمیذ تھے، صدر الشریعہ کے جانے سے پہلے حضرت مجاہد ملت مولانا حبیب الرحمٰن قدس سرہ وہاں پڑھتے تھے اور مولانا معین الدین کے بڑے گرویدہ تھے، ابتداء انہیں حضرت صدر الشریعہ سے کوئی لگاؤ نہ تھا، لیکن جب اسباق شروع ہوئے اور حضرت صدر الشریعہ کا رنگ انہوں نے دیکھا اور اس کی چاشنی چکھی تو پھر انہیں کے ہو کر رہ گئے۔ واضح رہے کہ مجاہد ملت ذہین نہیں ذہانت تھے، فطین نہیں فطانت تھے، ذکی نہیں ذکاوت تھے، ان کا پرانے اساتذہ سے رشتہ توڑ کر حضرت صدر الشریعہ کی بارگاہ میں سرنیاز جھکانا اس کی دلیل ہے کہ حضرت صدر الشریعہ اپنے وقت کے استاذ الاساتذہ تھے اور تدریس کے شہنشاہ''۔ (ایضاً ص:۴۲)

مفتی خلیل خاں مارہروی لکھتے ہیں کہ:

''مولوی محمد زاہد صاحب کا رجحان قلب حضرت (صدر الشریعہ) کے ہم عصر ایک اور صاحب کی جانب کچھ زیادہ بلکہ حد سے متجاوز تھا۔ ان کی جلالین حضرت صدر الشریعہ کے پاس رکھی گئی، سبق جب ''الم ذلک الکتاب لاریب فیہ'' پر پہنچا اور حضرت والا نے ''اللہ اعلم بمرادہ بذلک'' کا ترجمہ: ''اللہ اپنی مراد اس سے خوب جانتا ہے'' کیا تو کراہت اور قلبی انقباض، محبت اور وسعت و فراخی سے بدل گیا، ہفتوں اس ترجمے کو دہراتے اور مزے لوٹتے رہے''۔ (ایضاً ص:۲۳)

علمائے عصر کے تأثرات:

نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی فرماتے ہیں:

''میرا جو ذاتی تجربہ ہے وہ یہ ہے کہ جس کو مدرس کہتے ہیں وہ ہندوستان میں چار پانچ سے زائد نہیں، ان چار پانچ میں مولوی امجد علی صاحب ہیں۔ ان کے ہاتھ طلبہ کا فاضل ہونا اور اسناد پانا صاف بتلا رہا ہے کہ ان میں ضرور استعداد ہے، نام کے مولوی نہیں۔'' (حیات و خدمات، ص:۲۷۴ بحوالہ روداد مدرسہ حفیظیہ سعیدیہ دادوں، بابت ۱۹۵۷ء ۵۸ء)

بریلی شریف میں قیام کے دوران حضرت صدر الشریعہ منظر اسلام میں درس دے رہے تھے اور دروازے کی اوٹ سے حضرت حجۃ الاسلام (علامہ حامد رضا خاں بریلوی) سماعت کر رہے تھے، فرماتے ہیں: '' مولانا امجد علی صاحب (طلبہ کے سوالات کے) جوابات دے رہے تھے تو معلوم ہو رہا تھا کہ ایک بحر ذخار ہے جو موجیں مار رہا ہے'' (ایضاً)

مدرسہ حفیظیہ سعیدیہ دادوں کے نائب مدرس مولانا عبدالستار خاں شیروانی فرماتے ہیں:

'' مولانا امجد علی اعظمی، سات سال سے صدر مدرس تھے، بریلی، اجمیر اور دوسرے مدرسوں کے صدر مدرس رہ چکے تھے، کہنہ مشقی کی بنا پر درسیات میں پوری مہارت رکھتے ہیں'' (صدر الشریعہ نمبر، ص:۱۹۹ بحوالہ باغی ہندوستان، ص:۲۳۷)

علامہ سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ ایک خط میں لکھتے ہیں:

''میری نیاز مندانہ گزارش ہے کہ آں جناب درس کے سلسلے کو جاری رکھیں۔ اس وقت سنی حنفی کوئی مدرس ایسا نہیں ہے جو معقولی و منقولی صحیح استعداد سے پڑھا سکتا ہو۔ میرے علم میں مولانا محدث سورتی رحمۃ اللہ اور استاذ علیہ الرحمہ (حضرت مولانا ہدایت اللہ خاں صاحب رام پوری) کے صرف آپ ہی یادگار ہیں'' (حیات وخدمات، ص:۱۰۲)

مضمون طویل ہوتا جا رہا ہے حالاں کہ طوالت ہی کے خوف سے اپنا تبصرہ و تجزیہ کنارے رکھا اور علمائے ربانیین کے اقوال وارشادات پر اکتفا کیا مگر پھر بھی کچھ نہ کچھ طویل ہو ہی گیا۔ ابھی اس ضمن میں اور بھی بہت کچھ ہے مگر حضرت شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کے اس اقتباس سے برکت حاصل کرتے ہوئے بات ختم کرتا ہوں؛

آپ فرماتے ہیں:

دوران درس منتخب روزگار تلامذہ کیا کیا سوالات کرتے تھے، صدر الشریعہ اس کے کیا کیا جوابات دیتے تھے، وہ آج کہاں معلوم ہو سکتے ہیں۔ لیکن حافظ ملت، محدث اعظم پاکستان، مجاہد ملت، صدر العلماء، حضرت شیر بیشہ اہل سنت سے اس وقت بہت سے افراد کما حقہ واقف ہیں، ان کے فیض یافتہ ہیں ان کے تبحر علمی کا سکہ پوری دنیا پر بیٹھا ہوا ہے۔ ان لوگوں نے جس بحر ذخار سے اپنی تشنگی بجھائی ہے بلکہ اپنے کو سیراب کیا ہے وہ کتنا ناپیدا کنار تھا اس کا اندازہ اس سے کیجیے کہ یہ سب حضرات خود بحر ناپیدا کنار تھے، جو سرچشمہ ان سب کا منبع تھا اس کی گہرائیوں کو کون ناپ سکے۔ (صدر الشریعہ نمبر، ص:۴۲)

نگاہ یار تھی، جام شراب تھا، کیا تھا؟	تمام میکدہ سیراب کر دیا جس نے

حضور صدر الشریعہ قدس سرہ ایک نظر میں

از: **مولانا خالد مصطفی امجدی رضوی**
کریم الدین پور گھوسی

اسم گرامی: محمد امجد علی اعظمی بن حکیم جمال الدین بن مولانا خدا بخش بن مولانا خیر الدین

عرفی نام: صدر صاحب، صدر الشریعہ

لقب: فقیہ اعظم ہند، صدر الشریعہ، حکیم ابوالعلا

ولادت: ۱۲۹۶ھ/۱۸۷۸ء بمقام گھوسی۔

تعلیم: بالکل ابتدائی تعلیم اپنے دادا مولانا خدا بخش صاحب سے، اوران کے انتقال کے بعد مولوی الٰہی بخش صاحب سے حاصل کی۔(۱)

اور مولانا محمد صدیق صاحب گھوسوی سے عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم حاصل کی۔(حیات و خدمات، ص۱۳) اس کے علاوہ مدرسہ ناصر العلوم قصبہ خاص گھوسی، مدرسہ حنفیہ، جون پور۔ مدرسۃ الحدیث، پیلی بھیت۔ آ کر الذکر مدرسے سے ۱۳۲۴ھ میں دستار فضیلت سے نوازے گئے۔ (۲)(تذکرہ صدر الشریعہ، ص۲۴/۲۵)

بیعت و خلافت: بریلی شریف قیام کے زمانہ میں آپ نے اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت حضرت مولانا شاہ محمد احمد رضا خاں قادری علیہ الرحمۃ والرضوان سے بیعت وارادت اور اجازت وخلافت کا شرف حاصل کیا تھا۔ (۳) (حیات وخدمات، ص۵۹)

اساتذہ ومشائخ: (۱) اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی۔(۲) امیر المؤمنین فی الحدیث حضرت مولانا شاہ وصی احمد محدث سورتی۔(۳) استاذ الاساتذہ حضرت علامہ ہدایت اللہ خاں رامپوری۔(۴) آپ کے والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین اعظمی۔(۵) مولانا مولانا صدیق صاحب گھوسوی۔(٦) مولانا الٰہی بخش اعظمی (۷) جد امجد، مولانا خدا بخش اعظمی۔(٦) حکیم عبد الولی صاحب لکھنؤ۔ رحمۃ اللہ علیہم (۴) (حیات وخدمات، ص۳۸۸، تذکرہ صدر الشریعہ، ص:۲۳))

علم طب: لکھنؤ میں مولوی عبد الحی صاحب فرنگی محلی سے علوم وفنون کی تکمیل کے بعد، حکیم عبد الولی جھوائی ٹولہ لکھنؤ سے مکمل طور پر اس علم کو حاصل کیا۔

تدریس: مولانا وصی احمد محدث سورتی کے مدرسۃ الحدیث سے فراغت کے بعد ۱۳۲۴ھ سے ۱۳۲۷ھ تک اسی میں درس دیا۔ ۱۳۲۸ھ میں مدرسہ اہل سنت پٹنہ میں شیخ الحدیث ہوئے، یہاں ایک سال رہے۔ ۱۳۲۹ھ میں منظر اسلام

بریلی شریف شیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے ۱۳۴۲ھ میں مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف میں صدر المدرسین مقرر ہوئے۔ یہاں دس سال قیام فرمایا، ۱۳۵۲ھ میں دوبارہ منظر اسلام بریلی شریف شیخ الحدیث کی حیثیت سے آئے ۱۳۵۶ھ میں مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ بہ ہزار اصرار بلائے گئے اور صدر المدرسین مقرر ہوئے۔ ۱۳۶۳ھ میں مدرسہ مظہر العلوم بنارس میں صدر المدرسین ہوئے۔ ۱۳۶۴ھ میں مدرسہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی میں شیخ الحدیث ہوئے۔(۵)

تلامذہ: (۱) حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ۔ (۲) حضرت محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ۔ (۳) حضرت شیر بیشۂ اہل سنت علامہ حشمت علی خان علیہ الرحمہ۔ (۴) حضرت مجاہد ملت علیہ الرحمہ۔ (۵) حضرت سید العلماء مولانا آل مصطفیٰ مارہروی علیہ الرحمہ۔ (۶) حضرت مفتی خلیل احمد صاحب برکاتی علیہ الرحمہ۔ (۷) حضرت شمش العلماء قاضی شمش الدین صاحب جون پوری علیہ الرحمہ۔ (۸) حضرت مولانا رفاقت حسین صاحب علیہ الرحمہ۔ (۹) حضرت مولانا عبد المصطفیٰ صاحب ازہری علیہ الرحمہ۔ (۱۰) حضرت مولانا سید غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ۔ (۱۱) حضرت مولانا غلام یزدانی صاحب علیہ الرحمہ۔ (۱۲) حضرت شیخ العلماء مولانا غلام جیلانی صاحب علیہ الرحمہ۔ (۱۳) حضرت مولانا عبد المصطفیٰ صاحب اعظمی علیہ الرحمہ۔ (۱۴) حضرت مولانا مبین الدین صاحب امروہوی علیہ الرحمہ۔ (۱۵) حضرت مولانا مفتی وقار الدین صاحب علیہ الرحمہ۔ (۱۶) حضرت مولانا سلیمان صاحب بھاگلپوری علیہ الرحمہ۔ (۱۷) حضرت مولانا محمد محسن فقیہ شافعی۔ (۱۸) حضرت مولانا مفتی تقدس علی خان علیہ الرحمہ۔(۶)

کارنامے: (۱) بہار شریعت (۱۷ حصے) (۲) چار ضخیم جلدوں میں فتاویٰ امجدیہ (۳) زبان عربی میں حاشیہ شرح معانی الآثار (طحاوی شریف) (۴) التحقیق الکامل فی حکم قنوت النوازل (۵) قامع الواہیات من جامع الجزئیات۔ (۶) اتمام حجت تامہ (ہندو مسلم اتحاد کے حامی ابوالکلام آزاد سے کیے گئے سوالات) (۷) بغیر تصویر کا ابتدائی اسلامی قاعدہ (۸) ترجمہ کنز الایمان کا املا۔ (۹) تلامذہ کا عظیم سلسلہ (۱۰) مطبع اہل سنت کی مکمل ذمہ داری (۱۱) اولا د امجاد کا عالم ہونا (۱۲) بیس فنون پر مشتمل دار المطالعہ۔(۷)

نامور خلفاء و مریدین: (۱) حضرت حافظ ملت علیہ الرحمہ۔ (۲) حضرت علامہ سردار احمد محدث اعظم پاکستان علیہ الرحمہ۔ (۳) حضرت مولانا غلام یزدانی علیہ الرحمہ۔ (۴) حضرت علامہ عبد المصطفیٰ ازہری علیہ الرحمہ۔ (۵) شیخ العلماء حضرت مولانا غلام جیلانی علیہ الرحمہ۔ (۶) حضرت علامہ شاہ عبد الحق صاحب علیہ الرحمہ۔ (۷) حضرت علامہ عبد الرؤف صاحب علیہ الرحمہ۔ (۸) حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امجدی علیہ الرحمہ۔ (۹) حضرت علامہ قاری مصلح الدین صاحب علیہ الرحمہ۔ (۱۰) حضرت شارح بخاری مفتی شریف الحق صاحب قبلہا مجدی علیہ الرحمہ۔ (۱۱) حضرت علامہ ارشد القادری صاحب قبلہ۔ (۱۲) حضرت فقیہ ملت مفتی جلال الدین صاحب قبلہ۔ (۱۳) حضرت مولانا قاری محمد یحییٰ صاحب علیہ الرحمہ۔ (۱۴) حضرت مفتی ظفر علی نعمانی صاحب قبلہ۔ (۱۵) حضرت علامہ مولانا عبد

الشکور صاحب اعظمی (۱۶) حضرت علامہ مولانا غلام ربانی صاحب فائق الامجدی ۔(۸)

وفات: ۲/ذیقعدہ ۱۳۶۷ھ/۶/ستمبر ۱۹۴۸ء (حیات وخدمات، ص ۴۵) بروز دوشنبہ، دن گزار کر، شب میں ۱۲/بجکر ۲۶/منٹ پر۔(۹)

نماز جنازہ: ممبئی میں جمعیۃ علماء اہل سنت کے سربراہ حضرت مولانا حکیم فضل رحیم صاحب نے امامت فرمائی ۔(۱۰)۔ اور گھوسی میں حضور حافظ ملت نے امامت فرمائی (۱۱)

حوالہ جات :

(۱): حیات صدر الشریعہ، ص:۲۰

(۲): تذکرہ صدر الشریعہ، ص:۲۴/۲۵

(۳): حیات وخدمات، ص:۵۹

(۴): حیات وخدمات، ص:۳۸۸، تذکرہ صدر الشریعہ، ص:۲۳

(۵): حیات صدر الشریعہ، ص:۲۶

(۶): حیات وخدمات، ص:۴۰۰

(۷): حیات وخدمات، ص:۲۰۹

(۸): حیات وخدمات، ص:۴۵۲

(۹): حیات وخدمات، ص:۶۱

(۱۰): حیات وخدمات، ص:۸۱

(۱۱) براویت محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری صاحب

اساتذہ کی آنکھوں کا تارہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ، الحمد للہ نحمدہ و نستعینہ و نستغفرہ و نومن بہ و نتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا ، من یھدہ اللہ فلا مضل لہ و من یضللہ فلا ھادی لہ و نشھد ان لا الہ الا اللہ و نشھد ان سیدنا و مولانا محمدا عبدہ و رسولہ بالھدیٰ و دین الحق ارسلہ.

اما بعد!

فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

"اِنَّ الْمُتَّقِیْنَ فِیْ جَنّٰتٍ وَّ عُیُوْنٍ" (سُوْرَۃُ الْحِجر آیت ۴۵)

"بے شک ڈر والے باغوں اور چشموں میں ہیں ﴿کنزالایمان﴾"

سلامی جا بجا ارض و سما دیں	مہ و خورشید پیشانی جھکا دیں
تیرے خدام اے صدر شریعت	جدھر جائیں فرشتے پر بچھا دیں

﴿شفیق جونپوری﴾

عزیزان ملت اسلامیہ! آیئے ہم اور آپ سب سے پہلے ساری کائنات کے آقا و مولیٰ، ختم الرسل، مولائے کل، خاتم النبیین، شفیع المذنبین، انیس الغریبین، محبوب رب العالمین محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی بارگاہ بے کس پناہ میں، درود وسلام کا نذرانہ انتہائی عقیدت اور غایت محبت کے ساتھ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرلیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَولانَا مُحَمَّدٍ مَعْدَنِ الْجُوْدِ وَ الْکَرَمِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ وَ بَارِکْ وَ سَلِّمْ اَبَداً

عزیزان ملت اسلامیہ! اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کی ہدایت، ضروریات دینی، ودنیاوی، ان کی مشکلات کے حل اور زندگی گذارنے کے اصول وقواعد بتانے کے لیے، بلکہ ان کے مقصد حیات بتانے کے لیے انبیائے کرام کی ایک فوج اس زمین پر مبعوث فرمائی۔ ہر نبی اپنے اپنے زمانے کے لیے آتے رہے اور اللہ رب العزت کا پیغام بندوں تک پہنچاتے رہے، نبی کریم، روف ورحیم، محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نبوت کا دروازہ بند کر دیا گیا، اب کوئی نبی اس دنیا میں نہیں آنے والا، مگر بندوں کی ہدایت اور ان کی ضروریات دینی ودنیاوی کے مسائل کے حل کے لیے علما کے کاندھوں پر یہ ذمہ داری رکھ دی گئی۔ یہی وجہ ہے کہ علما کو بے شمار فضائل وبہترین خصائل سے مزین وآراستہ کر دیا گیا۔ انہیں تاج کرامت پہنایا گیا، زندگی میں بھی انہیں عزت بخشی گئی اور کل بروز قیامت بھی انہیں تاج عزت وکرامت پہنایا جائے گا۔ علما کو انبیا کا وارث قرار دیا گیا۔ رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ:

﴿١﴾ عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنہ قَالَ : قَالَ النَّبِیُّ ﷺ اَنَّ مِثْلَ الْعُلَمَاءِ فِی الاَرْضِ کَمَثَلِ النُّجُومِ فِی السَّمَاءِ یُهتدَیٰ بِها فِی ظُلُمَاتِ البَرِّ وَ الْبَحْرِ فَاِذَا انْطَمَسَتِ النُّجُومُ اَوْشَکَ اَنْ تَضِلَّ الْهُدَاةُ ﴿مسند امام احمد بن حنبل ٣/١٥٧﴾

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم نے فرمایا کہ علمائے کرام زمین میں ستاروں کی طرح ہیں، کہ جن سے بحر وبر کی اندھیریوں میں ہدایت وروشنی حاصل کی جاتی ہے، اگر ستاروں کی روشنی زائل ہو جائے تو بہت قریب ہے کہ ہدایت حاصل کرنے والے راہ بھٹک جائیں۔

﴿٢﴾ عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلی الله تعالی علیه وسلم اِذَا اَرَادَ اللّٰہُ بِعَبْدٍ خَیْراً فَقَّهَهُ فِی الْدِّیْنِ وَ اَلْهَمَهُ رُشْدَه ﴿مصنف ابن ابی شیبه ٦/ ٢٤٠﴾

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب اللہ رب العزت کسی بندے کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین کی سمجھ عطا فرماتا ہے، اور اس کے دل پر اس کا الہام فرماتا ہے۔

﴿٣﴾ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالیٰ عَنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلی الله تعالیٰ علیه وسلم یَشْفَعُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ ثَلاثَةٌ : الاَنْبِیَاءُ ، ثُمَّ الْعُلَمَاءُ، ثُمَّ الْشُّهَدَاءُ. ﴿ابن ماجه: کتاب الزهد باب ذکر الشفاعة﴾

ترجمہ: حضرت عثمان بن عفان بیان کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روز قیامت تین لوگ شفاعت کریں گے، انبیاء، علما، اور شہداء۔

اذن کے بعد علما شفاعت کریں گے یہاں تک کہ علما کے پاس کچھ لوگ آکر عرض کریں گے کہ ہم نے آپ کے وضو کے لیے فلاں وقت میں پانی بھر دیا تھا، کوئی کہے گا کہ میں نے آپ کو استنجے کے لیے ڈھیلا دیا تھا، علما ان کی شفاعت کریں

گے﴿بہار شریعت﴾

عزیزان ملت اسلامیہ! تین احادیث مبارکہ ہم نے پیش کی، اور فقہ کی مشہور زمانہ کتاب ''بہار شریعت'' سے ایک جملہ نقل کیا۔ تینوں حدیث پاک کا خلاصہ یہ ہے کہ علما نور برساتے ستارے ہیں، جن کی ضیاوں اور دودھیا روشنی میں بھٹکا ہوا مسافر صراط مستقیم پا سکتا ہے۔

علما کو اگر کسی نے چھوڑ دیا تو نا اس کی دنیا رہی نا آخرت رہی، دنیا تو اس لیے نا رہی کہ شریعت کے احکام انہی کی بارگاہ سے حاصل ہوں گے، دینی مسائل کا مکمل حل یہیں پر ہے۔ اور آخرت اس لیے خراب ہوئی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کل بروز قیامت انہیں اذن شفاعت ہوگا، اور لوگ انہیں اپنی خدمتیں گنائیں گے۔ یہاں تک کہ استنجا کے لیے پتھر کا ایک ڈھیلا بھی دیا ہوگا تو اسے بھی گنائے گا، اب ذرا سوچیں کہ ڈھیلا کی کیا قیمت ہے؟ دنیا میں نا نجانے کتنے ڈھیلے اس کی ٹھوکر سے کنارے لگ گئے، لیکن وہی بے قیمت مٹی کا ٹکڑا کسی عالم دین کو پیش کر دیا تو اس کی قیمت بارگاہ رب العزت میں اتنی بڑھ گئی کہ اب وہی ڈھیلہ بھر کی خدمت جہنم سے نجات کا ذریعہ بن رہا ہے۔

علما کے ساتھ اللہ نے خیر کا معاملہ فرمایا ہے، ان کے دل و دماغ، زبان وقلم شب و روز قال اللہ وقال الرسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صدائیں بلند کرتے رہتے ہیں، شب و روز کی محنت شاقہ کے ساتھ امت مسلمہ کی ہدایت و رہبری کا فریضہ انجام دیتے رہتے ہیں، اگر علما نا ہوں تو روئے زمین پر فساد برپا ہو جائے، اگر علما نا ہوں تو بھٹکے ہوئے راہ راست نا حاصل کر سکیں، یہ انہیں کی خدمات ہیں جو ہر طرف ہریالی نظر آ رہی ہے، ان علما کے تذکرے سے ہماری محفلیں آباد ہیں، یہی علما ہیں جنہوں نے نا صرف اپنے زمانے کی بلکہ آنے والے زمانے کی بھی فکر کی، اور ان کے لیے بھی نشانی منزل اپنی کتابوں میں صاف صاف الفاظ میں بیان کر دیا ہے۔

عزیزان ملت اسلامیہ! انبیا کے یہ وارث علما کرام، نے نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے بعد قرآن کریم و احادیث مبارکہ نبویہ کے براہین و دلائل کے ذریعہ ہر باطل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کیا ہے، طاغوتی فتنوں کا سد باب کیا، ان سے کھلے میدانوں میں مناظرے کیے، تبلیغ و ارشاد، مواعظ حسنہ اور دیگر خدمات دینیہ کے ذریعہ، اپنی علمی اور روحانی طاقتوں کے ذریعہ امت مسلمہ کو کفر و ضلالت کے طوفان سے ہمیشہ محفوظ رکھا ہے۔

عزیزان ملت اسلامیہ! میں آج انہیں علما و عمائدین ملت کی جماعت میں سے ایک جلیل القدر شخصیت، قدوۃ السالکین، زبدۃ العارفین، عالم با عمل، واقف رموز حقیقت، مصنف بہار شریعت یعنی حضور صدر الشریعہ، بدر الطریقہ، علامہ امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے آپ کے سامنے کھڑا ہوں، اور آپ کی عظیم خدمات دینیہ کے کچھ تذکرے لے کر حاضر آیا ہوں۔ حضور صدر الشریعہ صرف عالم نہیں تھے، بلکہ عالم گر تھے، فقیہ تھے، محدث تھے،

مفکر تھے، مفسر تھے، مدبر تھے، آخر امام اہل سنت سیدی سرکار اعلی حضرت کی بارگاہ کے پروردہ تھے، امام کی بارگاہ کا ہر فرد اپنے آپ میں ایک انجمن ہوا کرتا تھا، جس سے زمانہ فیض یاب ہوتا تھا، حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنی ۶۲ سالہ زندگی میں ایسے کارہائے نمایاں انجام دیے کہ آج ان کے وصال کو ۷۵ سال ہو گئے ہیں مگر عوام تو عوام علما دین متین آج بھی مشکل وقت میں ان کی کتابوں اوران کے فتاوی سے فیض حاصل کرتی نظر آتی ہے۔

تحصیل علم: علم حاصل کرنا ہر مسلم مرد وعورت پر لازم قرار دیا گیا ہے، ظاہر ہے کہ جس قوم کی مذہبی کتاب کے نزول کی ابتداء ’’اقرء‘‘ سے ہو اس قوم کا کوئی بھی فرد بے علم نہیں ہونا چاہیے تھا، لیکن افسوس! قوم مسلم کی علم سے جس قدر دوری بڑھتی گئی، تہذیبی وثقافتی تنزلی کے ساتھ معاشی اور تمدنی بحران کا بھی یہ قوم شکار ہوتی چلی گئی۔

حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی علمی تشنگی کا ہی یہ اثر تھا کہ جیسے ہی ذرا ہوش سنبھالا گھوسی سے حصول علم دین کے لیے نکل پڑے، اس زمانے میں شیراز ہند جون پور علمی آماجگاہ تصور کیا جاتا تھا، دور دراز سے علم کے پیاسے اپنی پیاس بجھانے جون پور کا قصد کرتے تھے، حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ بھی جون پور کی طرف روانہ ہوئے، مگر کیفیت ملاحظہ کریں، کہ گھوسی سے اعظم گڈھ تک پیدل سفر کیا، یاد رکھیں کہ، گھوسی سے اعظم گڈھ تقریبا چالیس کیلومیٹر کی دوری پر ہے، اور اعظم گڈھ سے جون پور تقریبا ساٹھ کیلومیٹر کی دوری پر ہے، گھوسی سے اعظم گڈھ کا سفر پیدل کیا، اور اعظم گڈھ سے جون پور کا سفر اونٹ گاڑی پر کیا۔ دونوں سفر کی مشکلات کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ﴿تذکرہ صدر الشریعہ از: شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ ص/۳۸﴾

یہ وہ زمانہ نہیں ہے جناب! جس میں UBER یا PICK ME کی سہولیات میسر ہوں، یا ہمہ وقت سواری کا انتظام ممکن ہو، بلکہ ریل گاڑی کی بھی سہولیات نہیں تھیں، سفر بڑا مشکل تھا، مگر علمی تشنگی ہے کہ تپتے ہوئے صحرا میں آبلہ پائی بھی لذت بے دام کا مزہ دے رہی ہے۔ آج بھی علم کے پیاسے دنیا کی بڑی بڑی یونیورسٹی اور دینی درسگاہوں کا سفر کرتے ہیں، مگر ان مشکلات کا سامنہ تو نہیں ہے انہیں، ہر طرح کی آسانیاں موجود ہیں، نا راہ پر خطر ہے، نا سواری کی کمی ہے، ایک اشارہ ابرو پر کئی سواریاں خدمت کو حاضر ہو سکتی ہیں، آج بھی طلبا اپنے علاقوں سے کوسوں دور کا سفر کرتے ہیں، مگر بآسانی بے خوف وخطر اپنی منزل کو پہنچتے ہیں۔ جو چیز جتنی مشکل سے حاصل ہوتی ہے دل میں اس کی قدر یں بھی اتنی ہی زیادہ ہوتی ہیں۔ موجودہ زمانے میں بھی طلبا کو کئی طرح کی مشکلات کا سامنا ہے مگر حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی ذات ان کی تسلی کے لیے تصوارتی دنیا ہی میں سہی موجود ضرور ہے۔

مشکلات و پریشانیاں جھیل کر امام اہل سنت کا یہ پروردہ دنیا کو سبق دے رہا ہے کہ علم ایسی ہی شئی ہے کہ جب تک اپنا سب کچھ اس پر نچھاور نا کردو ہاتھ نہیں آتا، آج لوگوں نے حصول علم کو اتنا آسان سمجھ رکھا ہے کہ جو مسئلہ ہو حضرت گوگل اور

یوٹیوب سے حل کر لینا چاہتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ جگہ جگہ ٹھوکریں کھاتے پھرتے ہیں۔

استاد کا ادب: جون پور اس زمانہ میں تحریک آزادی ہند کے عظیم مجاہد علامہ فضل حق خیرآبادی کے شاگرد عزیز اور وقت کے ممتاز و متبحر عالم دین جامع معقولات و منقولات حضرت علامہ ہدایت اللہ رامپوری علیہ الرحمہ کی علمی شمع سے جگمگا رہا تھا، حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ، علامہ ہدایت اللہ رامپوری علیہ الرحمہ کی بارگاہ میں اکتساب علم کے لے زانوئے ادب تہہ کرتے ہیں، دن بھر استاد کی بارگاہ میں اسباق پڑھتے، اور رات میں خدمت استاد کے لیے حاضر ہو جاتے، لیکن یہ خدمت بھی بڑی بابرکت ہوا کرتی تھی، ایک طرف علم کے جبل شامخ، طلبا کی تشنگی بجھانے کا جذبہ لیے موجود ہے تو دوسری جانب علم کے پیاسے اپنا کشکول پھیلائے ہوئے بیٹھے ہیں، پیر دباتے دباتے دن بھر کے اسباق دوہرائے جاتے، پوچھ تاچھ جاری رہتی، جہاں کسی طرح کا خلجان ہوتا اسے دور کیا جاتا، اور اپنے علم کو پختہ کرنے کا کام جاری رہتا۔ ﴿تذکرہ صدر الشریعہ از: شیخ العلماء علامہ غلام جیلانی اعظمی علیہ الرحمہ ص/۳۸﴾

اس پورے واقعہ میں جہاں استاد کا ادب ظاہر ہے وہیں تعلیم دین کے حصول کا جذبہ بھی نمایاں طور سے دیکھا جا سکتا ہے، اساتذہ کا ادب وہ کچھ سکھا دیتا ہے جو محنت شاقہ کے باوجود طالب علم حاصل نہیں کر سکتا۔ آج اس چیز کی بہت کمی ہے، اساتذہ کی بے ادبی کے قصے کالجوں اور یونیورسٹیز میں آئے دن سنے جاتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ علم کی برکتوں سے عاری اشخاص آبادی میں پھیل گئے۔

آگے بڑھنے سے قبل حضرت علامہ سید سلیمان اشرف بہاری علیہ الرحمہ کے جملے سنتے چلیں، فرماتے ہیں کہ:

''استاذ گرامی حضرت علامہ ہدایت اللہ رامپوری قدس سرہ یوں تو تمام طلبہ پر عنایت فرمایا کرتے تھے، لیکن تین اشخاص مولانا محمد صدیق (حضور صدر الشریعہ کے بڑی بھائی) مولانا محمد امجد علی اور سلیمان اشرف پر خاص الخاص نظر کرم تھی، چاہتے تھے کہ جو کچھ میرے سینے میں ہے نکال کر ان سب کو بخش دوں'' ﴿حیات و خدمات ص/۴۶﴾

حضو صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے بارے میں حضرت علامہ ہدایت اللہ رامپوری کا یہ فرمان نہایت اہم ہے کہ:

''شاگرد ایک ہی ملا وہ بھی بڑھاپے میں'' ﴿حیات وخدمات ص/۴۶﴾

علامہ وصی احمد سورتی کی بارگاہ میں: حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ سے علامہ ہدایت اللہ رامپوری کی کس قدر محبت تھی، اور اپنے اس شاگرد کو کیسا جانتے تھے، کہ جب صدر الشریعہ پہلی بھیت علامہ وصی احمد سورتی کی بارگاہ میں علم حدیث حاصل کرنے کے لیے روانہ ہونے لگے تو علامہ ہدایت اللہ رامپوری نے ایک خط بنام علامہ وصی احمد سورتی لکھا، کیا تھا اس خط کا مضمون؟ ملاحظہ فرمائیں:

''میں اپنا ایک مخصوص عزیز طالب علم آپ کے پاس بھیجتا ہوں اس کی تعلیم پر توجہ فرمائیں'' ﴿حیات وخدمات ص ۴۷﴾
علامہ وصی احمد سورتی نے بھی اس گوہر نایاب کو خوب پڑھایا، حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے بھی علمی کہکشاں سے خوب روشنی حاصل کی، کیسی روشنی حاصل کی؟ کہ علامہ سورتی علیہ الرحمہ خود فرمایا کرتے تھے کہ:

''مجھ سے اگر کسی نے پڑھا تو امجد علی نے پڑھا'' ﴿حوالہ سابق﴾

امام اہل سنت سے بیعت: مدرسہ اہل سنت پٹنہ میں قیام کے دوران امام اہل سنت کا ایک تبلیغی دورہ پٹنہ میں ہوا، اس وقت پہلی مرتبہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے امام اہل سنت رضی اللہ تعالی عنہ کی زیارت کی خود فرماتے ہیں کہ:

''اسی زمانہ میں اعلی حضرت پٹنہ تشریف لائے تھے، ان کے حالات کے مطالعہ کرنے کا موقع ملا، چنانچہ ان کی جانب عقیدت پیدا ہوئی، دل بے اختیار ادھر مائل ہوا، حضرت محدث (سورتی) صاحب کی رائے اور مشورہ سے سلسلہ عالیہ قادریہ میں ان کے حلقہ بگوشوں میں داخل ہوا۔ ﴿حیات صدر الشریعہ از بحر العلوم مفتی عبد المنان علیہ الرحمہ ص ۲۹﴾

بریلی شریف ورود: ۱۳۲۹ھ میں امام اہل سنت کو ایک مدرس کی ضرورت محسوس ہوئی، تو آپ نے علامہ محدث سورتی کو خط لکھ کر ایک عالم کی درخواست کی، حضرت محدث سورتی کے کئی بڑے اور قابل شاگرد تھے مگر آپ نے ان میں حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو منتخب کیا اور ایک خط کے ساتھ امام اہل سنت کی بارگاہ فیض میں بھیجا۔

''بریلی شریف کی ذمہ داریاں: بریلی شریف میں چار ذمہ داریاں تھیں، جو بہت ہی مشکل اور سخت تھیں۔ مدرسہ میں تدریس کا کام، مطبع اہل سنت بریلی شریف سنبھالنا، امام اہل سنت کے فتووں کو تحریر کرنا، اور جماعت رضائے مصطفیٰ کے شعبہ علمیہ کی صدارت کے فرائض انجام دینا''۔ ﴿ضمیمہ الثورۃ الہندیہ از: علامہ شرف قادری ص ۳۳۶﴾

یہ تینوں ذمہ داریاں اس قدر سخت تھیں کہ ہر ایک ذمہ داری کثیر وقت کا مطالبہ کرتی تھیں، مگر آپ نے اپنی روزمرہ کی زندگی کو ایسا سنوار کر رکھا ہوا تھا کہ ہر کام وقت پر ہوتا، اور بخوبی ہوتا، یہی وجہ ہے کہ معاصرین کی زبان پر ایک جملہ اکثر ہوتا کہ: **''مولانا امجد علی صاحب تو کام مشین ہیں''** ﴿حوالہ سابق ص ۳۳۷﴾

عزیزان ملت اسلامیہ حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی زندگی کے اس پہلو کی اتباع کرنے کی آج انتہائی ضرورت ہے، وقت کی اہمیت کو سمجھنا اور اس کا صحیح استعمال کرنا وقت کی ضرورت بن چکا ہے، دگر اور بھی کمیوں کے علاوہ یہ بھی ایک کمی ہے آج کہ وقت کا صحیح استعمال نہیں کیا جاتا۔

مولانا حبیب الرحمٰن شیروانی علیہ الرحمہ نے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے آپ کے فضل و

کمال کا اعتراف کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا کہ:

''مولانا امجد علی اعظمی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں جنہیں میں منتخب جانتا ہوں''

عزیزان ملت اسلامیہ مذکورہ جملہ وہی کہہ سکتا ہے جس نے پورے ہندوستان کے علما کو پرکھا ہو، جو خود اس قدر قابل اور علمی صلاحیتوں کا مالک ہو کہ کسی کے بھی علمی معیار کو سمجھ سکتا ہو، اور یقیناً مولانا حبیب الرحمٰن انہیں میں سے ایک تھے، ظاہر ہے کہ علامہ ہدایت اللہ رامپوری اور محدث سورتی کی علمی کان سے نکلتے ہوئے اس ہیرے پر جب امام اہل سنت کی کیمیا نظر پڑے گی تو دنیا اس کے آشیانے کی چوکھٹ کا طواف کرتی نظر آئے گی۔

امت مسلمہ پر احسان عظیم ،اعلی حضرت کا ترجمہ قرآن کریم: اس سلسلہ میں میں اپنی بات کہوں اس سے بہتر ہے کہ حضور در الشریعہ علیہ الرحمہ نے قرآن پاک کے ترجمہ کو ضروری کیوں سمجھا خود آپ کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''اس زمانہ پرفتن میں زمانہ کی حالت بدلی ہوئی اور گمراہی کے اسباب اور ضلالت کی کثرت دیکھتے ہوئے یہ خیال پیدا ہوا کہ بدمذہبوں کو عوام کے گمراہ کرنے کا ایک بڑا ذریعہ قرآن مجید کے تراجم ہیں، کبھی تو وہ لفظوں میں گنجائش پاتے ہوئے ترجمے میں کوئی ایسی بات لکھ دیتے ہیں جن سے عوام کو گمراہ کرنے اور بہکانے کا موقع ملے اور کبھی نفس ترجمہ میں گنجائش نہیں ہے تو حاشیہ اور فوائد کا اضافہ کر کے بعض گمراہی کی باتیں لکھ جایا کرتے ہیں۔لہذا اعلی حضرت رضی اللہ عنہ سے قرآن پاک کے ترجمے کے متعلق عرض کیا گیا اور زمانے کی ضرورت پیش کی گئی'' ﴿حیات صدر الشریعہ از: بحر العلوم مفتی عبد المنان ص/۴۱﴾

اور حضور صدر الشریعہ بنفس نفیس اس کام میں حضور اعلی حضرت کی بارگاہ میں متعینہ اوقات میں قلم دوات لیے حاضر ہو جایا کرتے تھے، امام اہل سنت قرآن کی آیت سنتے جاتے اور ترجمہ فرماتے جاتے، حضور صدر الشریعہ ترجمہ لکھتے جاتے۔

یقیناً، بدمذہب قرآن و احادیث کا ہی حوالہ دے دے کر آج تک عوام اہل سنت کے ایمان کا سودا کر رہے ہیں، حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے جن پرآشوب حالات کا تذکرہ کیا، وہ آج سے تقریبا سو سال پہلے کے ہیں، اس وقت اکابرین علما، اور بالخصوص امام اہل سنت موجود تھے، اس وقت اگر ترجمہ نا بھی کیا جاتا تو بھی ان علما کی ایک تقریر ہی عوام اہل سنت کو بھٹکنے سے بچانے کو کافی تھی، لیکن حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کی نگاہ یقیناً آج کے دور کو دیکھ رہی تھی، اب ذرا سوچیں کہ اگر امام اہل سنت سے ترجمہ قرآن بنام کنز الایمان نا لکھوایا گیا ہوتا تو آج اہل سنت و الجماعت کن مشکلات سے گذر رہے ہوتے اس کے تصور سے ہی دل ایک طرف اگر بیٹھ سا جاتا ہے تو دوسری جانب صدر الشریعہ کی علمی چوکھٹ پر اپنا سر نیاز جھکا دینے کی کیفیت میں ہوتا ہے۔اور اس احسان عظیم کا شکر ادا کرتے زبان رکتی نہیں ہے۔حضور صدر الشریعہ اس عظیم خدمت پر

خود یوں فرماتے ہیں کہ:

''اس ترجمہ کے لکھنے اور لکھوانے کی جو خدمت میں نے انجام دی ہے وہ میری نجات اخروی کا بہت بڑا ذخیرہ ہے، جن مشکلات کا اس میں مقابلہ کیا غالبا دوسرا شخص یہ نہ کرتا اور یہ کام صرف تخئیل اور وہم ہی میں رہتا خارج میں اس کا ظہور نا ہوتا ﴿حیات صدر الشریعہ از بحر العلوم مفتی عبد المنان ص ۴۴﴾

یقیناً، صبح قیامت تک جتنے افراد علما کرام کنز الایمان سے استفادہ کرتے رہیں گے ان کا ثواب حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے نامہ اعمال میں ضرور لکھا جاتا رہے گا۔

آپ پر اعلی حضرت کی باطنی نظر: حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ نے اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ حضور سیدی اعلی حضرت کی بارگاہ میں گذارا تھا، فتاوی لکھنے کی مشق بھی وہیں ہوئی، اور جب کبھی کسی پیچیدہ مسئلہ میں کوئی پریشانی درپیش ہوتی آپ امام اہل سنت کی بارگاہ میں پہنچ جاتے پریشانی یک لحہ میں حل ہو جاتی، لیکن امام اہل سنت کے انتقال کے بعد حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کو بڑی فکر دامن گیر ہوئی کہ اب فتاوی کی قطعی صحت اور اصلاح کا کام کون کرے گا، پورا قصہ خود حضور صدر الشریعہ کی زبانی سنیں:

''اعلی حضرت کی وفات سے چند روز بعد خواب میں دیکھا تقریبا دس بجے دن کا وقت ہوگا، زنانے مکان سے کچھ کاغذ ہاتھ میں لیے ہوئے برآمد ہوئے، اور جس پلنگ پر باہر تشریف فرما ہوا کرتے تھے، اس کے قریب حسب دستور کرسیاں پڑی ہوئی تھیں ایک کرسی پر میں بھی بیٹھا ہوا تھا، اپنے پلنگ کے پاس تشریف لا کر وہ تمام کاغذات میرے حوالہ کیے اس وقت میری زبان سے نکلا کہ آپ کا تو انتقال ہو چکا ہے، آپ کیسے تشریف لائے، فرمایا: ہم اسی طرح آیا کریں گے'' ﴿حیات صدر الشریعہ از: بحر العلوم مفتی عبد المنان علیہ الرحمہ ص ۴۵﴾

وصال: ۱۹۴۸ء میں دوسری مرتبہ حج بیت اللہ وحاضری بارگاہ اقدس کے قصد سے ممبئی پہنچے، سرکار مفتی اعظم ہند اور آپ کی ایک ہی ساتھ ایک ہی پانی کے جہاز پر حج بیت اللہ کو روانگی تھی، مگر بارش میں بھیگ جانے کے سبب آپ کی طبیعت کچھ زیادہ ناساز ہوگئی، اور ممبئی ہی میں آپ وصال ہوا، علامہ ارشد القادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ

(جس شب حج کے لیے روانہ ہونا تھا) سر شام ہی حضور مفتی اعظم بعد نماز مغرب آخری ملاقات کے لیے تشریف لائے ...... بھرائی ہوئی آواز میں ایک مریض عشق (حضور صدر الشریعہ) نے مفتی اعظم ہند کو ان لفظوں میں رخصت کیا کہ ''جائیے میں بھی پیچھے پیچھے آرہا ہوں'' لوگوں نے بتایا کہ ایک عاشق صادق کی بیقرار روح کے پرواز کا وقت بالکل وہی تھا جب سفینہ حجاز نے بمبئی کے ساحل سے روانگی کا سائرن بجایا تھا'' ﴿شخصیات از علامہ ارشد القادری ص ۲۷﴾

۲؍ذی قعدہ ۱۳۶۷ھ مطابق ۶؍ستمبر بروز شنبہ ۱۹۴۸ء آپ کا وصال ہوا۔

مدینے کا مسافر ہند سے پہنچا مدینے میں
قدم رکھنے کی بھی نوبت نا آئی تھی سفینے میں

’’آپ کا جنازہ ممبئ سے بذریعہ ٹرین گھوسی لایا گیا، اور بمشکل تمام قادری منزل حضور صدر الشریعہ کے مکان پر پہنچایا گیا، سب سے پہلے چہرے سے کپڑا حضور حافظ ملت نے ہٹایا اور پکار اٹھے: لوگوں میں اعلان کر دو کہ جسے ایک عاشق پاکباز، ایک حق پرست مرد مومن اور ایک زندہ جاوید فقیہ اسلام کا چہرہ دیکھنا ہو وہ یہاں آ کر دیکھ لے‘‘ ﴿حیات و خدمات ص؍۴۳﴾

ختم شد

نوید اختر قادری امجدی

﴿کولمبو سری لنکا﴾

منقبت در شان حضور صدر الشریعہ علیہ الرحمہ

نتیجہ فکر: **مولانا وصال احمد اعظمی** مصباحی گھوسی مئو

عنایت کی نظر صدر شریعت	مری لیجے خبر صدر شریعت
رضا کے در سے آتی ہے صدا یہ	فقیہ معتبر صدر شریعت
جو گستاخ نبی ہیں ان کی خاطر	رہے تیغ عمر صدر شریعت
مبارک ہے، مبارک، صد مبارک	وہ طیبہ کا سفر صدر شریعت
فقاہت اور حکمت کے فلک کے	ہیں خورشید و قمر صدر شریعت
جو تیرا ہے بھلا کیسے جلائے	اسے نار سقر صدر شریعت
ہے علامہ کے سینے میں ودیعت	ترا علم و ہنر صدر شریعت
ہو تربت پر تری باران رحمت	سدا شام و سحر صدر شریعت
وصال اپنی مرادیں لے کے لوٹا	جو آیا تیرے در صدر شریعت